تقریباً ایک صدی قبل کچھ سنّی خانقاہوں سے پھیلنے والے
رافضی نظریات کا زبردست تعاقب کرتی ایک تاریخی کتاب

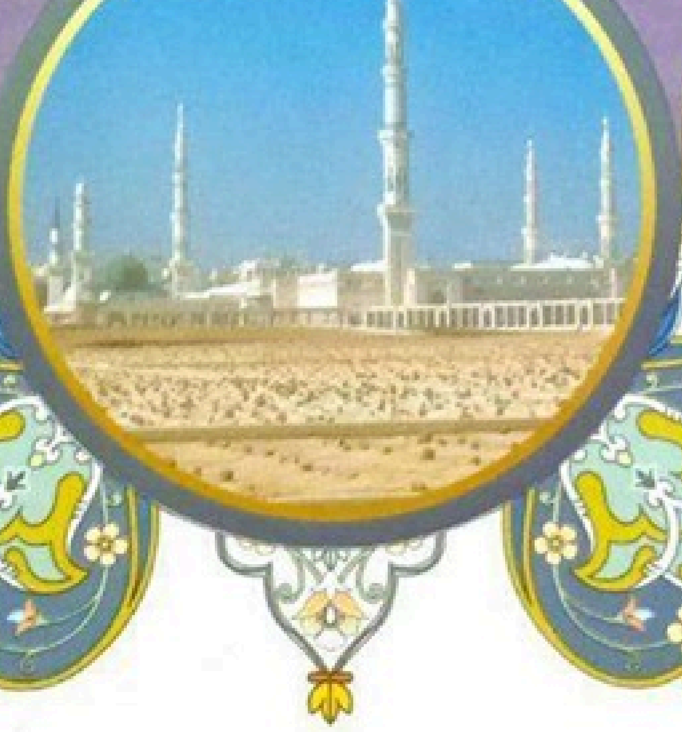
بوارق العذاب لاعداء الاصحاب

بنام

صحابہ کے گستاخ

تصنیف

رئیس الفقہا سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ



ترتیب و تقدیم

عابد چشتی

باسمہ تعالیٰ

بَوارِقُ العذاب لأعداءِ الأصحاب

۱۳ ھ ۵۳

بنام

صحابہ کے گستاخ

تصنیف

رئیس الفقہا، امام المتقین، عمدۃ المحققین

سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ

ترتیب و تقدیم

عابد چشتی

مکتبہ صمدیہ، جامع مسجد آستانہ عالیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا

Bawariq ul Azab le Aadail Ashaab

(Sahaba ke Gustakh)

By: Sayyad Misbah-ul- Hasan Chishti
Edited By: Abid Chishti
New Edition : February 2019

عنوان کتاب	:	بوارق العذاب لاعداء الاصحاب (صحابہ کے گستاخ)
مصنف	:	سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ
ترتیب و تقدیم	:	عابد چشتی
طبع اول	:	۱۳۵۳ھ
طبع جدید	:	۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء
ناشر	:	مکتبہ صمدیہ، پھپھوند شریف

Publisher
Maktab Samadia
Jama Masjid,Astana Alia
Phaphund Sharif,Aorayya . UP (INDIA)
Mob: 9897242295, 9719872617

Distributor:
New Khawaja Book Depot.
Matia Mahal, Jama Masjid , Delhi-6
Mob: 8130469834

انتساب

مصنف کتاب کی علمی اور روحانی امانتوں کے امین
سید المتوکلین، اکبر المشائخ حضرت علامہ سید شاہ
محمد اکبر میاں چشتی قدس سرہ

کے نام

جنہوں نے اپنے علم و عمل، تقویٰ و طہارت، زہد و ورع اور خشیت الٰہی سے
مادیت پرستی کے دور میں للّٰہیت اور روحانیت کی شمع فروزاں رکھی

عابد چشتی

مصباح ملت: ایک تعارف

رئیس الفقہا، امام المتکلّمین حضرت علامہ شاہ سید مصباح الحسن چشتی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ بروز شنبہ، پھپھوند شریف میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی صدر مجلس علمائے اہل سنت، حافظ بخاری حضرت علامہ سید شاہ عبد الصمد چشتی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آیت کریمہ: ”فوھب اللہ لہٗ غلاماً زکیاً“ سے مادۂ تاریخ کا استخراج فرمایا اور آپ کا نام ”مصباح الحسن“ تجویز فرمایا۔

آنکھ کھولتے ہی آپ نے اپنے چاروں طرف علمی اور روحانی ماحول پایا جس کے سبب بچپن ہی سے اسلامی علوم کی طرف آپ کی رغبت پیدا ہوگئی۔ پانچ سال کی عمر میں آپ نے والد گرامی حضرت حافظ بخاری۔ کے زیر سایۂ عاطفت اپنا تعلیمی سفر شروع کیا اور ۲۴ / سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرلی۔ آپ کے اساتذہ میں والد گرامی کے علاوہ اہل سنت کی مندرجہ ذیل مقتدر شخصیات کے نام آتے ہیں:

حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب، حضرت علامہ ہدایۃ اللہ رامپوری، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، حضرت مولانا حکیم مومن سجاد صاحب، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بدایونی رحمہم اللہ۔ جس وقت آپ حضرت علامہ ہدایۃ اللہ رامپوری کی خدمت میں تعلیم حاصل فرمارہے تھے اسی دوران والد گرامی حضرت حافظ بخاری رضی اللہ عنہ کا وصال پر ملال ہوگیا، جس کے بعد خانقاہ عالیہ صمدیہ کی سجادگی آپ کو تفویض ہوئی، مسند سجادگی پر بیٹھنے کے بعد بھی آپ نے تقریباً ۶ / سال تک اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔

آپ ایک زبردست عالم، فقیہ، مفتی اور محقق کی حیثیت سے علمائے اہل سنت کے درمیان متعارف تھے، آپ کے عہد کے قد آور علما اور مفتیان کرام نہ صرف پیچیدہ مسائل

میں آپ سے تبادلۂ خیال فرمایا کرتے تھے بلکہ آپ کی تصدیق سے اپنی کتابوں کو زینت بخشتے تھے۔ آپ کی پوری زندگی مسلک اہل سنت کی حمایت و نصرت اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں گذری، آپ نے اپنے عہد میں پنپنے والے ہر فتنہ کا نہ صرف زبانی بلکہ تحریری رد فرمایا۔ چنانچہ:

جب ''تبلیغی جماعت'' نام کی گمراہ کن تحریک وجود میں آئی تو آپ نے اس کے رد میں سب سے پہلے ''ناسور وہابیت'' نامی تاریخی کتاب تحریر فرمائی۔ یوں ہی جب مولانا آزاد صاحب اور چند دیگر مسلم قائدین کی ''تحریک ترک موالات'' کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر ایمان و عقیدہ کے تئیں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہوا تو آپ نے اس نظریہ کی تردید میں ایک معرکہ آرا کتاب ''حقائق قرآن'' تحریر فرما کر لاکھوں لوگوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ زیر نظر کتاب بھی آپ کی مسلکی مساعی جمیلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس میں رافضیت زدہ سنی ذہنوں کا زبردست تعاقب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں صفحات پر پھیلے آپ کے فتاوے ''فتاویٰ مصباحیہ'' آپ کی دینی سرگرمیوں کے غماز ہیں۔

آپ شعر و سخن کی دنیا میں بھی اپنی مثال آپ تھے اور جب کبھی عشق و عقیدت کے جذبات انگڑائی لیتے تو نوک قلم پر ایسے اشعار جاری ہوتے جس کے ہر ہر لفظ سے معرفت کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں، بطور نمونہ یہ شعر دیکھیں:

ہر اک شئ کا وہ مبدا ہے یہ منصوص شریعت ہے
وہی ہے منتہا سب کا یہ مضمون طریقت ہے
مگر مصباحؔ کہتا ہے بشر ہیں اس جگہ حیراں
محمد کو خدا جانے یہ عرفان حقیقت ہے

علم و عمل اور کشور روحانیت کا یہ نیر تاباں ۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۵/ جنوری ۱۹۶۵ء کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ خانقاہ صمدیہ کے احاطے میں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

عابد چشتی

فہرست مشمولات

پہلا خط:

بنام شاہ حبیب حیدر صاحب

پہلے خط کا جواب:

شاہ حبیب حیدر کی طرف سے

دوسرا خط:

شاہ صاحب کے خط کے جواب میں

شاہ حبیب حیدر کا دوسرا خط

تیسرا خط:
شاہ صاحب کے دوسرے خط کے جواب میں

شاہ حبیب حیدر کا آخری خط

پانچواں خط:

بنام شاہ حبیب حیدر صاحب

آخری خط ——— دعوت مناظرہ

حصہ دوم:
انکشافات ستم

خطوط: بنام مصباح ملت

نمونۂ تحقیق شاہ حبیب حیدر صاحب

روض الازہر اور القول المستحسن
تقابلی جدول

نمونۂ تحقیق برادر اوسط شاہ تقی حیدر صاحب

نمونۂ تحقیق برادر اصغر علی حیدر صاحب

ارجح المطالب اور احسن الانتخاب

تقابلی جدول

۳۳۱..........................۳۴۸

○

حصہ سوم:

مولانا وصی علی کی رسمی حقانیت

۳۶۵..........................۴۰۵

سولہ امور کی وضاحت

۳۷۴..........................۴۰۵

حواشی

کلمات دعا

مجاہد سنیت حضرت علامہ شاہ **سید محمد اختر میاں** صاحب قبلہ چشتی
زیب سجادہ: آستانہ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف

باسمہٖ تعالیٰ و تقدس
حامدا و مصلیا و مسلما

الحمد للہ! آستانہ عالیہ صمدیہ کے اکابر نے ہمیشہ حق و صداقت کا پرچم بلند رکھا اور کبھی بھی حق کے خلاف اٹھنے والی آواز کے ساتھ سمجھوتا نہیں کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ حضرات جہاں تقویٰ و طہارت کا جبل عظیم تھے، وہیں علم و فضل کا نیر تاباں بھی، اللہ کے ان محبوب بندوں نے مسلک حق کی اشاعت و حفاظت میں ساری زندگی صرف کردی اور اپنی پوری علمی جلالت کے ساتھ اہل سنت کے مذہب و مسلک کو فروغ دیتے رہے اور مذہب کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا خوب خوب رد بلیغ فرمایا، چناں چہ:

میرے دادا پیر حافظ کلام باری و صحیح البخاری، صدر مجلس علماے اہل سنت، قبلۂ عالم حضرت علامہ شاہ سید عبد الصمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''فتنۂ شش مثل'' کا دلائل و براہین کے ساتھ ایسا رد بلیغ فرمایا کہ اس فتنے کا نام و نشان ہی مٹ کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ جب آپ کی پھپھوند شریف تشریف آوری ہوئی تو پورا قصبہ شیعیت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، عالم یہ تھا کہ باقی ماندہ دو چند سنیوں کو اگر کوئی مسئلۂ دینی دریافت کرنا ہوتا تو وہ بھی شیعہ عالم سے ہی دریافت کیا کرتے تھے، غرضے کہ اہل سنت کی حمایت و دستگیری کرنے والا کوئی نہیں تھا، بحمدہٖ تعالیٰ سرکار حافظ

بخاری قدس سرہ نے نہ یہ کہ صرف اہل سنت کی دستگیری فرمائی بلکہ تحریر و تقریر کے ذریعہ پورے علاقہ کو شیعیت سے بھی پاک کیا۔ آپ ہی کے مساعی جمیلہ کا یہ فیضان آج بھی ہے کہ پورے علاقہ میں اہل سنت کا بول بالا ہے اور شیعیت برائے نام بھی باقی نہیں رہ گئی ہے۔

اسی منہج و موقف پر سرکار حافظ بخاری کے سچے جانشین اور آپ کی امانتوں کے وارث و امین سیدی، مرشدی الکریم، رئیس الفقہا، سلطان العلما حضرت علامہ مفتی الشاہ سید مصباح الحسن چشتی قدس سرہ تا حیات قائم رہے اور اپنی علمی قوتوں سے ہر گمراہ کن فتنے کا مقابلہ فرماتے رہے۔

آپ نے تبلیغی جماعت کے رد میں ” الیاسیہ جماعت یا ناسور وہابیت “ تحریر فرمائی، جو عوام و خواص کے درمیان بڑی مقبولیت کی نظر سے دیکھی گئی، جس کے ذریعہ نہ جانے کتنے بندگان خدا تبلیغی جماعت کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچے اور اہل ایمان کا ایمان و عقیدہ محفوظ رہا۔ یوں ہی جب کاکوری کے حضرات نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت کو اپنے سب و شتم کا نشانہ بنایا اور ان کے حریم قدس پر یلغار کی تو میرے پیر و مرشد ، مرد حق آگاہ سرکار خواجہ بندہ نواز شاہ سید مصباح الحسن قدس سرہ کی ذات بابرکت سامنے آئی اور ان کا رد بلیغ کرتے ہوئے زیر نظر کتاب ” بوارق العذاب “ تصنیف فرمائی، جس میں صحابۂ کرام کی رفعت و عظمت اور ان کے بلند و بالا مقام سے اہل اسلام کو روشناس کرایا اور شرعی دلائل سے یہ واضح کر دیا کہ جملہ صحابۂ کرام قابل احترام اور قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ کسی بھی صحابیِ رسول ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔

الحمد للہ! یہ خادم بھی اپنے اکابر کی روش پر قائم ہے اور آستانہ عالیہ کے وابستگان و محبین و متعلقین اور تمام اہل اسلام کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر قائم رہیں اور تمام جماعتوں اور باطل افکار و نظریات سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور جمیع صحابۂ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی تعظیم و تکریم بجالاتے رہیں۔ کسی بھی صحابیِ رسول ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی کرکے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

آخر میں برادر عزیز مولانا سید محمد مظہر چشتی سلمہٗ کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا منصوبہ بنایا۔ اور ساتھ ہی دعا گو ہوں عزیزم مولانا عابد چشتی سلمہٗ کو جنہوں نے کتاب کے مندرج حوالہ جات کی تخریج اور تقدیم کی خدمت انجام دی۔ اللہ تعالیٰ دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اپنے محبوب بندوں کے نقش قدم پر قائم و دائم فرمائے اور بیجا روش سے بچائے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و سلم .

سید محمد اختر چشتی

خادم و سجادہ آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ

دار الخیر پھپھوند شریف، اوریا

۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ ۔ ۱۸/ جنوری ۲۰۱۹ء

تاثرگرامی

مناظراہل سنت، استادالعلما حضرت علامہ
مفتی محمد انفاس الحسن صاحب قبلہ چشتی دام ظلہ العالی
صدرالمدرسین وشیخ الحدیث جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

زبدۃ الاتقیا، تاج الاصفیا، رئیس الفقہا حضرت علامہ الحاج مفتی سید مصباح الحسن چشتی پھپھوندوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں ایک طرف میدان طریقت و معرفت کے شہسوار تھے، وہیں اپنے وقت کے ایک قد آور محقق، عظیم متکلّم واصولی اور بلند پایہ فقیہ بھی تھے۔ بفضلہٖ تبارک و تعالیٰ آپ کی ذات گرامی محاسن و محامد کا مخزن اور علم و فضل کا عظیم پیکر تھی۔

آپ حافظ کلام باری و صحیح البخاری، منبع الحسنات، حافظ دلائل الخیرات، عمدۃ الفقہا، سلطان المتکلّمین، سندالمناظرین، صدرمجلس علمائے اہل سنت حضرت علامہ الحاج الشاہ خواجہ سید عبدالصمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر، ان کے سچے جانشین اور ان کی روحانی امانتوں کے امین تھے۔ آپ جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ ہدایت اللہ صاحب رامپوری اور سندالمحدثین، اسدالسنہ حضرت محدث سورتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ آپ کمال علم و فضل کے سبب اپنے معاصرین کے درمیان امتیازی حیثیت کے حامل تھے، نہ جانے کتنے تشنہ کام آپ کے میخانہ سے شاد کام ہوئے، نہ جانے کتنے لڑکھڑاتے قدم آپ کی نظر کرم سے جادۂ مستقیم پر قائم ہوگئے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کا اکثر حصہ گم گشتگان راہ حق کی رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت دین میں صرف فرمایا۔ آپ کی زندگی گویا خدمت دین متین سے عبارت ہے:

جس وقت تبلیغی جماعت وجود میں آئی اور علماے اہل سنت اس گمراہ کن جماعت کے افکار و نظریات واضح نہ ہونے کے سبب پس و پیش میں مبتلا تھے اور کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنے کی کوششیں ہورہی تھیں اور آپ سے اس جماعت کے بارے میں مسلسل سوالات کیے جارہے تھے، ایسے کشمکش کے عالم میں آپ نے اہل سنت کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک فیصلہ کن کتاب "ناسور وہابیت" تحریر فرماکر عالم اسلام کو ان کی حقیقت سے آشنا کرایا اور انہیں کی کتابوں سے یہ ثابت کر دیا کہ اس جماعت کا تعلق دیوبندیت سے ہے، اہل سنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جو لوگ لاعلمی میں انہیں اہل سنت سمجھ کر ان کی طرف مائل ہورہے تھے اس کتاب نے بروقت ان کی دستگیری کی اور دیوبندیت کے دام فریب سے ان کو محفوظ رکھا۔ اس کتاب کے ذریعہ حضرت نے تمام اہل اسلام کو عموماً اور اپنے وابستگان کو خصوصاً دیوبندیوں، وہابیوں سے بچنے کی تعلیم دی اور کھلے لفظوں میں یوں اعلان فرمایا:

"میرے احباب سلسلہ! اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ دو تعلق نہیں رکھ سکتے۔ اگر خدانخواستہ انہیں ایاسی جماعتوں سے دل چسپی ہے تو مجھ سے تعلق قطع کریں، اور میرے ہم خیال ہوکر رہنا چاہتے ہیں تو ان جماعتوں سے علاحدہ رہیں کہ دو عملی کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی نہ ذریعہ نجات بن سکتی ہے"

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دین کی تبلیغ و اشاعت میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت کیے، اپنی جانیں قربان کیں، اپنا مال قربان کیا، اپنے اہل و عیال قربان کیے اور دین نبوی کو صحیح صورت میں ہم تک پہنچایا۔ صحابۂ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے جن کی عظمت و رفعت کو پروردگار عالم نے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان نبوت سے بیان فرمایا، ان سے افضل اور بہتر اس امت میں کون ہوسکتا ہے؟۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص انعام اور خصوصی فضل و کرم ہے کہ رب قدیر نے ان کو اپنے پیارے حبیب کی صحبت مبارکہ اور ان کی نصرت وحمایت کے لیے منتخب فرمایا۔ قرآن کریم نے فرمایا:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا وہ بلند درجے والے ہیں اور جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ و جہاد کیا یہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ نے دونوں سے مغفرت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت کریمہ: " قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى " کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم "

یعنی یہ منتخب اور چنندہ بندے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔"

حضرت وہب ابن منبہ آیت کریمہ: " بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ط "کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم ۔(در منثور)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ:

" یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ "کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم آمنوا بکتاب اللہ و عملوا بما فیہ"

ترجمہ: یعنی یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اللہ کی کتاب پر ایمان لائے اور اس میں موجود احکام پر عمل کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" ان اللہ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی اللہ علیہ و سلم خیر قلوب العباد فاصطفاہ لنفسہٖ فابتعثہ برسالتہٖ ثم نظر فی قلوب

العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ و سلم فوجد قلوب اصحابہٖ خیر قلوب العباد فجعل وزراء نبیہٖ یقاتلون علیٰ دینہٖ"

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں کا جائزہ لیا تو ان میں سب سے بہتر نبی کریم ﷺ کے دل کو پایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا حبیب بنانے کے لیے منتخب فرمالیا اور اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں کا جائزہ لیا تو ان میں سب سے بہتر نبی کریم ﷺ کے صحابہ کا دل پایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کا وزیر بنا دیا، جنہوں نے دین کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کی بازی لگادی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تسبوا اصحابی لا تسبوا اصحابی فو الذی نفسی بیدہٖ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما ادرك مد احدھم و لا نصیفہٗ"

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا مت کہو، میرے صحابہ کو برا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کر دے تب بھی وہ صحابہ کے ایک مد اور آدھے مد کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔

آپ ہی سے روایت ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا:

" لا یدرك قوم بعد کم صاعکم و لا مدکم " ترجمہ: تمھارے بعد آنے والی قوم تمھارے صاع اور مد کو نہ پا سکے گی۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

لا تسبوا اصحاب محمد فلمقام احدھم ساعة خیر من عمل احدکم عمرہ.

ترجمہ: تم میں سے کسی کا عمر بھر عمل خیر کرنا صحابہ میں سے کسی کے ایک ساعت کے برابر نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ آیات، تفسیری عبارات اور احادیث نے یہ واضح کر دیا کہ فضائل و مناقب جملہ صحابہ سے متعلق ہیں، لہٰذا ہر ہر صحابی کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے۔

رئیس الفقہا خواجہ سید مصباح الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں خانقاہ کاظمیہ کاکوری کے شاہ علی حیدر صاحب نے جب صحابۂ کرام کے بارے میں زبان طعن دراز کی اور انہیں اپنی دشنام طرازیوں کا نشانہ بنایا اور ان کی تنقیص شان پر آمادہ ہوئے، ان کے دائرۂ تقدس کو توڑنا چاہا تو ایسے پر آشوب وقت میں رئیس الفقہا، سلطان العلما، جانشین حافظ بخاری حضرت علامہ الشاہ مفتی سید مصباح الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم اٹھایا اور دلائل و براہین پر مشتمل ایک علمی تحقیقی دستاویز اہل سنت کو عنایت فرما کر جملہ صحابہ کی تعظیم و تکریم کی تعلیم دی اور اہل سنت کے موقف کی حفاظت فرمائی۔

اس وقت پھر یہ علمی دستاویز زیور طباعت سے آراستہ ہونے جارہی ہے جو اس وقت کی ضرورت اور تقاضا ہے، ان شاء اللہ اس سے عوام و خواص بھی مستفید ہوں گے اور صحابہ کے بے ادبوں کو منھ توڑ جواب دینا بھی آسان ہوگا۔

اس کتاب کی تخریج و تقدیم کا کام مولانا محمد عابد چشتی نے انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ سعادت مندی و اخلاص عطا کرے اور ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم

اسیر اکبر المشائخ

محمد انفاس الحسن چشتی

خادم الطلبہ: جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

پیغام خانقاہ

خطیب الہند حضرت علامہ **سید شاہ مظہر میاں** صاحب قبلہ
آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف

اہل سنت و جماعت کا چودہ سوسال سے یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ ان کی عقیدت کی دنیا میں جہاں مولائے کائنات علی المرتضیٰ اور اہل بیت کرام سے محبت کی جلوہ گری ہے تو وہیں نبی کریم ﷺ کے قدموں میں جانیں وار دینے والے صحابۂ کرام سے الفت و احترام کی گل افشانیاں بھی ہیں اور انہیں دو جماعتوں کی محبتوں کے درمیان اہل سنت کا قافلہ جادۂ حق پر گامزن ہے۔ مگر برا ہو ان بدنصیبوں کا جنہوں نے کبھی آسمان ہدایت کے نجوم، صحابۂ کرام کی عظمتوں پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی، تو کبھی اہل بیت نبوت سے اپنی قلبی عداوت کے چلتے ان کے تقدس پر حرف گیری کی مذموم حرکت، تاریخ میں جن کی نشاندہی ”رافضی“ اور ”خارجی“ کے نام سے کی گئی ہے۔

رافضیت کی بنیاد صحابۂ کرام کی تنقیص اور ان کی بارگاہ میں گستاخی پر ہے جبکہ خارجیت کی عمارت میں مولائے کائنات اور اہل بیت سے بغض و عداوت کا خمیر شامل ہے۔ زمانۂ رسالت کے بعد پیدا ہونے والے ان دونوں گروہوں نے ہر دور میں مسلم معاشرے میں گمراہیت کے بیج بونے کا کام کیا ہے جس کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جہاں رافضیت اور خارجیت نے سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں اپنے منحوس اثرات مرتب کرکے

انہیں گمراہ کیا، وہیں کچھ اعلیٰ سنی ذہن بھی نظریاتی سطح پر ان جماعتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جس نے اہل سنت کے شیرازہ کو مزید بکھیر کر رکھ دیا۔

اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ”حبِ علی“ کے نام پر کچھ سنیوں کا رافضیت سے متاثر ہونے کی روایت کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ ماضی میں بھی اس طرح کے معاملات رونما ہوتے رہے ہیں جہاں ایک سنی خانقاہ کے بعض افراد رافضیت سے متاثر ہوکر صحابۂ کرام کی بارگاہ میں دریدہ دہنی کے مرتکب ہوکر اپنی عاقبت خراب کر بیٹھے، خود گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے ہزاروں عقیدت کیشوں کی گمراہیت کا سبب بنے۔ مثال کے لیے ہم کاکوری ضلع لکھنؤ کی ”خانقاہ کاظمیہ قلندریہ“ کو پیش کر سکتے ہیں۔

خانقاہ قلندریہ کاظمیہ اپنے وقت کی ایک علمی اور روحانی خانقاہ ہے جو کبھی شریعت و طریقت کا سنگم ہوا کرتی تھی، خانوادۂ قلندریہ میں فکر و فن اور تصوف و معرفت کی بڑی بڑی شخصیتوں کا ظہور ہوا جنہوں نے اپنے دور میں تزکیۂ نفس، تعلق باللہ اور اصلاح عقیدہ و عمل کی شمع فروزاں رکھی، اسی خانقاہ کے بزرگوں کی کوششوں سے قصبہ کاکوری، مرکز رافضیت لکھنؤ سے چند میل کے فاصلے پر ہونے کے باوجود تشیع اور رفض کی وبا سے محفوظ رہا۔ مگر زمانے کی ستم ظریفی کہ جو خانقاہ ایک زمانہ تک گمراہیت اور فکری بے روی کے خلاف اپنی خدمات پیش کرتی رہی بیسویں صدی کے اوائل میں اسی خانقاہ سے رافضی نظریات کا چشمہ ابلنے لگا اور خانوادۂ قلندریہ ہی کے ایک فرد مولانا شاہ علی حیدر صاحب کی فکری بے راہ روی کی بدولت جس خانقاہ سے حق و ہدایت کی روشنی پھیل رہی تھی، اچانک اسی خانقاہ میں رافضیت کی صورت میں گمراہیت کے مہیب اندھیرے چھا گئے اور خانقاہ کاظمیہ اپنے تمام تر علمی اور روحانی روایتوں کے باوجود اہل سنت سے کٹ کر علاحدہ ہوگئی۔

یہ حادثہ ماضی کا ہے، مگر بات اگر موجودہ حالات کی کی جائے تو فتنۂ رافضیت کے حوالے سے ملک کے حالات جن حقائق کی چغلی کھا رہے ہیں وہ انتہائی تشویش ناک ہیں جس

کے تناظر میں پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کئی دہائی سے دبا ہوا یہ فتنہ اب ہماری بستیوں میں آگ لگانے کے لیے پوری قوت کے ساتھ تیار ہے ،اوراب دوبارہ رافضیت نے دبے پاؤں ہماری خانقاہوں کا بھی رخ کر لیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ ہماری سوچ سے زیادہ خطرناک موڑ اختیار کرتا جا رہا ہے۔سوشل میڈیا پر صحابۂ کرام اور خاص طور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا اور خود کو سنی کہنے والوں کی زبان سے صحابہ کی شان میں جو گستاخیاں پھیلائی گئیں اس کے نتیجہ میں نوجوان نسل زبردست ذہنی انتشار کا شکار ہوئی جسے دیکھنے کے بعد شدت سے احساس ہوا کہ اگر وقت پر اس فتنے کے سدباب کی خاطر خواہ تدبیر نہیں کی گئی اور جماعتی سطح پر اس گمراہیت کے خلاف منظم اور مضبوط لائحہ عمل تیار نہیں کیا گیا تو ہماری نسل کی بڑی تعداد اس فتنے کی زد میں آکر گمراہیت کی طرف جا سکتی ہے جس کے لیے ہم مشترکہ ذمہ دار اور جواب دہ ہوں گے۔

خانقاہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف روز اول سے ہر محاذ پر گمراہیت سے نبرد آزما ہے، بانیٔ خانقاہ حافظ بخاری ،صدر مجلس علمائے اہل سنت حضرت علامہ سید عبد الصمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل سے عبارت تھی، آپ نے اپنے دور میں اٹھنے والے ہر فتنے کا پورے علمی جاہ وجلال کے ساتھ رد فرمایا، خواہ وہ ”فتنۂ شش مثل“ ہو یا ”منکرین میلاد کا مسئلہ“، ”اہل ندوہ کی گمراہیت“ ہو یا ”وہابیوں کی دسیسہ کاریاں“، آپ پوری زندگی ہر فتنے کے خلاف سینہ سپر رہے۔ جہاں خانقاہ صمدیہ نے دیگر فتنوں کے خلاف حق کی آواز بلند کی وہیں شیعیت اور رافضیت کے حوالے سے بھی خانقاہ کی خدمات نمایاں اور تاریخی ہیں۔ حضرت حافظ بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ شیعہ کی تردید میں لکھی گئی کتاب ”ارغام الشیاطین“ مجتہدین ایران کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر چکی ہے اور آپ کے بعد آپ کے جانشین رئیس الفقہا، امام الاتقیا حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر نظر کتاب ”بوارق العذاب“ رافضیت کی تردید میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے، جسے ہند و پاک کے علما میں انتہائی مقبولیت

کی نظر سے دیکھا گیا۔

زیر نظر کتاب ''بوارق العذاب'' کا تصنیفی پس منظر خانوادۂ کاظمیہ کاکوری کے بعض افراد کے اندر رافضیت کی فکر اور صحابۂ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گستاخی کے جذبات کا پیدا ہو جانا ہے، اس وقت حضرت مصباح ملت نے بلا لومۃ لائم سنی خانقاہ کے ان افراد کا زبردست علمی تعاقب کیا اور خانقاہی تقدس کے پس پردہ پنپنے والی گمراہیت کو طشت از بام کر کے ہزاروں لوگوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائی، اور آج جب کہ پھر حالات کا رخ اسی سمت کو ہے اور خانقاہوں کے بعض جاہل، مذہبی تاریخ سے ناآشنا اور غیر ذمہ دار افراد رافضیت کی بولی بول رہے ہیں، ایسے وقت میں خانقاہ صمدیہ نے اپنے اسلاف کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے زیر نظر کتاب کی جدید اشاعت کا منصوبہ بنایا جس کا محرک صرف وہ احساس ذمہ داری ہے جو حالات کے نتیجہ میں خانقاہ صمدیہ محسوس کرتی ہے۔

ہم یہاں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اہل سنت کے مسلک اور اجماعی موقف سے یک سر مو انحراف نہ کل برداشت تھا اور نہ آج برداشت ہے۔ حضرت مولا علی کی محبت میں انہیں خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دینا، یا صحابۂ کرام کے آپسی مشاجرات کو بنیاد بنا کر ان پر زبان طعن دراز کرنا اور خاص طور سے حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں گستاخی کرنا، یا اس کے برعکس اہل بیت کے تئیں دل میں کینہ رکھنا رافضیت، ناصبیت، اور خارجیت کہلاتا ہے اور اہل سنت ان تینوں فتنوں سے بری اور بے زار ہیں۔ اور جو لوگ اس قسم کے نظریات رکھتے ہیں ان کا تعلق چاہے جس خانقاہ یا درگاہ سے ہو وہ مسلک اہل سنت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

عوام اہل سنت تک ہم یہ پیغام بھی پہچانا چاہتے ہیں کہ اس وقت قدیم و جدید فتنے تیزی سے پھیل رہے ہیں، جن کا مقصد ایمان و عقیدے میں خرابی پیدا کرنا ہے، لہٰذا عوام اہل سنت کو چاہیے کہ ایسے حالات میں وہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے مسلک کو پیش نظر رکھیں، ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رہیں، اور علمائے اہل سنت اور معتبر سنی خانقاہوں سے وابستہ رہیں۔

یہ وقت سلسلہ اور خانقاہ یا نعروں کے نام پر لڑنے کا نہیں ہے، ہر سنی خانقاہ، عالم اور شیخ کے تئیں احترام کے جذبات کو جگہ دیں، اہل سنت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی کوشش کریں، آپس میں لڑنے کا مزاج ختم کریں اور اپنے اندر مثبت فکر پیدا کریں۔

اخیر میں ہم دعا کرتے مولانا عابد چشتی سلمہ کے حق میں جنہوں نے شب و روز کی محنت اور عرق ریزی سے کتاب کی ترتیب جدید، حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ ساتھ ایک علمی اور تحقیقی مقدمہ تحریر کر کے کتاب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ تقریبًا نو دہائی کے بعد کتاب کی جدید اشاعت پر کام کے لیے قرعۂ فال مولانا موصوف کے نام نکلنا ان کی سعادت مندی اور بزرگان آستانہ کے خصوصی فیضان کا نتیجہ ہے۔

اس سے پہلے بھی موصوف، حضرت مصباح ملت کی دو تاریخی کتاب ''ناسور وہابیت'' اور ''حقائق قرآن'' کی ترتیب و تقدیم کا کام بحسن و خوبی انجام دے چکے ہیں۔ موصوف کی تحقیقی ذہنیت اور کام کا جذبہ دیکھ کر امید کرتا ہوں کہ وہ آستانہ عالیہ کے علمی ذخیرے پر یوں ہی اپنا کام جاری رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور انہیں اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ دین و سنیت کی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اہل سنت کو ہر گمراہی سے بچائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

سید مظہر چشتی

آستانہ صمدیہ پھپھوند شریف

تقدیم

پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"اے علی! تمھاری حالت حضرت عیسیٰ کی طرح ہے، یہودیوں نے ان سے اس قدر عداوت کا اظہار کیا کہ ان کی والدہ حضرت مریم پر ہی تہمت لگا بیٹھے اور نصرانی ان سے محبت کرنے میں اس قدر غلو میں مبتلا ہوئے کہ انہیں خدا یا خدا کا بیٹا مان لیا۔" (۱)

نبی کریم ﷺ کے اس دنیاے فانی سے تشریف لے جانے کے بعد زمانے نے حرف بحرف آپ کی اس معجزاتی پیشین گوئی کے ظہور کا اپنی کھلی نگاہوں سے مشاہدہ کیا، کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے محبت اور عداوت کے سلسلہ میں دو گروہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے گمراہیت کے مہیب اندھیروں میں بھٹک گئے جنہیں تاریخ نے اپنے حافظے میں "خارجی" اور "رافضی" کے نام سے محفوظ کر لیا۔

مذہبی تاریخ کا سرسری مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جب بلوائیوں کی شورش اور مروانی سازش اور سیاست کے نتیجہ میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی روز کی بھوک اور پیاس کی شدت کے ساتھ شہید کر دیا گیا، اور ان کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم مسند آرائے خلافت ہوئے تو آپ سے خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ شروع ہو گیا، قصاص کا مطالبہ

(۱) مشکوٰۃ شریف، باب مناقب علی بن اَبی طالب، الفصل الثالث، ص:۵۶۵، مجلس برکات ۲۰۰۶ء

کرنے والوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش پیش اور سب سے زیادہ سرگرم تھے، مگر حالات ایسے نہیں تھے کہ خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی قاتلین عثمان کا سراغ لگا کرانہیں قصاص کے مرحلے سے گزارا جاسکے، جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے قصاص کے سلسلہ میں تاخیر ہورہی تھی، اور اسی تاخیر کو بنیاد بنا کر کچھ شرپسند عناصر کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان تمام لوگوں کے درمیان شکوک و شبہات کو ہوا دینے کا موقع ہاتھ آگیا جو خون عثمان کا قصاص طلب کرنے میں حضرت امیر معاویہ کی آواز میں آواز ملا رہے تھے، اور پھر فتنہ پروروں کی طرف سے پیدا کیے گئے ان شبہات کی تان کھچتے کھچتے "جنگ جمل" اور "جنگ صفین" جیسے خوں ریز معرکوں اور خانہ جنگی پر جا کر ٹوٹی جس کے نتیجے میں نظریاتی سطح پر اہل سنت و جماعت سے کٹ کر بہت سے فرقے وجود میں آگئے، جناب مصطفےٰ حسن کاکوروی لکھتے ہیں:

> "در حقیقت ان حالات پر نظر کر کے چار قسم کے خیالات کے لوگ پیدا ہوئے، ایک فرقہ وہ ہے جو تمام الزام حضرت علی پر رکھتا ہے، اس کو "نواصب" کہتے ہیں، ایک فرقہ وہ ہے جس کے تمام تر اعتراضات حضرت معاویہ پر ہیں وہ فرقہ "روافض" ہے، تیسرا وہ ہے جو دونوں کو برا کہتا ہے وہ فرقہ "خوارج" کا ہے، چوتھا فرقہ "ما انا علیہ و اصحابی" اہل سنت و جماعت کا ہے جو دونوں کو اچھا کہتا ہے"(۱)

اسلام کی تاریخ میں پیدا ہونے والے ان گروہوں کی وجہ سے جہاں مسلمانوں کو دیگر بہت سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، وہیں ان گمراہ فرقوں کے وجود میں آنے کی وجہ سے عالم اسلام کا سب سے بڑا نقصان ملت اسلامیہ کے انتشار اور نظریاتی افتراق کی صورت میں ظاہر ہوا، جس کی وجہ سے ابتدائی دور میں تو اسلامی اتحاد زبردست انداز میں متأثر ہوا ہی تقریباً چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی ان جماعتوں کے منحوس اثرات مسلمانوں کی ملی شیرازہ بندی

(۱) سبل السلام، ص:۱۵۱

میں سدّ راہ بنے ہوئے ہیں۔

مذکورہ تمام فرقوں میں "فرقۂ رافضی" جسے " غنیۃ الطالبین" میں شیعہ فرقے کا دوسرا نام قرار دیا گیا ہے، کا دائرہ عالم اسلام میں بہت تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا گیا، اور ہزاروں کی تعداد میں سادہ لوح عوام رافضیت سے متأثر ہو کر ان کے دام تزویر میں پھنس کر جمہور اہل سنت کے عقیدۂ حقہ سے بھٹک کر گمراہیت میں مبتلا ہو گئے۔

اسلام میں رافضی فتنہ کی ترقی اور وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت میں جس شخص نے مرکزی کردار ادا کیا تاریخ اس کا نام " عبداللہ ابن سبا یہودی" بتاتی ہے، جس کی تخریبی ذہنیت اور معاندانہ سازشیں پوری قوت کے ساتھ اس فتنے کو ہوا دینے میں اپنا کام کر رہی تھیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے عالم اسلام کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا لبادہ اوڑھا اور پھر اس محبت کی آڑ میں حضرت علی کے متعلق جمہور اہل سنت سے ہٹ کر عجیب وغریب عقائد گڑھے اور آگے چل کر تمام صحابۂ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں زبان درازی، سب وشتم اور تنقیص کی راہ ہموار کی، اور روافض کے اندر گمراہ عقیدوں اور باطل نظریات اور صحابۂ کرام سے متعلق بدگمانی کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کیا، شاہ عبدالعزیز اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقۂ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل می دادند، وایں فرقہ از ادنائے تلامذہ آں لعین شدند یعنی عبد اللہ ابن سبا" (۱)	ترجمہ: فرقۂ شیعہ تفضیلیہ جو حضرت علی کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتا ہے یہ فرقہ عبداللہ ابن سبا ملعون کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہے۔

اور اب اس یہودی کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت علی کی محبت میں حد درجہ غلو

(۱) سبل السلام، ص:۸۱

اور دیگر صحابۂ عظام بالخصوص حضرت امیر معاویہ کی شان میں گستاخی اور ان کے تعلق سے عداوت کی حد تک بدگمانی یہی فرقۂ رافضیہ کا طرۂ امتیاز اور ان کی شناخت کا حوالہ بن چکا ہے۔

خیر اگر کوئی کھلا رافضی جسے اپنی رافضیت کا برملا اقرار ہو، اپنے مفروضہ عقائد اور نظریات کو بنیاد بنا کر اور حضرت علی کی محبت کا نام لے کر صحابۂ عظام رضی اللہ عنہم کی شان میں نازیبا کلمات کہے، یا ان کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرے جو ان کی شانِ صحابیت کے خلاف ہوں، یا پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے اس کے تناظر میں حضرت امیر معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی پر لعن طعن کرے، اور ان پر خاندان رسالت سے حسد رکھنے اور ان سے بغض و عداوت کا الزام لگائے، تو یہ چنداں تعجب خیز بات نہیں ہے، اس لیے کہ رافضیوں سے اس کے علاوہ اور امید ہی کیا کی جا سکتی ہے، اس بدنصیب فرقے کی تو بنیاد ہی میں عام صحابہ کی گستاخی اور ان کے تئیں بدگمانی کا خمیر شامل ہے۔

مگر ایک ایسا شخص جسے خود کے سنی ہونے کا دعویٰ ہو اور جس کے آباؤ اجداد نے مسلک اہل سنت کی آبیاری کی ہو، اگر اس کی زبان اور قلم سے حضرت علی کی محبت کے نام پر صحابہ کی تنقیص یا بالفاظ دیگر ''رافضی نظریات'' کی بو آئے تو ایسے شخص پر تعجب کے ساتھ ساتھ افسوس کا ہونا بالکل فطری ہے۔

در اصل رافضیوں کی طرف سے صحابۂ عظام کے متعلق پھیلائی گئیں بدگمانیوں سے کچھ سنی ذہن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور بجائے اس کے کہ صحابۂ کرام اور ان کے درمیان ہونے والے اختلافات اور ان اختلافات کے نتیجہ میں رونما ہونے والی جنگوں کے سلسلہ میں جمہور اہل سنت کے موقف پر قائم رہتے، وہ رافضیوں کی من گھڑت، بے بنیاد اور جھوٹ سے بھری ہوئی تاریخی روایات پر غیر مشروط ایمان لے آئے، جس نے آگے چل کر ان کے اندر بھی صحابۂ کرام خاص طور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تنفر اور ان کی شان میں یاوہ گوئی کے جذبات پیدا کر دیے، حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اسی

افسوس ناک صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”فی زمانہ بہت سے سنی کہلانے والے بزرگ بغضِ معاویہ کی بیماری میں گرفتار ہیں، اہل دل حضرات اس حالت پر خون کے آنسو روتے ہیں“ (۱)

سنی کہلانے والے ایسے ہی بزرگوں کی فہرست میں ایک نام آتا ہے جناب ”شاہ علی حیدر علوی صاحب“ کا، جن کا تعلق ”خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری“ ضلع لکھنؤ سے تھا۔

جناب شاہ علی حیدر صاحب نہ صرف یہ کہ خود سنی تھے بلکہ خیر سے وہ ایک قدیم سنی خانقاہ کے سجادہ نشیں بھی تھے، جن کے آباؤ اجداد نے مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دیں، لکھنؤ جو شیعیت اور رافضیت کا مرکز بن چکا تھا اور جہاں سے شیعہ مجتہدین اپنے اسلام مخالف نظریات کو فروغ دینے میں لگے ہوئے تھے، اور لکھنؤ کے گردو نواح میں بڑی حد تک جس کے اثرات محسوس کیے جا رہے تھے، مگر لکھنؤ سے چند میل کی دوری پر واقع قصبہ ”کاکوری“ شیعیت اور رافضیت کے اثرات سے بالکل محفوظ تھا جسے ہم اس خانقاہ کے بزرگوں کی خدمات کا نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔

مگر پتہ نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب اسی خانقاہ کے ایک فرد جناب ” شاہ علی حیدر صاحب “ کا ذہن رافضیت سے متأثر ہوا، اور انہوں نے حضرت علی کی سیرت کا عنوان دے کر ایک کتاب بنام ” احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب “ تصنیف کی، جس میں حضرت علی کی سیرت نگاری کے پردے میں وہی نظریات پوری شد و مد کے ساتھ پیش کیے گئے تھے جن پر ” رافضیت “ کی بنیاد قائم ہے۔

شاہ علی حیدر صاحب کی کتاب ” احسن الانتخاب “ کے منظر عام پر آتے ہی اہل سنت و جماعت کے علما، مشائخ اور ذی علم شخصیات کے درمیان اضطراب و بے چینی کی ایک لہر دوڑ

---

(۱) ”حضرت امیر معاویہ“ از: مفتی احمد یار خاں نعیمی، مکتبہ کلیمی، ناظر باغ، کانپور ۱۳۷۵ھ

گئی، اور جن علما تک یہ کتاب پہنچی یا جو اس کتاب کے مندرجات پر مطلع ہوئے انہیں انتہائی تعجب کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوا، اور" اہل دل زمانے کی اس نے رنگی پر خون کے آنسو رو رہے تھے" کہ آخر ایک قدیم سنی خانقاہ کے قدم رافضیت کی طرف کس طرح بہک گئے؟ جس کے بعد جناب مصطفیٰ احسن کاکوری کو بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑا کہ:

"ہمارے قصبہ کاکوری کے لیے جو چیز مابہ الامتیاز تھی وہ حضرت علامہ (شاہ علی حیدر علوی) کے ذریعہ مٹ گئی، یعنی لکھنؤ جو صوبہ اودھ کا دار السلطنت رہا اور جو شیعیت کا مرکز بن چکا ہو اس کے زیر سایہ قصبہ کاکوری کا ہونا اور "شیعیت ورفض" سے محفوظ رہنا اہل کاکوری کے لیے مابہ الفخر تھا، لیکن علامہ کے سر پر تاج ہے اس سرخ روئی کا کہ انہوں نے سب سے پہلے اس ضلالت کی داغ بیل ڈالی اور اچھی طرح ڈالی" (۱)

"احسن الانتخاب" کے شائع ہونے کے بعد اہل سنت وجماعت کے علما کو جس قدر افسوس ہوا، فرقۂ رافضیت کے یہاں اسی قدر خوشی کے شادیانے بجائے گئے، اور کتاب کی اشاعت کے چند دنوں بعد ہی روافض کی کتابوں میں اپنے مسلک کی حقانیت پر" احسن الانتخاب" سے دلیل دی جانے لگی، اور یہی وہ اثرات تھے جس کی امید اس کتاب سے کی جاسکتی تھی۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم اسی کتاب "احسن الانتخاب" کے چند مباحث کا تجزیاتی مطالعہ نہایت اختصار کے ساتھ اپنے قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں، جس کی روشنی میں ایک منصف مزاج اور غیر جانب دار شخص کے لیے شاہ علی حیدر صاحب کی ذہنیت اور موقف، جو انہوں نے مذکورہ کتاب میں اختیار کیا ہے اور پھر علمائے اہل سنت، خاص طور سے رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس کتاب کی تردید کے درمیان

(۱) سبل السلام، ص:۱۰

حق و باطل کی پہچان میں دشواری نہیں ہوگی۔

احسن الانتخاب۔۔۔۔تجزیاتی مطالعہ کی روشنی میں:

شاہ علی حیدر صاحب اپنی کتاب '' احسن الانتخاب '' کی تصنیف کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

'' حضرت ابی و مولائی قدس سرہ کی خواہش تھی کہ ایک جامع اور مبسوط کتاب جناب امیر کی سیرت میں اگر وقت مساعدت دے تو لکھی جائے ، اس خواہش کا علم مجھے اپنے ولی نعمت اخی و استاذی مد ظلہ سے ہوا، اس وقت سے مجھے یہ تمنا پیدا ہوئی کہ پروردگار عالم اپنی رحمت بے سبب سے مجھے ایک ایسی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جو حضرت علی مرتضیٰ کی سیرت و حالات، فضائل و کمالات، خصائل و عادات ،خصائص و کرامات ، مناقب و مرویات ، کلمات و ارشادات کی جامع اور ازواج و اولاد آنحضرت کے حالات سے بھی تہی دامن نہ ہو''۔ (۱)

اگرچہ یہ تمنا شاہ علی حیدر صاحب کے دل میں بار بار انگڑائی لے رہی تھی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر کوئی مبسوط کتاب تحریر کریں مگر بقول ان کے ، اپنی استعداد اور علمی قابلیت کے پیش نظر انہیں اس کام کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اتنے عظیم اور حساس موضوع پر کچھ خامہ فرسائی کی جرأت کریں، مگر آگے چل کر کچھ ایسی چیزوں کا ظہور ان کی زندگی میں ہوا جس نے ان کی ہمت اور عزم و حوصلہ کو زبردست انداز میں مہمیز کیا، انہیں کی زبانی آگے کے حالات ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''اس اثنا میں پہلے حضرت عثمان کی زیارت کا شرف حاصل

(۱) احسن الانتخاب، از: شاہ علی حیدر علوی، ص:۵، کتب خانہ انوریہ کاکوری ۲۰۰۰/۱۴۲۱

ہوا اور دوسری مرتبہ حضرات عشرۂ مبشرہ و حضرت عائشہ کی زیارت نصیب ہوئی اور تیسری بار جب مجھے جناب امیر کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو مجھے کچھ ایسی تقویت پہنچی کہ خود بخود میرے قلب میں یہ بات مستقل طور پر جاں گزیں ہو گئی کہ اب بسم اللہ کر کے سیرت مذکورۃ الصدر کی ابتدا کر دینا چاہیے"۔ (۱)

ان خوابوں کو نیک شگون مان کر جناب شاہ علی حیدر صاحب نے حضرت علی کی سیرت اور سوانح پر چھ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب لکھنے کا عزم مصمم کر لیا، اور پھر چھ جلدوں پر مشتمل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا جو خاکہ ان کے ذہن میں تھا اس کی پہلی جلد " احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب" کے نام سے منظر عام پر آئی۔

کتاب منظر عام پر آتے ہی اپنے غیر مانوس مضامین، رافضیت سے متأثر نظریات اور صحابۂ کرام سے متعلق نازیبا کلمات کے استعمال کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کے علما اور مشائخ کے درمیان موضوع سخن بن گئی، علمائے اہل سنت نے کتاب کا سخت نوٹس لیا اور کتاب کے غیر صالح اثرات سے عوام کو بچانے کے لیے کتاب کا بھرپور علمی تعاقب کیا، جس کے نتیجہ میں موافقت و مخالفت کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔

در اصل " احسن الانتخاب" کے ابتدائی صفحات ہی سے ایسی باتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جن کا دور دور تک حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں، بلکہ ان کے بین السطور سے کسی "غیر کی ذہنیت" کا عکس صاف دکھائی پڑتا ہے، مثلاً:

یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت کے تمام تر مستند اور قابل اعتماد علما کی تصانیف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں ملتا ہے، ان کی تصانیف میں مولائے کائنات کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی یا تنقیص کا تصور تک نہیں

(۱) بحوالہ سابق، ص:۶

کیا جا سکتا ہے، مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ شاہ علی حیدر صاحب نے اپنی کتاب کے ابتدائی سطور میں ہی کھلے لفظوں میں اہل سنت و جماعت پر یہ سنگین الزامات عائد کیے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص شان میں مبتلا، اپنے اصل منصب سے دور اور مسلک سے منحرف ہو چکے ہیں ، احسن الانتخاب کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"اسی سلسلہ میں مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل تشیع اور اہل تسنن کے مناظروں کی کتابوں اور کتب تواریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے، کہ جس سے یہ پتہ لگے کہ کس افراط و تفریط نے امت محمدیہ میں یہ تفریق پیدا کر دی ہے، جس کی بنا پر شیعہ اکابر صحابہ پر طعن کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت اپنے اصل مسلک سے ہٹ کر جناب امیر علیہ السلام کے نام اور حالات پر چہ میگوئیاں کرنے لگتے ہیں"

اور آگے لکھتے ہیں:

"شیعہ ولا کی آڑ پکڑ کر اپنی تشیع کے اظہار میں افراط کرتے ہیں اور اکثر صحابۂ کرام کو خواہ مخواہ برا کہتے ہیں، جس طرح خوارج جناب امیر علیہ السلام کو خواہ مخواہ برا کہتے تھے، شیعوں کا یہ مسلک صرف خوارج کی ضد پر نفسانیت سے تھا، ان سے اہل سنت و جماعت نے مناظرے کیے تو مناظرہ کے شغف میں اپنے اصل فرض سے ہٹ کر شیعوں کی ضد پر جناب امیر علیہ السلام کی تنقیص کی جرأت کرنے لگے.................فی زمانہ اہل سنت نے اسی گروہ کی ضد پر جناب امیر کی تنقیص سے اپنی زبان خراب کر رکھی ہے"۔ (۱)

اہل سنت و جماعت پر اس قدر اوچھے اور بے بنیاد الزامات لگانے کے بعد شاہ علی

(۱) بحوالہ سابق، ص:۴/۵

حیدر صاحب، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یوں تو تمام صحابہ کو افضل ترین خلق بعد الانبیا اور ان میں عشرۂ مبشرہ کو بہترین صحابہ اور ان میں خلفاے اربعہ کو بہترین عشرہ سمجھتا ہوں، مگر ان میں جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو من حیث جامعیت فضائل دینی و دنیوی، علمی و ظاہری و باطنی و مجازی و حقیقی منفرد الذات اور سب سے بہتر سمجھتا رہا" (۱)

یعنی حضرت علی تمام صحابہ میں سب سے افضل اور بہتر ہیں، اور رہا جمہور علماے اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ خلفاے اربعہ کے درمیان فضیلت کی ترتیب، ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے تو شاہ علی حیدر صاحب اس عقیدہ کو ایک سیاسی مصلحت کے تحت اٹھایا ہوا قدم قرار دیتے ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس عقیدے کی بنیاد دلائل اور شواہد کے بجاے حالات کے دباؤ اور وقت کے جبری مطالبوں پر تھی، شاہ صاحب سیرت علویہ کی دوسری جلد "نفائس المننن" میں تحریر کرتے ہیں:

"جمہور کا یہ عقیدہ کہ ترتیب فضیلت بحیثیت ترتیب خلافت ہے، غالباً عوام اور جہلا کو فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رکھنے کے لیے ہے، جن کو یہ معلوم کر کے کہ حضرت علی خلفاے ثلاثہ سے افضل ہیں، خلفاے ثلاثہ سے بد عقیدگی پیدا ہو جاتی اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت ابو بکر افضل ہیں ان کی خلافت پر اطمینان ہو جاتا، ورنہ افضل نہ ہونے کی حالت میں وہ ان کو کسی طرح مستحق خلافت ہی نہ سمجھتے" (۲)

---

(۱) بحوالہ سابق، ص:۴

(۲) نفائس المنن، از: شاہ علی حیدر علوی، ص:۱۹/۲۰، مدینہ پریس بجنور، ۱۹۳۴ء

شاہ علی حیدر صاحب کے مذکورہ موقف پر ہم اپنی طرف سے کچھ لب کشائی کرنے کے بجائے شاہ صاحب کے والد محترم شاہ علی انور کاکوروی کی کتاب "شہادت نامہ" کا یہ حصہ قارئین کی نذر کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

"اور جماعت صحابہ کی اکثر نظر کمالات نبوت پر تھی، کمالات ولایت مقابل کمالات نبوت کے چنداں اعتبار نہیں رکھتے، اس واسطے تمام صحابہ حتیٰ کہ خود جناب امیر افضلیت شیخین کے قائل ہوئے اور اس پر اجماع ہو گیا، اور اوروں نے متابعت اسی اجماع کی کی، پس افضلیت خلفاے ثلاثہ کی جناب امیر پر اور افضلیت جناب امیر کی تمام صحابہ پر بعد خلفاے ثلاثہ کے ثابت ہوئی۔" (۱)

مگر رافضی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، ان کا عقیدہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ حضرت علی تمام صحابہ سے افضل و بہتر ہیں، غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرقۂ رافضیت کے متفقہ اور بنیادی عقائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و من ذلك تفضيلهم علياً على جميع الصحابة". (۲)

ترجمہ: رافضیوں کے متفقہ عقائد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں۔

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شاہ علی انور کاکوروی کی مذکورہ تصریحات اور شاہ علی حیدر صاحب کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مندرجہ بالا نظریات دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگانا بہت زیادہ

(۱) شہادت نامہ، از: شاہ علی انور صاحب، ص:۱۳، بحوالہ سبل السلام، ص:۸۳

(۲) الغنیۃ، ص ۸۷، الجزء الاول، فصل: ان الرافضة ثلاثة اصناف: وتجار الکتب، جاملی محلہ، ممبئی

مشکل نہیں رہ جاتا ہے کہ شاہ صاحب کا ذہنی رجحان کس طرف تھا۔

احسن الانتخاب کا وہ باب جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے دور خلافت میں پیدا ہونے والے حالات، خاص طور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہونے والے معاملات پر گفتگو کی گئی ہے، شاہ صاحب کی ذہنیت اور ان کے موقف کو سمجھنے کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، جہاں شاہ علی حیدر صاحب نے اپنے ''رافضیت زدہ''مطمح نظر کو پورے شد و مد کے ساتھ نتائج کی پرواہ کیے بغیر پیش کیا ہے، چنانچہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان جو اختلافات ہوئے اس سلسلہ میں علمائے اہل سنت کا مطمح نظر یہ ہے کہ حق حضرت علی کے ساتھ تھا، اور حضرت امیر معاویہ سے ''اجتہادی خطا'' کا ارتکاب ہوا، علمائے اہل سنت کا یہ نظریہ افراط و تفریط سے پاک، کامل حزم و احتیاط اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اختیار کردہ ہے، جس سے انحراف حق سے انحراف کے مترادف ہے، علمائے اہل سنت کے اسی نظریہ اور موقف کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ تاج الفحول عبدالقادر بدایونی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رکنا، اہل سنت سے خارج ہونا ہے، اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت امیر فرماتے ہیں: ''اخوا اننا بغوا علینا'' (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے............ جمہور محققین، حضرات صوفیہ، محدثین، فقہا اور متکلّمین کا مذہب مختار یہی ہے، اور اس کا انکار کھلی گمرہی''۔ (۱)

(۱) اختلاف علی و معاویہ، از: مولانا عبدالقادر بدایونی، ص: ۱۲/۱۳، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۱۹۹۸ء

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی صحابۂ کرام کے مابین ہونے والے اختلافات پر اہل سنت وجماعت کے متفقہ موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اتفق اھل السنة علی وجوب الکف فیما شجر بینھم والامساك عن مساو یھم و اظھار فضلھم وتسلیم امرھم الیٰ اللہ عزو جل علیٰ ما کان ". (۱)

ترجمہ: اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابۂ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان کے تسامحات سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے، اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات، جیسے بھی تھے، اللہ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

مگر شاہ علی حیدر صاحب نے خاموشی اختیار کرنے اوران تمام معاملات کو بارگاہ خداوندی کے سپرد کرنے کے بجائے خود ہی ان معاملات پر محاکمہ شروع کردیا، اور حضرت امیر معاویہ کے سلسلہ میں پورے طمطمہ کے ساتھ وہی باتیں ثابت کرنے میں اپنی تحقیقی توانائیاں صرف کرڈالیں جنہیں روافض اپنے اہم عقیدوں میں شمار کرتے چلے آرہے ہیں، چنانچہ:

شاہ صاحب کا ماننا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دنیا دار اور حکومت کے خواہش مند انسان تھے اور ان کی خود غرضی اور دنیا سے لالچ اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے تھے، لکھتے ہیں:

"معاویہ پکے دنیادار تھے اور ان کا مطمح نظر صرف دنیاوی حکومت تھا اور اس غرض سے انہوں نے کوئی کوتاہی کسی معیوب سے معیوب فعل کے کرنے میں نہیں کی۔"

---

(۱) الغنیة ، ص: ۷۹ ، الجزء الاول ، فصل : و یعتقد اھل السنة ان امة محمد صلی اللہ علیہ و سلم خیر الامم اجمعین۔

اور اپنے اسی عقیدے کی روشنی میں شاہ صاحب علمائے اہل سنت کی تصریحات کے خلاف جنگ صفین کے سلسلہ میں یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

"واقعات بدیہی ثبوت اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ جنگ صفین کی تہ میں صرف خواہش حکومت مخفی تھی، اور اس قدر خون محض حکومت حاصل کرنے کی خواہش میں کرایا تھا۔"

شاہ صاحب کا اشہب قلم صرف اسی پر بس نہیں کرتا، بلکہ اور آگے چل کر وہ اس بات پر بھی پورا زور صرف کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے اختلاف کا سرچشمہ دنیا طلبی کے ساتھ ساتھ حضرت علی کے ہاتھوں قبل اسلام مارے گئے اپنے خاندان کے افراد کا انتقام بھی ہے، لکھتے ہیں:

"جو واقعات کہ جناب امیر کی خلافت میں پیش آئے اس میں معاویہ کی خواہش حکومت میں جذبۂ انتقام بھی پنہاں تھا۔"

شاہ صاحب نے اپنی کتاب کے دسیوں صفحات صرف اسی بات کو ثابت کرنے میں سیاہ کیے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے اختلافات کسی غلط فہمی یا "اجتہادی خطا" کا نتیجہ نہیں تھے، جیسا کہ چودہ سو سال سے اہل سنت وجماعت کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں بلکہ:

"درحقیقت ان کو جناب امیر اور خاندان رسالت سے بغض تھا ــــــ ان وجہوں سے ضروری تھا کہ جس طرح آں حضرت کو ابو سفیان نے تکلیفیں پہنچائیں اس طرح ان کے بیٹے معاویہ آں حضرت کے محبوب خاص و ولد نبوی جناب امیر کو بھی تکلیفیں پہنچائیں، اور "الولد سرّ لأبيه" کا مصداق بنیں"۔ (۱)

(۱) دیکھیں: احسن الانتخاب، ص: ۲۷۷، ۳۴۹، ۳۶۱، ۳۶۹۔

علمائے اہل سنت کی تمام معتبر کتابوں میں حضرت امیر معاویہ اور وہ تمام صحابۂ کرام جو امیر معاویہ کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بر سر پیکار تھے، ان کے اس فعل کو ”اجتہادی غلطی“ پر محمول کیا گیا ہے، اور چوں کہ حضرت امیر معاویہ کو مجتہد اور ان کے اختلافات کو مبنی بر اجتہاد ماننے کی صورت میں ان کے خلاف کسی قسم کی نازیبا لب کشائی کے تمام راستے خود بخود مسدود ہو جاتے ہیں، اور شاہ صاحب کو بھی اتنا علم تو تھا ہی کہ کسی بھی مجتہد کی خطاے اجتہادی پر نہ گرفت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس پر غیر مناسب تبصرہ، اس لیے شاہ صاحب نے سرے سے اس بات کو ہی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ حضرت معاویہ مجتہد تھے بلکہ ان کا ماننا یہ تھا کہ :

”معاویہ کو مجتہد ماننے کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں، ان کے اجتہاد کا دعویٰ کرنا ویسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا ابن ملجم اشقی الآخرین کو قتل جناب امیر میں مجتہد قرار دینا“

شاہ علی حیدر صاحب اپنے مذکورہ موقف پر بزعم خویش نا قابل تردید دلائل پیش کرنے کے بعد ان لوگوں پر جو حضرت امیر معاویہ کے اختلافات کو ”خطاے اجتہادی“ کہتے ہیں، غصہ اور طنز کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”باوجود اس کے، جاں نثاران معاویہ اور دشمنان جناب امیر اپنے لغویات پر اڑے رہے، اب تک بہت سے حضرات بوجہ ”حب معاویہ“ و ”بغض جناب امیر“ اس خطا میں معاویہ کو مجتہد مانتے چلے آ رہے ہیں“۔ (۱)

شاہ صاحب کے اس اقتباس نے ان تمام علما کو بیک لخت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمنوں اور ان سے بغض رکھنے والوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے جو حضرت امیر معاویہ

(۱) بحوالہ سابق، ص:۴۶۷، ۳۵۶

کے اختلاف اور ان کے جنگی اقدامات کو" خطاے اجتہادی" سے تعبیر کرتے ہیں۔اب شاہ علی حیدر صاحب کے مذکورہ بیان کے تناظر میں اہل سنت و جماعت کے مندرجہ ذیل علما اور محققین کے ارشادات ملاحظہ کریں جو بقول شاہ صاحب "بغض علی" کے ہاتھوں مجبور ہو کر حضرت امیر معاویہ کو مجتہد ماننے اور ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی اپنی کتاب" الاسالیب البدیعہ" میں احیاء العلوم سے امام غزالی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ما جری بین معاویة و علی رضی اللہ عنهما كان مبنيا على الاجتهاد ، لا منازعة من معاوية فی الامامة" (۱)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو کچھ ہوا وہ مبنی بر اجتہاد تھا، حضرت معاویہ کی طرف سے امامت و خلافت کے سلسلہ میں کوئی جھگڑا نہیں تھا۔

علامہ عبد العزیز بن احمد بن حامد فرہاروی صاحب "نبراس" حضرت امیر معاویہ کے مجتہد ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان الفقهاء يعتمدون علیٰ اجتهاده و يذكرون مذهبه كسائر الصحابة كقولهم: ذهب معاذ بن جبل و معاوية و سعيد بن مسيب الیٰ ان المسلم

ترجمہ: فقہاے کرام ان کے اجتہاد پر اعتماد کرتے ہیں اور دیگر صحابہ کی طرح ان کا مذہب ذکر کرتے ہیں مثلاً فقہاے کرام کا فرمانا کہ: معاذ بن جبل، معاویہ اور سعید بن مسیب کا مذہب یہ ہے

(۱) الاساليب البديعه فی فضل الصحابة و اقناع الشيعة ،ص: ٤٦٢، مكتبه ايشيق ،استنبول ، تركی ،١٩٨٠ء

یرث الکافر". (۱) کہ مسلم کافر کا وارث ہوگا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی اہل سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلم ان معاویة فی مذهبنا معاشر اهل السنة کسائر الصحابة الذین خرجوا علیٰ علیّ رضی الله عنه وعنهم، کانوا مجتهدین فیما فعلوه من ذلك". (۲)

ترجمہ: جان لو کہ ہم جماعت اہل سنت کے مذہب میں حضرت معاویہ کا معاملہ ان تمام صحابہ کی طرح ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وعنہم پر خروج کیا، وہ اپنے اقدام میں مجتہد تھے۔

تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی شرح مسلم سے امام نووی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اہل سنت والحق کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال وقتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے."

اور ایک جگہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

" ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور " خطاے اجتہادی " سے زیادہ کچھ نہیں کہتے "۔ (۳)

(۱) الناهیة عن طعن امیر المومنین معاویة، ص:۲۶، مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی، ۱۹۸۰ء

(۲) الاسالیب البدیعه، ص:۵۲۶

(۳) اختلاف علی و معاویه، ص:۲۰/۳۴

امام غزالی، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ عبد العزیز فرہاروی، امام نووی، علامہ عبد القادر بدایونی اور وہ تمام علما جن کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے ان حضرات نے حضرت امیر معاویہ کے اجتہاد کا موقف اپنایا، اور اسی کو امت کے حق میں ہر جہت سے بہتر سمجھا، کیا واقعی ان تمام حضرات کو حضرت علی کے ساتھ بغض کا آزار ستا رہا تھا؟، کیا یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ یہ تمام علما حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھتے تھے، جس کے نتیجے میں انہوں نے حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے دانستہ طور پر حضرت امیر معاویہ کے اجتہاد کو ثابت کرنے کی کوشش کی؟؟ اگر ایسا نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے تو پھر:

ع آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جو بھی اقدامات کیے گئے وہ سب اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھے جو آپ سے سرزد ہوئی، اس کے پیچھے کسی قسم کے غلط جذبات، حسد، بغض یا نفسانی خواہشات کا دخل نہیں تھا، دوران جنگ پیش آنے والے بہت سے واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے، علامہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

”خلاف و نزاع کہ درمیان اصحاب واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست، در صحبت خیر البشر نفوس ایشاں بتزکیہ رسیدہ بودند و از آزارگی آزاد گشتہ“۔ (۱)	ترجمہ: جو جھگڑے اور لڑائیاں صحابۂ کرام میں ہوئیں وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھیں کیوں کہ صحابہ کے نفوس حضور کی صحبت کی برکت سے پاک ہو چکے تھے اور ستانے سے آزاد۔

اور جن تاریخی روایات میں اس طرح کے اشارے ملتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھ موجود صحابہ کا حضرت علی کی مخالفت کرنا خاندان رسالت سے بغض و کینہ یا نفسانی خواہشات کی تکمیل کا نتیجہ تھا، تو ان کے متعلق علامہ احمد یار خاں نعیمی اہل سنت و

(۱) مکتوبات، ج: اول، مکتوب پنجاہ و چہارم، بحوالہ ”حضرت امیر معاویہ“، ص: ۹۲

جماعت کا دوٹوک فیصلہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو تاریخ، جو روایت یہ بتائے کہ ان حضرات کے دلوں میں ایک دوسرے کا حسد تھا، یا ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، یا ان کے سینے، کینے سے بھرے ہوئے تھے، وہ تاریخ جھوٹی ہے، وہ روایت غلط ہے اور وہ راوی غلط گو ہے“۔(۱)

مگر اہل سنت کے اس موقف کے بر خلاف شاہ علی حیدر صاحب پوری کتاب میں یہی ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

”درحقیقت ان کو جناب امیر اور خاندان رسالت سے بغض تھا — جنگ صفین کی تہ میں صرف خواہش حکومت مخفی تھی، اور اس قدر خون محض حکومت حاصل کرنے کی خواہش میں کرایا تھا۔“

یعنی حضرت معاویہ کے اختلاف کی بنیاد وہ نہیں تھی جسے چودہ سو سال سے لے کر اب تک اہل سنت کے تمام علما اور ائمہ دین لکھتے اور بتاتے چلے آرہے ہیں بلکہ اس کے پیچھے حضرت امیر معاویہ کے دل میں پلنے والا بغض اور حسد اپنا کام کر رہا تھا، اور ان کی نفسانی خواہشات نے انہیں جنگ و جدال پر ابھارا تھا۔

شاہ علی حیدر صاحب اپنی تحقیقات کی رو میں اس قدر آگے نکل گئے کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ جس خانقاہ کاظمیہ کے بزرگوں کی نسبت ان کے لیے سرمایۂ افتخار تھی، ان کا موقف خود ان بزرگوں کے اختیار کردہ موقف سے متصادم تھا جو یہ لکھ کر چلے گئے کہ:

”منازعات و مشاجرات کہ در صحابہ واقع شدہ بنا بر خطاے	ترجمہ: جو نزاع اور جھگڑے صحابۂ کرام کے درمیان واقع ہوئے وہ

---

(۱) حضرت امیر معاویہ، ص:۱۸۔

اجتہاد است"۔ [۱] خطاے اجتہادی کی بنیاد پر ہوئے۔

شاید "احسن الانتخاب" کی یہی وہ علمی، تحقیقی اور تاریخی گل افشانیاں ہیں جن کو پڑھنے کے بعد ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی (ریڈر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) اپنے انصاف و دیانت اور مصنف کتاب شاہ علی حیدر صاحب سے اپنی بے لوث محبت کا ضرورت سے زیادہ ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "پوری کتاب میں حتی الوسع تحقیق و استناد کا دامن کہیں نہیں چھوٹا، اس کتاب سے حضرت مؤلف کی وسعت مطالعہ، باریک بینی اور حقائق کا صحیح استنباط، مثبت فکر اور علمی و تحقیقی رویہ کا پتہ چلتا ہے۔ راقم سطور کی نظر سے عربی و فارسی اور اردو زبان میں اس موضوع پر اس نوعیت کی ایسی جامع کتاب نہیں گزری"۔ [۲]

خیر، مندرجہ بالا سطور میں ہم نے عرض کیا تھا کہ علماے اہل سنت نے صحابۂ کرام بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہونے والے تنازع کو حضرت امیر معاویہ کی "اجتہادی خطا" کا نتیجہ قرار دیا ہے، چوں کہ شاہ علی حیدر صاحب نے اپنی کتاب میں حضرت امیر معاویہ کے حق میں جو موقف اختیار کیا ہے، حضرت امیر معاویہ کے مجتہد ہونے کا اقرار اس موقف کے لیے ایک رکاوٹ بن سکتا تھا، جسے ماننے کے بعد شاہ صاحب کو خواہی نہ خواہی حضرت امیر معاویہ کے سلسلہ میں اپنی عنان قلم کو قابو میں رکھنا پڑتا، اس لیے شاہ صاحب نے سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ کے مجتہد ہونے کا انکار پورے شد و مد کے ساتھ کیا، اور اس سلسلہ میں وہ اس قدر پر جوش ثابت ہوئے کہ ان تمام علما کو انھوں نے حضرت علی کا دشمن لکھ ڈالا جو شاہ صاحب کے موقف کے برخلاف حضرت امیر معاویہ کو مجتہد اور ان کی خطا

(۱) روض الازہر فی مآثر القلندر، از: شاہ تقی علی قلندر، ص:۳۸۳، مطبع اصح المطابع، لکھنؤ۔
(۲) تعارف، احسن الانتخاب، ص:۹

کو خطاے اجتہادی مانتے آرہے تھے۔

مگر اس معرکے کو سر کرنے کے بعد ایک اور چیز تھی جو شاہ صاحب کے لیے زبردست رکاوٹ بنی ہوئی تھی یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابیِ رسول کے مرتبہ پر فائز ہونا۔

دراصل علماے اہل سنت کی نظر میں تاریخ کے تمام واقعات کے ساتھ ساتھ ''صحابۂ کرام'' سے متعلق رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات بھی تھے مثلاً:

ان اللہ عزو جل اختارنی واختار لی اصحابی فجعلهم انصاری وجعلهم اصهاری و انه سیجیٔ آخر الزمان قوم ینقصونهم الا فلا تواکلوهم، الا فلا تشاربوهم، الا فلا تناکحوهم، الا فلا تصلوا معهم ولا تصلوا علیهم، علیهم حلت اللعنة.(۱)	ترجمہ: بیشک اللہ نے مجھے پسند کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو، پس انہیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا، عنقریب آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی، خبردار! ان کے ساتھ نہ کھانا، ان کے ساتھ نہ پینا، نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا، اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھنا ، ان پر لعنت حلال ہوگئی۔

اس کے علاوہ وہ صریح احادیث جس میں صحابہ کرام کے ذکر کے وقت زبان پر قابو رکھنے کی تاکید کی گئی ہے ''اذا ذکر اصحابی فامسکوا'' جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو ''ایاکم و ما شجر بین اصحابی'' میرے صحابہ کے آپسی اختلافات میں خاموش رہو۔

ان احادیث کی روشنی میں علماے کرام نے صحابۂ کرام کے درمیان اختلافات کے سلسلہ

(۱) الغنیة، ص:۷۹

میں نہ صرف زبان کو محتاط رکھنے بلکہ حتی الامکان ان اختلافات کی تاویل کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ کسی صحابیِ رسول کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی کا پہلو نہ نکالا جا سکے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ میں علمائے کرام کا محتاط زبان اختیار کرنا اور ان کے تمام معاملات میں حسن ظن سے کام لینا جہاں دیگر حقائق اور دلائل کی بنیاد پر تھا، وہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت امیر معاویہ صحابیِ رسول تھے اور صحابیِ رسول ہونا ہی اس بات کے لیے کافی تھا کہ ان کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان ہونے والے اختلافات پر اپنی زبان وقلم کو آلودہ کرنے کے بجائے ان کی بہتر تاویل کرنے کی کوشش کی جائے۔۔۔۔اور:

اذا لم یمکن التاویل وجب رد الروایة و وجب السکوت و ترك الطعن.(۱)	اگر تاویل ممکن نہ ہو تو اس روایت کا رد کردینا، سکوت اختیار کرنا، اور طعن وتشنیع کرنے سے زبان کو محفوظ رکھنا لازم ہے۔

یہی علمائے اہل سنت کا نقطۂ نظر ہے۔

شاہ علی حیدر صاحب کو پوری شدت کے ساتھ اس بات کا احساس تھا کہ حضرت امیر معاویہ کے سلسلہ میں جس طرح کی زبان استعمال کرنے کا وہ ارادہ رکھتے ہیں اسے عملی جامہ پہنانے پر علمائے اہل سنت کی طرف سے سب سے اہم سوال اور اعتراض یہی ہوگا کہ ایک صحابیِ رسول کے لیے اس طرح کے لب ولہجہ کا استعمال کسی جہت سے درست قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، یعنی حضرت امیر معاویہ کی ''صحابیت'' کو لے کر انہیں سخت اعتراضات اور جماعت اہل سنت کی طرف سے سخت رد عمل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے شاہ صاحب کی دور اندیش طبیعت نے یہ تدبیر نکالی

---

(۱) الناھیة عن طعن امیر المومنین معاویه، علامہ عبد العزیز فرہاروی ص: ۳۳، مکتبہ ایشق استنبول، ۱۹۸۰ء

کہ جمہور امت سے ہٹ کر ”صحابی“ کی وہ تعریف پیش کی جس کے دائرے سے حضرت امیر معاویہ خود بخود خارج ہو جاتے ہیں، اور اس کے بعد شاہ صاحب کے لیے راستہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ کو” دنیا پرست“،” نفسانی خواہشات کا پیرو کار“ ،” شرابی“ اور ”پر معاصی“ جیسے القاب سے جی بھر کر نوازیں ۔شاہ صاحب ” صحابی “کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس نے ایک مدت تک آنحضرت کا شرف صحبت بغرض حصول علم و عمل حاصل کیا ہو، وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہو گا“ (۱)

”صحابی“ کی تعریف کے سلسلہ میں شاہ علی حیدر صاحب کے نقطۂ نظر کو مزید واضح کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے صحابی کی وہ تعریف ذکر کر دی جائے جو جمہور علما اور محققین امت نے کی ہے۔امام ابن حجر عسقلانی صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان الصحابی من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المسلمین ،أو رآہ و لو ساعۃ و ھو مومن بہ و مات علیٰ ذلك. (۲)	ترجمہ: صحابی وہ مسلمان ہے جسے نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب ہو، یا پھر ایمان کی حالت میں ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کی زیارت کی ہو اور پھر ایمان پر ہی اس کا انتقال ہوا ہو۔

اور” الاصابۃ “ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان الصحابی من لقِی النبی صلی اللہ علیہ و سلم مؤمناً بہٖ و مات علی	ترجمہ: صحابی اسے کہیں گے جس نے رسول کریم ﷺ سے حالت ایمان میں ملاقات کی ہو اور

(۱) دیکھیں احسن الانتخاب، ص:۳۵۸

(۲) الاسالیب البدیعہ، ص:۴۵۷

الاسلام، فیدخل فیمن لقِیه من طالت مجالسته لهٗ أو قصرت ، ومن روىٰ عنه أو لم یروِ ،و من غزا معه أو لم یغز ، ومن رآه رؤیة و لم یجالسه ، ومن لم یره بعارض کالعمی	اسلام پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو، آپ سے ملاقات کرنے والوں میں اس کا بھی شمار ہے جس کی مجالست آپ کے ساتھ زیادہ رہی ہو اور اس کا بھی جس کو اس کا موقع کم ملا ہو، وہ بھی جو آپ سے روایت کرنے والا ہو اور وہ بھی جس نے آپ سے روایت نہ کی ہو، وہ بھی جس نے آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا ہو اور وہ بھی جس کو اس کا موقع نہ مل سکا ہو، وہ بھی جس نے ایک نظر آپ کو دیکھا ہو اور اسے آپ کی مجالست حاصل نہ ہو سکی ہو اور وہ بھی جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کسی عارض کی وجہ سے مثلاً ”نابینا“ ہونے کے سبب آپ علیہ السلام کا چہرۂ اقدس نہ دیکھ سکا ہو۔

امام ابن حجر عسقلانی ”صحابی“ کی یہ تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰذا التعریف مبنی علىٰ الأصح المختار عند المحققین کالبخاری و	**ترجمہ:** یہ تعریف امام بخاری، اور ان کے شیخ احمد بن حنبل جیسے محققین کے نزدیک، جو اصح اور

شیخه أحمد بن حنبل و من تبعهما.[۱] مختار مذہب ہے، اس پر مبنی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی، امام بخاری، امام احمد بن حنبل جیسے محققین علما اور اپنے وقت کے امام، جن کی تحقیقات پر پوری امت اعتماد کرتی ہے، ان کے مطابق "صحابی" کی صف میں وہ خوش نصیب انسان بھی شامل ہے جس نے صرف ایمان کی حالت میں رسول کریم ﷺ کی زیارت یا آپ سے کچھ دیر ملاقات کرلی ہو، اور صحابی کی اسی تعریف کو امت مسلمہ میں قبول عام حاصل ہے۔ مگر شاہ علی حیدر صاحب نے چوں کہ حضرت امیر معاویہ کو "شرف صحابیت" سے خارج کرنے کا عزم مصمم کر رکھا تھا اس لیے امام بخاری اور امام احمد بن حنبل بلکہ جمہور امت کی اختیار کردہ صحابی کی مذکورہ تعریف کو یکسر مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اگر صحابی کی یہ تعریف مانی جائے کہ جس نے آنحضرت کو دیکھا اور ایمان لایا وہ صحابی ہے تو پھر اس تعریف میں ایسے لوگ بھی آجائیں گے جن کے افعال بیشتر نفسانیت پر مبنی تھے۔"

شاہ صاحب اپنی پیش کردہ تعریف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

> " آنحضرت نے لفظ "أصحابی" سے ایک خاص گروہ مراد لیا ہے جس میں حضرت خالد کی سی شخصیت کا بھی گزر نہ تھا، تو پھر ہم کو دوسری احادیث میں بھی لفظ "اصحابی" اسی محدود معنٰی میں استعمال کرنا ہوگا، اس کے خلاف کوئی تاویل غلط ہوگی۔ "

اور پھر اخیر میں مذکورہ وضاحت کا نتیجہ نکالتے ہوئے پورے طمطمے کے ساتھ تحریر کرتے ہیں:

---

(۱) الاصابة فی تمییز الصحابة ، ص:۱۵۸/۱۵۹، ج:۱، الفصل الاول فی تعریف الصحابی، بیروت ۲۰۰۵ء

”ظاہر ہے کہ جب آنحضرت نے حضرت خالد کو گروہ صحابہ
میں نہیں لیا تو پھر یہ کہنا کہ معاویہ اور ان کے رفقا یا متبعین لفظ ”اصحابی“
میں آسکتے ہیں صریح زیادتی ہے۔“ (۱)

اور اس صریح زیادتی کا ارتکاب علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بخاری اور امام احمد بن حنبل اور ان تمام محققین علما سے ہوا ہے جن کی تعریف کی رو سے حضرت امیر معاویہ اور حضرت خالد بن ولید بھی رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ شاہ علی حیدر صاحب نے جمہور اہل سنت سے ہٹ کر صحابی کی جو تعریف اختیار کی تھی وہ صرف حضرت امیر معاویہ کی صحابیت سے انکار کرنے کے لیے کی تھی مگر ان کے جوش تحقیق نے حضرت خالد بن ولید جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی شرف صحابیت سے محروم کر دیا۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پوری کتاب اسی طرح کے لایعنی مباحث اور اہل سنت کے خلاف نظریات سے بھری پڑی ہے اور یہ جاننے کے بعد کہ مذکورہ باتیں ایسے شخص کی نوک قلم سے نکلی ہیں جس کا پشتینی تعلق جماعت اہل سنت سے تھا، قاری کو قدم قدم پر تعجب اور افسوس کا احساس دلاتا ہے۔

احسن الانتخاب اور علماے اہل سنت:

احسن الانتخاب کے منظر عام پر آتے ہی عوام اہل سنت اور خاص طور سے ہندوستان کے مذہبی حلقوں میں سراسیمگی پھیل گئی، اور ملک کے مختلف دار الافتا میں عوام کی جانب سے احسن الانتخاب کے مندرجات اور اس کی عبارتوں کو نقل کرکے سوالات کیے جانے لگے، ظاہر سی بات ہے کہ ایسی کتاب کے شائع ہونے کے بعد علماے اہل سنت خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے تھے، لہٰذا مفتیان کرام نے پوری وضاحت کے ساتھ اس کتاب کے متعلق جوابات تحریر

(۱) دیکھیں ” احسن الانتخاب “ ص:۳۵۷، ۳۸۲، ۳۸۱

فرمائے کہ ایسی کتاب سے صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی کے دروازے کھلتے ہیں، کتاب اہل سنت کے مسلک اعتدال سے ہٹی ہوئی ہے اور مصنف کتاب کو اپنے موقف سے رجوع کرنا لازم ہے۔ چنانچہ:

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب ”احسن الانتخاب“ کے متعلق ایک استفتا کا جواب دیتے ہوئے علمی جلال کے ساتھ مصنف کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

> ”وہ شخص باوصف سنیت، نہ صرف سنیت بلکہ ادعاے سنیت ایسے بے ہودہ اقوال رکھتا ہے جنہیں منصب رفض کی جان کہا جائے تو بجا، جو روافض کا دین و ایمان ہیں، اس شخص پر ان اقوال سے توبہ اور رجوع لازم ــــــ یہ شخص مدعی سنیت ہے اور نہیں جانتا کہ اہل سنت حضرات صحابہ کے ساتھ کیسا ادب اور ان کے آپس کے مشاجرات میں کیا روش رکھتے ہیں؟“ (۱)

یوں ہی فقیہ اعظم، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی قدس سرہ سے جب ”احسن الانتخاب“ کی بعض عبارتوں کو پیش کر کے اس کے متعلق استفتا کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

> ”سوال میں زید کے جو کچھ اقوال مذکور ہیں ان سے زید کا صوفی مشرب ہونا درکنار وہ سنی بھی نہیں ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکھنے کے مطابق غالی رافضی ہے بلکہ بعض باتیں تو ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کے قلم سے نہیں نکل سکتیں۔“

اور پھر تقریباً آٹھ صفحے کا طویل فتویٰ لکھنے کے بعد اخیر میں فرماتے ہیں:

> ”بالجملہ ان اقوال مذکورہ کا قائل ہرگز سنی نہیں بلکہ وہ رافضی تبرائی ہے اگرچہ وہ اپنے کو سنی کہتا ہو۔ بلکہ یہ اس کا تقیہ ہے کہ ایسے

(۱) دیکھیں سبل السلام، ص:۲۸۶، استفتا از: مفتی اعظم ہند۔

اقوال خبیثہ بکنے کے بعد وہ اظہار سنیت کرتا ہے۔ جو اس کے ان اقوال
پر مطلع ہو کر کتاب کو اچھا بتائے وہ اسی کے حکم میں ہے"۔ (۱)

اپنے وقت کے سرخیل علما اور مفتیان کرام کی طرف سے کتاب کی سخت تردید اور مخالفت کی گئی مگر مصنف کتاب اور ان کے فکری ہم نواؤں کے کان میں جوں تک نہیں رینگی بلکہ اس کے برعکس پوری ڈھٹائی کے ساتھ صرف ایک راگ الاپا جاتا رہا کہ:

"اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ خلاف ارشادات علمائے اہل سنت و
جماعت نہیں ہے۔"

بلکہ آگے چل کر علمائے اہل سنت کے علمی تعاقب اور دینی جذبات کے تحت ان کی طرف سے ہونے والی سخت مخالفت کو حضرت علی کے ساتھ شاہ صاحب کی انتہائی محبت کا نتیجہ قرار دے دیا گیا، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مصنف کتاب کو اپنی کتاب پر جو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس لیے کہ انہیں حضرت علی سے انتہائی محبت تھی، اور یہ کہ "مولائے کائنات کی محبت میں لڈو نہیں ملتے"۔ ڈاکٹر مسعود انور کاکوری لکھتے ہیں:

"مسلک حیدری پر سختی سے گامزن ہونے کی اس سے بڑھ کر
اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ احسن الانتخاب کی اشاعت پر آپ کے خلاف
رسائل و اخبارات اور کتابچے شائع کیے گئے —— متوسلین اور
مسترشدین کچھ عرض بھی کرتے تو فرماتے کہ اہل بیت کی محبت آسان
نہیں، مولائے کائنات کی محبت میں لڈو نہیں ملتے۔" (۲)

ع ناطقاں سر بگریباں ہیں اسے کیا کہیے

احسن الانتخاب کے خلاف جہاں ماہناموں میں تحریریں چھپیں اور اہل سنت کے

---

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۴۹۸، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی مئو، ۱۹۹۷ء۔
(۲) تعارف "احسن الانتخاب"، ص:۹

معتبر دار الافتا سے فتوے صادر کیے گئے ،وہیں اس کتاب کے خلاف ارباب علم وتحقیق نے مستقل تصانیف لکھ کراس کتاب کا بھرپور علمی تعاقب کیا۔

رئیس الفقہا ،رأس المحققین ، امام المتکلّمین حضرت علامہ مفتی سید شاہ خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان علما کی صف میں سرفہرست تھے جنہوں نے احسن الانتخاب کا سخت نوٹس لیااور اس کی تردید میں قلم اٹھایا، چنانچہ آپ نے احسن الانتخاب کی تردید میں زیرنظر علمی اور تحقیقی کتاب ''بوارق العذاب لاعداء الاصحاب'' تصنیف فرمائی جو احسن الانتخاب کی تردید میں حرف آخر اور ''کاکوروی نظریات'' کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔

بوارق العذاب ـــــــ چند باتیں :

احسن الانتخاب کی تردید میں لکھی گئی یہ تاریخی کتاب جس کا سنہ تصنیف اس کے تاریخی نام ''بوارق العذاب لاعداء الاصحاب'' سے ۱۳۵۳ھ برآمد ہوتا ہے، در اصل تین حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ حوصلہ شکن خطوط مسلسل:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اور سوانح کے نام پر لکھی گئی کتاب '' احسن الانتخاب'' جب مولانا وصی علی کاکوروی کے واسطہ سے تقریظ لکھنے کے لیے آپ تک پہنچی تو آپ نے کتاب کے مندرجات ملاحظہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی کہ یہ کتاب اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے، اور اس کتاب میں ''حب علی'' کے نام پر صحابۂ کرام خصوصًا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات اور ان کی طرف غیر مناسب امور کا انتساب کیا گیا ہے، اور اگر اس کتاب کی اشاعت کو نہ روکا گیا یا قبل از وقت اس کتاب کے مباحث کی گرفت نہ کی گئی تو اہل سنت میں ایک نئے فتنے کا دروازہ کھل جائے گا۔

خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں بلاواسطہ مصنف کتاب سے رابطہ کرنے کے بجائے مصنف کتاب کے بڑے بھائی ''شاہ حبیب حیدر صاحب'' سے رابطہ کیا

اور انہیں خط لکھ کر اس طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کی مخلصانہ کوشش کی کہ مشاجرات صحابہ اور وہ اختلافات جو صحابہ کے درمیان رونما ہوئے اس کے متعلق علمائے اہل سنت کا متفقہ مسلک و مذہب جو افراط و تفریط سے دور ہے، کتاب "احسن الانتخاب" میں اس مسلک کے خلاف مشاجرات صحابہ پر گفتگو کی گئی ہے، اوراس کے علاوہ بہت سے ایسے مسائل اس کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں جو جمہور امت کے نظریات کے خلاف ہیں۔

خواجہ مصباح الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ مصنف کتاب کے بڑے بھائی حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کی تفہیم کر کے معاملہ کو تصفیہ کی منزل تک پہنچا دیں گے۔ مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ مصنف کتاب شاہ علی حیدر صاحب کے بڑے بھائی شاہ حبیب حیدر صاحب اپنے چھوٹے بھائی کی بیجا حمایت پر اتر آئے اور اہل سنت کی چودہ سو سالہ روایات سے آنکھیں بند کر کے کتاب کا دفاع شروع کر دیا، جس کی وجہ سے دونوں طرف سے خطوط کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، اور اس کی تان کھچتے کھچتے اس پر ٹوٹی کہ رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مناظرہ کی دعوت پیش کر دی جس کے بعد دونوں برادران نے سکوت اختیار کر لیا۔

بوارق العذاب کا یہ پہلا حصہ در اصل انہیں خطوط کا مجموعہ ہے، جسے ہم اصل کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔ خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لکھے گئے یہ طویل خطوط آپ کی تحقیقی صلاحیت اور علوم اسلامیہ پر آپ کی گیرائی و گہرائی کے غماز ہیں، خطوط نویسی کے پورے مرحلے میں کہیں بھی سنجیدگی اور متانت کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، جس کے تناظر میں اصلاح کے سلسلہ میں آپ کے مخلصانہ جذبات کا پتہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

۲۔انکشافات ستم :

جناب شاہ علی حیدر صاحب نے اپنی کتاب احسن الانتخاب کے سلسلے میں ایک سے زائد مقامات پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے اس کتاب کی تصنیف میں اپنی تمام تر تحقیقی توانائیاں صرف کرڈالی ہیں، تاریخی روایات کی جانچ پڑتال میں بڑی عرق ریزی کی گئی ہے اور شبانہ روز کی مسلسل اور انتھک کوشش کے بعد سیرت کی یہ کتاب ''احسن الانتخاب'' معرض وجود میں آئی ہے۔

رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوارق العذاب کے اس حصے میں شاہ صاحب اور ان کے دیگر برادران کے تحقیقی دعووں سے بہت خوبصورتی کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے، خاص طور سے احسن الانتخاب کے متعلق آپ نے یہ انکشاف فرمایا کہ یہ کتاب ایک غالی شیعہ ''عبید اللہ امرتسری'' کی کتاب ''ارجح المطالب فی عد مناقب ابی طالب'' سے ماخوذ ہے اور نہ صرف یہ کہ شاہ صاحب نے مذکورہ کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے بلکہ بہت سے مقامات پر من وعن ''ارجح المطالب'' کی عبارتیں نقل کر کے انہیں اپنے خانے میں ڈال لیا گیا ہے۔فرماتے ہیں:

> ''السیرۃ العلویہ'' کی پہلی جلد کا نام '' احسن الانتخاب'' ہے، جس پر مجھ سے تقریظ کی فرمائش ہوئی تھی، اور اسی پر میرے اور ان حضرات کے درمیان اختلاف شروع ہوا۔اس میں تحقیق و تنقید کے ڈھول تو بہت بجائے مگر حقیقتاً یہ ''ارجح المطالب ''مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری کا دوسرا نام ہے۔'' (۱)

قارئین کی معلومات کے لیے ہم بتادیں کہ ''عبید اللہ امرتسری'' پہلے ایک غالی قسم کا

(۱) دیکھیں انکشافات ستم، ص:۶۱، رفاہ عام پریس، آگرہ۔

شیعہ تھا، اسی زمانے میں اس نے مذکورہ کتاب تصنیف کی تھی، جس میں صحابۂ کرام پر جی بھر کے تبرا کیا گیا تھا، بعد میں مولوی عبید اللہ امرتسری نے شیعہ مذہب سے توبہ کرکے "قادیانی" مذہب قبول کر لیا تھا، اور مرزا غلام احمد قادیانی کے "خاص صحابی" ہونے کا شرف اسے حاصل ہو گیا تھا۔ ارجح المطالب کے متعلق خود مصنف کتاب کا یہ اقرار ملاحظہ کریں:

> "حضرت من! ارجح المطالب اس وقت کی تالیف ہے جبکہ خاک مذہب امامیہ کا پیرو تھا، یہ کتاب احقر نے اسی مذہب کی تائید میں اسی مذہب کی مخصوص ذہنیت کے ماتحت لکھی تھی، بحمد اللہ اب عاجز کو شرح صدر ہو گیا ہے، لہٰذا باتباع حق، باطل کو ترک کر دیا ہے، میری ان ناچیز تحریر کو سنداً دفتر عالی میں منسلک رہنے دیں۔ میں جناب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں شیعہ مذہب سے تائب ہو چکا ہوں اور احمدی مشرب ہوں"۔ (۱)

خیر شاہ صاحب نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور ایک غالی شیعہ کی کتاب سے استفادہ اور اسے ماخذ بنانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سنی خانقاہ کے صاحب سجادہ کے قلم سے ایسی عبارتیں صفحۂ قرطاس پر نمودار ہوئیں جو تنقیص صحابہ اور حضرت امیر معاویہ کی اہانت کی چغلی کھا رہی تھیں۔

اس سلسلہ میں رئیس الفقہا نے احسن الانتخاب کی کچھ عبارتوں کو ارجح المطالب کی عبارتوں کے ساتھ ایک جدول میں بالمقابل پیش کیا ہے تاکہ قارئین دونوں عبارتوں کا تقابلی مطالعہ کرکے خود ہی اس نتیجہ تک پہنچ جائیں کہ دونوں کتابوں میں نہ صرف نظریاتی سطح پر بلکہ الفاظ اور عبارتوں کے انتخاب میں کس قدر حیرت انگیز یگانگت موجود ہے۔ "انکشافات ستم" کو پڑھنے کے بعد جناب علی حیدر صاحب کی ذہنیت میں آئی تبدیلی اور جمہور امت کے ساتھ

(۱) ۳۰ر جولائی ۱۹۳۴ء۔ دیکھیں سبل السلام، ص:۳۶۔

ساتھ اپنی ہی خانقاہ کے بزرگوں کے مسلک کے خلاف قلم اٹھانے کی وجہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے، بوارق العذاب کا یہ حصہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۳۔مولانا وصی علی صاحب کی رسمی حقانیت :

رئیس الفقہا، خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک سب سے پہلے کتاب ”احسن الانتخاب“ مولانا وصی علی صاحب کاکوروی کے ذریعہ ہی پہنچی تھی، جو اس وقت اٹاوہ میں قیام پزیر تھے اور کاکوری کی خانقاہ کاظمیہ سے ارادت کا تعلق رکھتے تھے، خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ سے بھی ان کے مراسم خوشگوار تھے، مولانا وصی علی صاحب نے یہ کتاب آپ سے تقریظ حاصل کرنے کے لیے سونپی تھی، احسن الانتخاب پڑھنے کے بعد خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اپنی تشویش کا اظہار مولانا وصی علی صاحب ہی سے کیا تھا کہ اس کتاب کے مباحث اہل سنت کے نظریات سے میل نہیں کھاتے ہیں، اور جب تک معاملہ صاف نہیں ہو جاتا ہے اور تسلی بخش جواب نہیں مل جاتا ہے اس وقت تک اس کتاب پر تقریظ لکھنے سے میں معذور ہوں۔

اس کے بعد جب رئیس الفقہا اور شاہ حبیب علی صاحب کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ نے اپنے دلائل سے مصنف کتاب کی علمی گرفت فرمائی تو چونکہ معاملہ ”پیر خانہ“ کا تھا اس لیے مولانا وصی علی صاحب کے اندر ”مریدانہ حمیت و غیرت“ جوش مارنے لگی، اور انہوں نے درپردہ یہ بات پھیلانا شروع کردی کہ احسن الانتخاب کے متعلق جو بھی الزامات عائد کیے جارہے ہیں وہ سب مولانا مصباح الحسن صاحب کے ”اتہامات“ ہیں، اور یہ کہ انہیں شاہ علی حیدر صاحب سے عناد ہے جس کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے احسن الانتخاب کی تردید میں قلم اٹھایا ہے۔

رئیس الفقہا، خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مولانا وصی علی صاحب کی ان باتوں کا علم ہوا تو آپ نے ان کے جواب میں مذکورہ رسالہ ”مولانا وصی علی کی رسمی حقانیت“

تحریر فرمایا، اور احسن الانتخاب پر تقریبًا ۴۵/ سوالات قائم فرمائے جس میں ان عبارتوں کی نشاندہی کی گئی تھی جو قابل اعتراض تھیں تاکہ یہ بات واضح ہوکر سامنے آسکے کہ احسن الانتخاب پر اٹھائے گئے اعتراضات ''اتہامات'' نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق حقیقت کی زمین سے ہے۔ اس کے علاوہ اس پورے خط کا تفصیلی جواب بھی آپ نے تحریر کیا ہے جو مولانا وصی علی صاحب نے کسی صاحب کو تحریر کیا تھا جس میں مذکورہ باتیں پھیلائی گئی تھیں۔

بوارق العذاب کے پہلے دو حصوں کا سنہ تالیف ۱۳۵۳ھ ہے، جبکہ آخری حصہ کا سنہ تالیف ۱۳۵۴ھ ہے جیسا کہ ہر حصے کے نام سے برآمد ہوتا ہے، یعنی آج سے تقریبًا ۹/ دہائی پہلے اس کتاب کی تصنیف واشاعت ہوئی تھی اور اب سات دہائیوں کے بعد خطیب ہندوستان، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سید مظہر میاں صاحب قبلہ کی مخلصانہ کوششوں سے یہ کتاب دوبارہ اشاعت پزیر ہورہی ہے۔

حضرت علامہ سید مظہر میاں صاحب قبلہ خانقاہ صمدیہ کے ایک متحرک فرد ہیں، اپنے مشائخ کی علمی اور مذہبی خدمات کو منظر عام پر لانا ان کی زندگی کا اہم مقصد ہے جسے وہ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں خراج عقیدت کا سب سے بہتر طریقہ سمجھتے ہیں۔ اس سے پہلے مصباح ملت کی دو تاریخی کتابیں ''ناسور وہابیت'' اور ''حقائق قرآن'' آپ شائع فرما چکے ہیں، اور اب آپ ہی کی خصوصی توجہات سے یہ معرکہ آرا کتاب جدید رنگ وآہنگ اور نئے آب وتاب کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

کچھ ترتیب جدید کے بارے میں :

۱۔ کتاب میں قواعد املا کے سلسلے میں موجودہ رائج طریقے کا اہتمام کیا گیا ہے اور قدیم طرز املا کو ترک کر دیا گیا ہے۔

۲۔ کتاب میں ذیلی سرخیوں اور عناوین کا کوئی التزام نہیں کیا گیا تھا، ترتیب جدید میں اس کا التزام کیا گیا ہے اور ہر مقام کے مناسب سرخی قائم کر دی گئی ہے۔

۳۔کتاب میں از سر نو پیرا گرافنگ کی گئی ہے۔

۴۔کتاب میں فہرست مشمولات ندارد تھی لہٰذا جدید فہرست کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۵۔جن عربی یافارسی عبارتوں کے ترجمے نہیں تھے ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اور قدیم تراجم کو جدید اسلوب کے مطابق کر دیا گیا ہے۔

۶۔کتاب کے تمام تر حوالہ جات کی از سر نو تخریج کر دی گئی ہے۔

۷۔تلاش بسیار کے باوجود کچھ کتب دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے دو چند حوالوں کی تخریج نہیں ہوسکی ہے، اگر اہل علم کی نظر میں ہوں تو مطلع فرمائیں۔

منت شناسی:

مجاہد سنیت، پیکر اخلاص وللٰہیت، سراپا خیر و برکت، حضرت علامہ شاہ سید محمد اختر میاں صاحب قبلہ چشتی دام ظلہٗ العالی نے کتاب کی اشاعت جدید پر بے پناہ فرحت و انبساط کا اظہار فرمایا ، حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے قیمتی دعائیہ کلمات سے نوازا ،اس ذرہ نوازی کا شکریہ ہم الفاظ میں ادانہیں کر سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

استاذی الکریم، مناظر اہل سنت، استاذ العلما، فقیہ عصر، خلیفۂ اکبر المشائخ حضرت علامہ مولانا مفتی انفاس الحسن صاحب قبلہ چشتی دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں ان کا یہ ادنیٰ شاگرد سراپا سپاس ہے کہ حضرت نے انتہائی مصروفیت کے باوجود اپنا قیمتی وقت نکال کر بیش بہا تاثرات اور دعاؤں سے نوازا۔ حضرت کے خوان علم کی ریزہ چینی اور بے انتہا ذرہ نوازی کا نتیجہ ہے کہ میں اس خدمت کے لائق ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ عاطفت یوں ہی برقرار رکھے اور حشر تک ان کے قدموں سے وابستہ رکھے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم منت شناس ہیں محب گرامی حضرت علامہ عبد السبحان صاحب قبلہ مصباحی، استاد جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف اور عزیز گرامی حضرت علامہ التمش صاحب قبلہ

چشتی صمدی، امام و خطیب جامع مسجد آستانہ شاہ جمال اوریا، کے جنہوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ کتاب کی پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ دارین میں اس محبت و خلوص کی جزا عطا فرمائے۔

اخیر میں خصوصیت کے ساتھ ہم شکر گذار ہیں عزیزم مولانا رفعت اللہ چشتی فیروزآبادی کے جنہوں نے نہ صرف دو مرتبہ کتاب کی پروف ریڈنگ کی بلکہ دیگر کاموں میں بھی ہمارا بھرپور تعاون کیا۔ مولانا موصوف جامعہ صمدیہ کے سعادت منداور ذی استعداد متعلمین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مخلصانہ خدمت کا اجر عطا فرمائے اور دارین میں انہیں سعادت مند رکھے۔ آمین

غلام آستانہ

عابد چشتی

جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

•••••

حصہ اول

حوصلہ شکن خطوطِ مسلسل

۵۳ ھ ۱۳

هو الصمد

بسم الله الرحمٰن الرحیم

احوال واقعی

حضرات مشائخ عظام وعلماے کرام وبرادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قبل از تحریر مرام، یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ۱۳۵۱ھ تک میرے تعلقات شاہ حبیب حیدر صاحب سجادہ نشین تکیہ شریفہ کاظمیہ سے بطور یگانگت قائم تھے۔ اگرچہ نوبت ملاقات نہ آئی تھی، مگر ایک دوسرے سے بوساطت مولانا وصی علی صاحب حسن ظن رکھتے تھے، جس کے شاہد عادل خود مولانا موصوف ہیں۔ علاوہ ازیں میرے اور شاہ صاحب کے درمیان نہ شرکت سلسلہ ہے، نہ خاندانی، نہ تکیہ داری کہ ایک کا ترفع دوسرے کے رشک و حسد کا باعث ہو۔ مجھے شاہ صاحب سے ''موافقت لوجہ اللہ'' تھی اور اب ''مخالفت لمرضاۃ اللہ'' ہے۔

مولانا وصی علی صاحب کا احسن الانتخاب پیش کرنا:

واقعہ یہ ہے کہ آخر جمادی الاولیٰ یا شروع جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ کو میں بسلسلۂ انتظامات عرس شریف اٹاوہ گیا اور حسب معمول مولانا وصی علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے کتاب ''احسن الانتخاب'' مصنفہ مولوی ''شاہ علی حیدر صاحب کاکوروی'' برادر خورد و شاگرد و مرید'' شاہ حبیب حیدر صاحب'' ، عنایت فرمائی جس کا ذکر وتعریف قبل از طباعت متعدّد مرتبہ مولانا سے سن چکا تھا، اور اسی وجہ سے اس کے دیکھنے کا مشتاق بھی تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ چوں کہ مولوی عبد الشکور وغیرہ، دیوبندی پارٹی کی جانب سے اس کی مخالفت ضرور ہوگی، لہٰذا

مصنف کی خواہش ہے کہ تم اس پر تقریظ لکھ دو تا کہ جلد ثانی کے ساتھ طبع ہو جائے۔ میں نے عرض کیا کہ تعمیل ارشاد کردوں گا اگر پہلے بالاستیعاب دیکھ لوں۔ رمضان شریف تک بوجہ عدیم الفرصتی تمام وکمال نہ دیکھ سکا، مگر جو مقامات متفرق دیکھے وہ وحشت کے لیے کافی تھے۔

مولانا کی جانب سے تقریظ کے تقاضے زبانی متعدّد مرتبہ آئے، مگر میں بوجہ تعلقات دیرینہ صاف جواب نہ دے سکا، آرے اور بلے پر ٹالتا رہا۔ رمضان و شوال میں پوری کتاب دیکھی جسے نہ صرف مخالف جمہور اہل سنت ہی پایا بلکہ مبائن مسلک و عقائد صوفیاے کرام و آباے مصنف دیکھا، لہٰذا قصد کر لیا کہ تقریظ نہیں لکھوں گا۔

سات سوالات:

۲۸؍ شوال ۱۳۵۱ھ کو ایک لفافہ رجسٹری شدہ مع ٹکٹ براے جواب میرے نام آیا، جس میں سات سوال تھے اور پتہ میں صرف "مشتاق حسین، متّصل سول ہاسپٹل، ہاشم بلڈنگ، لکھا تھا، مقام کا نام سہواً لکھنے سے رہ گیا تھا۔ سوالات حسب ذیل تھے:

۱۔ مشاجرات صحابہ میں کف لسان کا حکم علماے کرام نے دیا ہے، اس کف لسان سے کیا مطلب؟ زبان سے کچھ کہنا نہیں، یا کتابوں میں لکھنا بھی نہ چاہیے۔ اگر یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں تو پھر جن علماے کرام نے ان امور کو اپنے مصنفات میں ذکر کیا ہے، ان علما کے متعلق کیا خیال کیا جائے اور ان کی کتابیں قابل دیکھنے اور سند لینے کے قرار دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

۲۔ علماے متقدمین نے تو برابر اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور وہ کتابیں بیشتر شائع بھی ہو گئی ہیں۔ تو کیا وہ علماے متقدمین کے لیے جائز تھا اور متاخرین کے لیے ناجائز ہے؟

۳۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں

"ونکف عن ذکر الصحابة الا بخیر" اس کا کیا مطلب ہے؟

۴۔ مشاجرات صحابہ لکھنے والے علمائے متقدمین و متاخرین فاسق، فاجر، مبتدع کہے جانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

۵۔ جن علمانے کسی صحابی کے متعلق باغی، مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہوں، وہ علماز مرۂ اہل سنت میں داخل رہے یا نہیں؟

۶۔ اگر کسی صحابیِ رسول سے کوئی لغزش یا گناہ صادر ہوا ہو تو اس کے متعلق یہ لکھنا جائز ہے یا نہیں کہ فلاں صحابیِ رسول اس گناہ اور لغزش کے مرتکب ہوئے؟

۷۔ جو عالم اہل سنت و جماعت اپنی مصنفہ کتابوں میں یا تراجم میں جہاں اس نے فضائل و مناقب صحابہ کی احادیث جمع کی ہوں اور باوجود اس کے کہ اور صحابہ کے فضائل و مناقب کی احادیث بھی قابل جرح وقدح رہی ہوں مگر اس نے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب و فضائل کی احادیث پر جرح وقدح کی ہو، اس کے متعلق کیا حکم ہے، وہ واجب الاتباع والاقتدا ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

چوں کہ آخر رمضان شریف میں مسموع ہوا تھا کہ اٹاوہ کے کچھ لوگ مولانا کے، بوجہ تقسیم کتاب ''احسن الانتخاب'' مخالف ہو گئے ہیں، لہٰذا اولاً میں اس دھوکہ میں پڑا کہ انہیں میں سے کسی کی یہ حرکت ہے، مگر سوالات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ غالباً مشتاق حسین صاحب موافق مصنف احسن الانتخاب ہیں، اور سوالات کی پیچیدگی سے مصنف احسن الانتخاب کے موافق جواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال میں اس مشکل میں پڑا کہ اگر ان امور مستفسرہ کا جواب موافق مذہب و دیانت تحریر کیا جائے تو مراسم قدیمہ پر مؤثر ہوگا، اور اگر نہ دیا جائے تو کتمان حق کی وعید شدید موجود ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے (محض) اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ، خواہ (گواہی) خود تمھارے اپنے یا (تمھارے) والدین یا رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو۔

اخرج الخطيب البغدادى فى الجامع و غيره انه صلى الله عليه و سلم قال : اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسب اصحابى فليظهر العالم علمه ، فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة و الناس اجمعين ، لا يقبل الله منه صرفا و لا عدلا ، كذا فى الصواعق المحرقة.(۲)

ترجمہ: خطیب بغدادی وغیرہ اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہونے لگیں اور میرے صحابہ کو برا کہا جانے لگے تو ایسے وقت میں ہر عالم دین پر اپنے علم کا اظہار (یعنی رد) ضروری ہے، اور جو عالم ایسا نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے عالم کا فرض اور نفل کچھ قبول نہیں فرماتا ہے۔

---

(۱) پارہ:۵/سورۂ نساء، آیت:۱۳۵۔

(۲) الصواعق المحرقه ، ابن حجر هيتمى مكى ،المقدمة الاولىٰ ،ص:۷،ج:۱، مؤسسة الرساله،لبنان،۱۹۹۷ء

شاہ حبیب حیدر کے نام عریضہ لکھنا:

چوں کہ شاہ حبیب حیدر صاحب کی نسبت بارہا بروایت معتبرہ سنا تھا کہ بالکل اسلاف کرام کے قدم بہ قدم ہیں، نیز شاہ صاحب کی کوئی تقریظ و تصویب بھی کتاب میں نہ تھی اس لیے خیال ہوا کہ شاہ صاحب کو عریضہ لکھ کر قبل از جواب استفتا، ان کا خیال اس کتاب کے متعلق معلوم کیا جائے، ممکن ہے کوئی صورت اتفاق کی نکل آئے اور مراسم قدیمہ باقی رہیں۔ لہٰذا عریضہ (نمبر۔ا) لکھا اور بسبب دیرینہ مراسم اور غلط فہمی سے بچنے کے روانگی سے پہلے ۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ کو اٹاوہ گیا اور شب کو تنہائی میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے احسن الانتخاب پر ”شبہات“ ہیں، مگر بوجہ مراسم قدیمہ خاموش ہوں، اسی اثنا میں ۲۸/ شوال کو رجسٹری شدہ استفتا آیا ہے جو معلوم نہیں کسی مخالف کا ہے یا موافق کا، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے شبہات شاہ حبیب حیدر صاحب کی خدمت میں پیش کر دوں تاکہ وہ بطور حکم فیصلہ کر دیں، میں حق بات ماننے کو ہر وقت تیار ہوں مگر مجھے سمجھا دیا جائے، اور مصنف تو برادر و شاگرد و مرید ہیں۔

مولانا نے پہلے استفتا طلب کیا، میں نے اصل لفافہ پیش کیا، مولانا نے اندر و باہر پڑھنے کے بعد فرمایا کہ یہ کانپور سے روانہ کیا گیا ہے اور اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ احسن الانتخاب کے جواب میں ”فصل الخطاب“ رسالہ مولوی انوار الحسن کاکوروی نے شائع کیا ہے، اس کے آخر میں ”دیوبند“ کا فتویٰ بھی شامل ہے، چوں کہ اس کے جواب کی تیاری ہو رہی ہے، لہٰذا فتویٰ کے جواب میں فتویٰ ہی ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ کے علاوہ اور مقامات پر بھی استفتے بھیجے گئے ہیں۔

اسی سلسلۂ گفتگو میں مولانا نے فصل الخطاب کا حصۂ فتویٰ نکال کر دکھایا، میں نے اپنا عریضہ پیش کیا، مولانا نے تمام و کمال پڑھنے کے بعد فرمایا کہ فصل الخطاب میں بھی ”روض الازہر“ اور ”غنیۃ الطالبین“ کی عبارت پیش کی ہے، میں نے کہا ضرور کی ہوگی۔ مولانا نے فرمایا کہ استفتا کا جواب آپ کب دیں گے؟ میں نے کہا: جب شاہ صاحب کا جواب آجائے گا۔ اس کے ساتھ ہی عرض کیا کہ مجھے شاہ صاحب سے کوئی ذاتی مخالفت نہیں صرف منظور احقاق حق ہے پس ”مجھے اگر

یہاں سمجھا دیا جائے تو شاہ صاحب کو تکلیف دینے کی بھی حاجت نہیں" مولانا نے ارشاد فرمایا کہ: "تحقیق حق میں کوئی حرج نہیں، آپ خط بھیج دیجیے"۔ چنانچہ ۶/ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ کو پہلا خط (نمبر۔۱) ڈاک خانہ پھپھوند سے رجسٹری کرا کر روانہ کیا۔

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ کس صفائی قلب و صداقت و استمالت سے لکھا گیا، اور کتنا حفظ مراتب کو ملحوظ رکھا گیا۔ اس کا مقتضا تھا کہ شاہ صاحب بھی اسی صفائی و سچائی سے، بلا بھائی کی رعایت کے جواب دیتے، مگر شاہ صاحب نے ۲۰/ روز میں جواب دیا، اور اس میں صرف یہ کوشش فرمائی کہ میں "مثالب و مطاعن صحابہ" سے ہٹ کر "مناقب مرتضوی" میں پڑ جاؤں۔ گویا تمام تر کوشش مبحوث عنہ کی تبدیلی میں فرمائی، اصل اعتراضات اور جواب طلب امور کو بیگانہ وار چھوڑ دیا۔ یہ امر شاہ صاحب کے تقدس و منصب کے لیے بہر صورت نازیبا اور باعث شرم تھا۔

مشتاق حسین صاحب کا ایک خط:

یہ جواب ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۶/ مارچ ۱۹۳۳ء کو مجھے وصول ہوا، اور ساتھ ہی ۳/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک کارڈ، بایں مضمون موصول ہوا:

"مکرم و مفخم بندہ جناب مولانا صاحب زید مجدکم!

سپس تسلیم مسنونہ معروض ایں کہ آج ایک ماہ ہوتا ہے، جناب کی خدمت میں ایک رجسٹری شدہ عریضہ ارسال کیا تھا، امید کہ ضرور پہنچا ہوگا۔ اس میں سات سوال کیے تھے، مگر اب تک جواب سے نہ سرفراز فرمایا گیا، امید ہے کہ جلد تر فتویٰ عنایت فرمایا جائے۔ بہت ممنون ہوں گا۔ نیاز مند حقیر

مشتاق حسین

یکم ذی الحجہ، روز سہ شنبہ،

ہاشم بلڈنگ متّصل سول ہاسپٹل، کانپور

نتیجہ:

گویا اٹاوہ، کانپور، کاکوری کی کڑیاں ملی ہوئی تھیں کہ ایک کی جنبش سے سب میں حرکت پیدا ہوگئی، یا غالباً بزعم آنہا شاہ صاحب نے ایسے مدلل و مسکت جوابات دیے تھے کہ مجھے سوا سر جھکا دینے، اور شاہ صاحب کے ہم خیال ہوجانے کے کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ میں نے خط (نمبر۔ ۲) پھر لکھا اور بلحاظ آداب اپنے مبحوث عنہ پر ذرا وضاحت و تفصیل سے متوجہ کیا، اور حسب وعدہ ۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو اٹاوہ جا کر گیارہ بجے دن کو مولانا وصی علی صاحب کی خدمت میں شاہ صاحب کا خط مع اپنے جواب کے پیش کیا۔

مولانا نے پہلے شاہ صاحب کا خط پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں شاہ صاحب نے ”غنیۃ الطالبین“ کے تصنیفِ غوث الثقلین ہونے سے انکار کیا ہے، تو مجھ سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میرے حضرت بھی اس کتاب کو تصنیف غوث الثقلین نہیں جانتے تھے ﴿1﴾۔ میں نے عرض کیا کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ حافظ علی انور صاحب علیہ الرحمہ یعنی پدر بزگوار شاہ حبیب حیدر صاحب و مصنف احسن الانتخاب، نے اپنی کتاب ”الدر المنظّم“ میں نہ صرف تصنیف غوث پاک ہونا ہی تسلیم فرمایا ہے بلکہ بہت کچھ تعریف بھی فرمائی ہے۔ لہٰذا کیا کیا جائے، یعنی متوسلین حافظ صاحب کو سوا تسلیم کیا چارہ ہے؟ ﴿2﴾۔ اس پر مولانا نے سکوت فرمایا اور خط ملاحظہ فرمانے لگے اس کے بعد میرا جواب پڑھا اور واپس دے دیا، کچھ فرمایا نہیں۔ چوں کہ قریب پونے بارہ بجے دوپہر کا وقت ہوگیا تھا، اور میں مولانا کے آرام میں مخل تھا، لہٰذا باجازت قیام گاہ پر واپس آیا۔

سوالات کے جوابات:

خط (نمبر۔ ۲) کی رجسٹری اسی روز سٹی پوسٹ آفس اٹاوہ سے کرادی، اور اسی روز جواب استفتا بھی کانپور کو روانہ کر دیا۔ چوں کہ مولانا نے حسب معمول جواب استفتا کو دریافت نہیں فرمایا تھا، لہٰذا پیش بھی نہیں کیا، نیز مولانا سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ ”مشتاق حسین

صاحب کانپوری'' صرف ''برزخ'' ہیں حقیقتاً سوالات مرتبۂ کاکوری ہیں ، لہٰذا جواب میں عموماً وہی دلائل لکھے جوان حضرات کے مسلمۂ خاندانی ہیں۔ جوابات حسب ذیل ہیں:

۱۔ مشاجرات صحابہ کے بارے میں کف لسان کا یہ مطلب ہے کہ ان مشاجرات و محاربات کی وجہ سے کسی کو برا نہ کہا جائے۔ غنیۃ الطالبین میں حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں:

و اما قتاله بطلحة و الزبير و عائشة و معاوية فقد نص الامام احمد رحمه الله على الامساك عن ذلك و جميع ما شجر بينهم من منازعة و منافرة و خصومة. (۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت طلحہ ، حضرت زبیر ، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قتال اور اس کے علاوہ ان حضرات کے درمیان جو کچھ نزاع اور اختلاف رونما ہوا اس کے بارے میں امام احمد رحمہٗ اللہ نے زبان بند رکھنے کا حکم دیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

فاحسن احوالنا الامساك فى ذلك و ردهم الىٰ الله عزوجل وهواحكم الحاكمين وخير الفاصلين (۲)

ترجمہ: صحابہ کرام کی باہمی آویزشوں میں زبان نہ کھولنا اور ان معاملات کے فیصلہ کو احکم الحاکمین و خیر الفاصلین پر چھوڑ دینا ہمارے لیے سب سے بہتر ہے۔

---

(۱) غنية الطالبين،ص:۷۷ الجزء الاول ،فصل فى اعتقاد اهل السنه ان امة محمد عليه الصلاة و السلام خير الامم

(۲) بحوالہ سابق،ص:۷۸

بولنا اور لکھنا ایک ہی حکم میں داخل ہے۔ جن علما نے اس طرح مشاجرات کو ذکر کیا ہو کہ کسی صحابی کی توہین ہوتی ہو، انہوں نے خلاف جمہور اہل سنت کیا، ان کی کتابیں عوام کو نہیں دیکھنا چاہیے، نہ وہ قابل استناد ہیں۔

۲۔ جمہور علماے اہل سنت نے جہاں مشاجرات کا ذکر کیا ہے وہیں اس پر تنبیہ بھی فرمادی کہ کسی صحابی کی مذمت نہ کی جائے۔ مثلاً، صاحب فتح الباری "بعد ذکر منازعت" فرماتے ہیں:

واتفق اهل السنة على وجوب منع الطعن على احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك و لو عرف المحق منهم [۱]	ترجمہ: باہمی نزاعات و اختلافات کی بنا پر حضرات صحابۂ کرام میں سے کسی کو برا نہ کہنا جمہور اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق واجب ہے، اگرچہ حقانیت والا پہچان ہی لیا گیا ہو۔

پھر فرماتے ہیں:

وقد ثبت ان من قاتل علياً كانوا بغاة و هولاء مع هذا التصويب متفقون على انه لا يذم واحد من هولاء بل يقولون اجتهدوا فقد اخطئوا. [۲]	**ترجمہ:** اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت علی سے لڑنے والے باغی تھے، مگر اس تحقیق کے باوجود جمہور اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ ان صحابۂ کرام میں سے کسی کو برا نہ کہا جائے۔ بلکہ جمہور یہ کہتے ہیں کہ ان حضرات سے اجتہادی خطا ہوئی۔

---

(۱) فتح الباری ،ص:۴۳،ج: ۱۳، کتاب الفتن ، باب : اذا التقى المسلمان بسيفهما، دار السلام، ریاض ۲۰۰۰ء

(۲) بحوالہ سابق، ص:۸۴، باب : قول النبي صلى الله عليه وسلم لحسن بن علی "ان ابنى هٰذا لسيد...."

۳۔ وہی مطلب ہے جو اوپر کے دونوں جوابوں میں مذکور ہوا۔

۴۔ صرف مشاجرات لکھنے والے علما اس کے مستحق نہیں ہیں۔ہاں جو اس پر محاکمہ کرے اور ایسے الفاظ کہے یا لکھے جس سے کسی صحابی کی توہین و مذمت ہوتی ہو وہ ضرور ان کا مستحق ہے،غنیہ میں ہے غوث الثقلین روایت فرماتے ہیں:

فی روایت انس ان اللہ عزوجل اختارنی و اختار لی اصحابی ، فجعلھم انصاری و اصھاری و انہ سیجیٔ فی آخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تواکلوھم الا فلا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلوا معھم الا فلا تصلوا علیھم ، علیھم حلت اللعنة. (۱)	ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک خدا عزوجل نے مجھے اور میرے لیے میرے صحابہ کو پسند فرمالیا لہٰذا انہیں میرا مددگار اور سسرالی قرابت دار بنادیا۔آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو انہیں برا کہے گی خبردار! نہ انہیں اپنے ساتھ کھلانا خبردار! نہ انہیں اپنے ساتھ پلانا خبردار! نہ ان کے ساتھ بیاہ شادی کرنا ، خبردار! نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا،خبردار! نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا،ان پر خدا کی لعنت ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وقال سفیان بن عیینہ من	ترجمہ:حضرت سفیان بن عیینہ نے

(۱) الغنیة ،ص:۷۹،الجزء الاول ،فصل فی اعتقاد اھل السنة ان امة محمد علیہ الصلوٰة و السلام خیر الامم .

نطق فی اصحاب رسول الله ﷺ بکلمة فھو صاحب ھوا.(۱)

فرمایا کہ: جو شخص اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے تو وہ نفس پرست ہے۔

الروض الازھر میں ہے:

"روایات احاد مفید یقین نیست، خصوصا دراں معرکہا، در اکثر روایات احتمال افراط و تفریط است، و ما ماموریم بحسن ظن، و جہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ و عداوت ست، بانہا قولہ تعالیٰ "وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" از آں جہت عداوت باکسے از صحابہ نتواں کرد کہ دلیل ضلالت است"۔(۲)

ترجمہ: اخبار احاد مفید یقین نہیں ہیں، خاص کر ان معرکوں میں جن سے متعلق اکثر روایات میں افراط و تفریط کا احتمال ہے جبکہ ہمیں نیک گمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اوران حضرات کا صحابی ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان سے کسی قسم کا بغض اور عداوت نہ رکھی جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ"۔ لہٰذا کسی بھی صحابی کے ساتھ عداوت نہیں رکھنا چاہیے کہ گمراہی کی دلیل ہے۔

فتح الباری میں ہے:

والمبتدع من اعتقد شیئاً

ترجمہ: جو شخص اہل سنت و

(۱) بحوالہ سابق، ص:۷۹

(۲) الروض الازھر، ص:۳۸۴، اصح المطابع لکھنؤ، محلہ تھوئی ٹولہ۔

مما یخالف اهل السنة والاجماعة.(۱) | جماعت کے خلاف کوئی عقیدہ رکھے وہ گمراہ ہے۔

۵۔ باغی، مخطی و مبطل متقدمین میں ہر اس شخص کو کہا جاتا تھا جو امام حق پر بتاویل یا بلا تاویل خروج کرے، لہٰذا وہ کہنے والے اہل سنت میں داخل ہیں۔ اب یہ الفاظ توہین و ذم کے لیے مستعمل ہیں لہٰذا اصحابہ کو ان سے موصوف کرنا نا جائز ہے۔

۶۔ عام اموات مسلمین کے لیے حکم ہے کہ محاسن کے علاوہ مساوی نہ ذکر کریں نہ کہ صحابۂ کرام جن کی نسبت قرآن ناطق ہے "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ" اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کرلیا ہے اور اللہ تمھارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔
حضرت حافظ علی انور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "الدر المنظم" میں فرماتے ہیں:

> "یہ مقولہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ارشاد کے مشابہ ہے
> کہ جو ان سے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں پوچھا تھا
> توانہوں نے کہا کہ:" جب اللہ نے ان خونوں سے ہماری تلواریں پاک
> رکھیں تو اب ہم اپنی زبانوں کو کیوں پاک نہ رکھیں"(۲)

۷۔ اگر عناداً ایسا کیا تو ضرور خارج از زمرۂ اہل سنت ہے اور واجب الاتباع نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب. و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و آلهٖ و اصحابه اجمعین.

اس خط کا جواب (نمبر۔۲) ۴؍ محرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۰؍ اپریل ۱۹۳۳ء کو پورے ایک ماہ بعد وصول ہوا، جس میں شاہ صاحب کھلے، اور خیالات قلبی کے اظہار میں زیادہ بخل نہیں فرمایا میں ۵؍ محرم سے ۱۷؍ تک مسلسل سفر میں رہا، لہٰذا جواب خط (نمبر ۲) ۲۶؍ محرم ۱۳۵۲ھ مطابق

(۱) فتح الباری کتاب الآذان، باب امامة المفتون و المبتدع، ص:۲۴۴، ج:۲
(۲) الدر المنظم، ص:۳۲۶، ج:۲، اصح المطابع، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ۔

۲۲/ مئی ۱۹۳۳ء کوڈاک خانہ پھپھوند سے رجسٹری کراکر روانہ کیا، اور چوں کہ خود نہیں جاسکا لہٰذا اس کی نقل بدست منشی عبدالمقتدر صاحب، ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اٹاوہ، اسی روز مولوی وصی علی صاحب کی خدمت میں بھیج دی۔ یہ خط شاہ صاحب کو ۲۳/ مئی ۱۹۳۳ء کو وصول ہوا اور رسید وصولی ۲۶/ مئی ۱۹۳۳ء کو آگئی، مگر جواب میں ہنوز روز اول ہے۔

بعد انقضاء اربعین کارڈ (نمبر۔۴) تقاضاے جواب میں بتاریخ ۹/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ مطابق ۳/ جولائی ۱۹۳۳ء کو رجسٹری شدہ روانہ کیا، جس کا جواب ملفوف (نمبر۔۳) ۱۸/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲/ جولائی ۱۹۳۳ء کو موصول ہوا، جس میں خط (نمبر۔۳) کا کوئی جواب نہ تھا، صرف جواب نہ دینے کی تاویلات رکیکہ تھیں۔ اس کا جواب ملفوف مشتمل پر دعوت مناظرہ (نمبر۔۵) بتاریخ ۲۱/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵/ جولائی ۱۹۳۳ء کو رجسٹری شدہ روانہ کیا جو بتاریخ ۱۹/ جولائی ۱۹۳۳ء مطابق ۲۵/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ کو بایں عبارت منقولہ واپس آیا ”انکاری واپس ہے، ہرکشن دیال پوسٹ مین بقلم خود ۱۷/ جولائی ۱۹۳۳ء“

خط بنام مولانا وصی علی صاحب:

اسی روز میں نے مولانا وصی علی صاحب کو بتوسط منشی منظور حسین، نقل خط واپس شدہ مع عریضہ ذیل بھیج دی، کیوں کہ بروایت معتبرہ مسموع ہوا تھا کہ وہاں سے ہر امر کی اطلاع مولانا کو دی جاتی ہے۔ لہٰذا خیال ہوا کہ ممکن ہے مولانا اسے شاہ صاحب کو بھیج دیں اور اسی طرح اس خط کو شرف دید حاصل ہوجائے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال.

هو الصمد

بگرامی خدمت جناب مولانا مولوی وصی علی صاحب

دام مجدہم!

حقیر پس از تحیات مسنونہ ملتمس ہے، آج بتاریخ ۲۵/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹/ جولائی ۱۹۳۳ء بایں عبارت خط مذکورۂ

بالا کی رجسٹری کاکوری سے واپس آئی "انکاری واپس ہے، ہرکشن دیال پوسٹمین بقلم خود ۷ار جولائی ۱۹۳۳ء" انا للہ و انا الیہ راجعون۔ افسوس

"مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب"

آنکھوں سے دیکھ لیا۔ میں نے آپ سے جیسا روز اول عرض کیا تھا کہ میرا مقصود صرف احقاق حق ہے، اس وقت تک اس پر قائم رہا ۔میں شاہ صاحب کو بزرگ و بزرگ زادہ اور ایک مشہور آستانہ کا سجادہ نشین سمجھتا تھا، اور اسی بنا پر یہ یقین تھا کہ وہ بھائی تو درکنار خود اپنی ذات کے مقابلہ میں بھی حق سے گریز نہ کریں گے۔ مگر:

ع خود غلط بود آں چہ پنداشتیم

خیر الحمد للہ، حق حق ہی ہو کر رہا اور آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح و ثابت ہو گیا، اب اس احقاق حق کا انکار روز روشن کا انکار ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ میں اس میں بالکل حق بجانب ہوں کہ ان تمام تحریرات کو جلد از جلد شائع کر دوں " وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ "(۱) اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔

زیادہ نیاز

از: کچھوچھہ

دیگر احوال:

بتاریخ ۳۰ر ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۱۹۳۳ء کو ایک کارڈ

---

(۱) پارہ ۳ر سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۳ر۔

(نمبر۔۶) بطور کھلی چٹھی رجسٹری شدہ روانہ کیا جو بتاریخ ۴؍ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۸؍ جولائی ۱۹۳۳ء کو بایں عبارت مرقومہ واپس آیا ''انکاری واپس ہے، دستخط انگریزی مخفف ۲۶؍ جولائی ۱۹۳۳ء''

یہ کھلی چٹھی بتوسط حکیم بدر العباد صاحب صدیقی ۶؍ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۰؍ جولائی ۱۹۳۳ء کے اخبار ''روزنامہ سیاست'' لاہور اور ۷؍ اگست ۱۹۳۳ء کے اخبار ہفتہ وار ''مجیب''فرخ آباد اور اخبار ''سچ''لکھنؤ میں بھی شائع ہوگئی۔ مگر صدائے برنخاست

چہ قدر بدشت وحشت بہ پیت دویدہ ام من
چہ قدر رمیدئی تو چہ قدر رسیدہ ام من

ترجمہ: چھوڑا نہ ساتھ گوشۂ دامان یار کا
اللہ رے حوصلہ مرے مشت غبار کا

ان امور کے معلوم ہو جانے کے بعد ناظرین کرام کو اندازہ ہو جائے گا کہ ابتدا ہر معاملہ میں اسی طرف سے ہوئی۔ اولاً تقریظ کی فرمائش ہوئی، اور تقاضا رہا، جب ادھر سے سکوت رکھا گیا تو استفتا آیا، میں نے سمجھنے یا سمجھا دینے کی کوشش کی، جب تک علمی مباحث کی تفصیل نہ کی جواب آیا۔ ایک ہی خط قدرے مفصل روانہ کیا، شاہ صاحب نے سکوت فرمایا، تقاضا گیا تو جواب امور مبحوث عنہا نہ آیا صرف جواب نہ دینے کی توجیہات آئیں، اس کا جواب دیا تو رجسٹری واپس آئی۔ آخری تدبیر احقاق حق یعنی دعوت مناظرہ کارڈ پر مزید رجسٹری کرا کر بھیجی، خدا کا، رسول کا (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مذہب حق کا واسطہ دلایا، بے سود ہوا، کارڈ انکاری واپس آیا، حالانکہ مسموع ہوا کہ کارڈ کی نقل باوجود عدم وصولی مولانا کو اٹاوہ آگئی۔ یہ کس قدر دیانت ہے کہ نقل حاصل کرلیں اور انکاری واپس کریں، گویا دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

چوں لشکر برون تاخت خصم از کمین
نہ ایمان ماند نہ تقویٰ نہ دین

ترجمہ: پڑا جس گھڑی معصیت کا حجاب
نہیں سوجھتا کچھ ثواب و عذاب

اب چارۂ کار صرف اتنا باقی ہے کہ بذریعہ کتاب یہ ثابت کر دیا جائے کہ احسن الانتخاب مسلک صوفیہ و طریقہ آباے مصنف اور مذہب جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔

یہ تینوں امور اپنے اپنے مقام پر ان شاء اللہ تعالیٰ پورے طور پر ثابت کر دیے جائیں گے اور انہیں تینوں امور کے اثبات سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں نے بلا وجہ اس کتاب سے اختلاف نہیں کیا، بلکہ وہ کتاب ہر سنی مسلمان کے اختلاف کے قابل ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اس کتاب کے مخالف صرف دیوبندی یا وہابی ہوں گے، کیوں کہ مطاعن صحابۂ کرام جمہور اہل سنت و صوفیاے کرام کے نزدیک یقیناً حرام ہیں۔ اس مسئلہ میں صرف روافض و خوارج جواز بلکہ ضرورت کے قائل ہیں نہ کہ معاذ اللہ اہل سنت یا حضرات صوفیاے کرام:

وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ (۱)

ترجمہ: اور جب تم نے یہ سنا تھا تو تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لائیں، اے اللہ! تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

تمام خطوط کی نقل حرفاً حرفاً یکجائی ہوگی تاکہ مقابلہ میں آسانی ہو، کوئی زیادتی نہ ہوگی سوا اس کے کہ عربی و فارسی عبارات کا سلیس ترجمہ و مطلب فٹ نوٹ میں ہو گا ضروری توضیح فٹ نوٹ میں بغرض سہولت ناظرین کر دی جائے گی۔

احسن الانتخاب کے لازمی نتائج:

اس کتاب احسن الانتخاب سے چند امور بطور نتیجۂ لازم پیدا ہونا ضروری ہیں:

(۱) پارہ:۱۸/ سورۂ نور، آیت:۱۶۔

۱۔ منکرین صوفیۂ کرام کو موقع ملتا ہے کہ وہ فرقۂ صوفیہ کو منسوب بہ تشیع کریں، جس کا ازالہ ہر وابستۂ سلسلہ حضرات صوفیہ پر لازمی۔

۲۔ جاہل متصوفین اور ناواقف وابستگان تکیۂ کا کوری کا دین و مذہب خراب ہونا یقینی ہے، اور صحابۂ کرام سے بدظن ہو جانا ضروری ہے۔

۳۔ ہماری آئندہ نسلوں کے خیالات خراب کرنے اور انہیں قائل و ساکت بنانے کو یہ کتاب شیعوں کے ہاتھ میں تیغ بے دریغ اور پیکان جاں گداز ہے کہ جہالت دن بدن ترقی کرتی جارہی ہے اور علم و علما مفقود ہوتے جاتے ہیں۔ ہماری آئندہ نسلوں کا بہ ظاہر نظر اس سے بھی زیادہ تاریک زمانہ ہوگا، ان کے قائل کر دینے کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک قدیمی صوفی و سنی علمی گھرانے کے چشم و چراغ نے وہی لکھا جو شیعی بہت پہلے سے کہتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ: بروایت معتبرہ مسموع ہوا کہ ایک ذی علم شیعہ نے اس کتاب کو دیکھ کر یہ الفاظ کہے:

"الحمد للہ صوفیوں میں بھی اب روشن خیال اور منصف پیدا ہونے لگے اور تیرہ سو برس بعد حق ایک سنی کے قلم سے ظاہر ہوا" آہ

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدؔی از دست خویشتن فریاد

ترجمہ: اوروں کو ہے دوسروں کا رونا
ہم مارے ہوئے ہیں آپ اپنے

کتابوں میں قطع و برید:

میں نے انقطاع خط و کتابت کے بعد حسب اصرار مقامی و بیرونی جماعت کثیرہ اہل سنت (کثر اللہ سوادھم) اس کی کوشش کی کہ اس خط و کتابت کو مع اس مبحث کے کہ احسن الانتخاب میں "صحابیت" اور صحابۂ کرام کے متعلق جو کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے وہ عموماً جمہور اہل سنت و حضرات صوفیہ کرام اور خصوصاً اشیاخ طریقت و آباؤ اجداد مصنف کے قطعاً

خلاف ہے۔ اور ان کا ہرگزوہ مسلک نہیں جو مصنف نے اختیار کیا ہے، شائع کردوں، لیکن اس مبحث میں چھان بین کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو کتابیں ان حضرات یعنی برادر اکبر شاہ حبیب حیدر صاحب، واوسط شاہ تقی حیدر صاحب، واصغر شاہ علی حیدر صاحب کے نام یا اہتمام سے شائع ہوئی ہیں ان میں سے بیشتر میں ان حضرات کی دست برد سے قطع و برید عبارات وتغیر وتبدل موجود ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس کے کچھ نمونے بھی ناظرین کی خدمت میں بغرض دل چسپی پیش کر دیے جائیں۔

”روض الازہر“، ”نفحات العنبریہ“ ، ”احسن الانتخاب“ اس کے لیے منتخب کی گئیں۔ روض الازہر مصنفہ شاہ تقی علی صاحب ہے، مگر اس کے از سر نو ترتیب کنندہ ومدون ومصحح شاہ حبیب حیدر ہیں، لہٰذا وہی ہر بات کے جوابدہ ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال ہوا کہ احسن الانتخاب کے متعلق حضرات علمائے اہل سنت سے فتوے لیے جائیں، لہٰذا اس کے لیے وہی حضرات منتخب کیے گئے کہ جنہیں نہ دیوبندی کہا جاسکتا ہے نہ وہابی، بلکہ ان میں اکثر حضرات وہ ہیں جو کسی نہ کسی سلسلہ عالیہ صوفیہ سے منتسب ہیں، اور حضرات اہل سنت کے نزدیک نہایت مستند۔

یہ سب چیزیں تقریباً مرتب ہو چکی تھیں کہ وسط شوال ۱۳۵۲ھ میں سنا گیا کہ ”فصل الخطاب“ کا جواب تکیہ سے شائع ہو گیا۔ چوں کہ شاہ حبیب حیدر صاحب نے اپنے خط مورخہ ۱۶/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ میں اس جواب کا ذکر کر کے مشتاق بنا دیا تھا، ساتھ ہی یہ بھی وعدہ تھا کہ: ”وہ بعد طبع آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا“ ، جس سے میں سمجھا کہ جواب میں میرے خطوط ضرور ملحوظ ہوں گے ، اور انہیں حضرات کا تیار کردہ ہوگا۔ وعدۂ ارسال تو آج تک ایفا نہ ہوا، مگر میں نے دوسرے ذرائع سے اسے منگا لیا۔

کتاب ”رفع الحجاب“ کے نام سے موسوم کی گئی ہے، جو واقعی اسم بامسمیٰ ہے اور ان حضرات کے دین وایمان، تقویٰ ودیانت، علم وفضل سب کی پردہ برافگن ہے۔ کتاب ضرور میرے خطوط کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی گئی جب ہی تو ص: ۲۲۲/ پر مناقب حافظیہ سے، جو

میرے حضرت دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے، حوالہ دیا گیا ہے جس سے مصنف ''فصل الخطاب'' کو دور کا بھی رشتہ و واسطہ نہیں۔ نہ ان کے لیے وہ مسکت و حجت ہو سکتا ہے۔ کتاب ''رفع الحجاب'' اگرچہ ایوب علی صاحب وکیل کی جانب منسوب ہے، مگر اس کا طرز تحریر، طریقۂ استدلال، اسلوب بیان، قطع و برید و فریب دہی، سب بہ زبان حال پکار رہے ہیں کہ:

ع کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

غالباً شاہ حبیب حیدر صاحب کے خط روانہ کرنے تک کوئی صاحب کتاب کے لیے نامزد نہ ہوئے تھے، ورنہ جیسا ''فصل الخطاب'' کے متعلق '' یہاں کے ایک صاحب'' لکھا تھا ویسے ہی مجیب کے متعلق ''گونڈہ کے ایک صاحب'' لکھ دیتے۔ دوسرے بسلسلۂ استفتا، مذکورۂ سابق آمدہ کانپور، مولوی وصی علی صاحب کی گفتگو سے واضح ہو گیا تھا کہ جواب فصل الخطاب تکیہ کی چار دیواری کے اندر مرتب ہو رہا ہے اور وہیں سے فتووں کی مانگ ہے چوں کہ ان کے حسب منشا خلاف دیانت کسی صاحب نے جواب نہ دیا، لہٰذا فتویٰ کے جواب میں کوئی فتویٰ شائع نہ کیا گیا ﴿3﴾۔ اگر قلب ذی حس رکھتے ہوتے تو یہی ناکامی متنبہ کرنے کو کافی تھی۔

رفع الحجاب کا اصل جواب تو مؤلف فصل الخطاب دیں یا نہ دیں یہ ان کا فعل ہے، دوسرے کو اس سے کیا غرض، لیکن جس مقام پر میرے مباحث کو تعلق ہو گا وہاں بقدر ضرورت کچھ خدمت کر دی جائے گی، کیوں کہ ہمارے نزدیک یہ کتاب جناب شاہ صاحب ہی کی جدت طبع کا نتیجہ ہے جو ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ نیز کچھ نمونے قطع و برید و فریب و تحریفات معنوی کے کتاب ہٰذا کے حصۂ دوم موسومہ بہ ''انکشافات ستم'' میں ناظرین کرام کو ملاحظہ کرائے جائیں گے۔

بوارق العذاب کے تین حصے:

ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ میں دوسری جلد '' نفائس المنن'' بھی دیکھنے کو مل گئی، اور ممکن ہے کہ اب تیسری جلد بھی شائع ہو گئی ہو یا عنقریب شائع ہو جائے اور ہر نئی کتاب میرے لیے کچھ نہ کچھ ازدیاد حجم کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی اس کتاب مسمیٰ باسم تاریخی ''بوارق

العذاب لاعداء الاصحاب (۱۴۳۵ھ)" کو تین حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ پہلا حصہ مسمیٰ باسم تاریخی "حوصلہ شکن خطوط مسلسل (۱۴۳۵ھ)" یہی ہے جو ناظرین کرام کے پیش نظر ہے۔ دوسرے حصہ مسمیٰ باسم تاریخی "انکشافات ستم (۱۴۳۵ھ)" میں ان حضرات ثلاثہ کے بلند بانگ ادعاے تحقیق و تنقید اور مصنفات کا کچا چٹھا ہو گا۔ تیسرے حصہ مسمیٰ باسم تاریخی "دافع اشرار فتویٰ (۱۴۳۵ھ)" میں ان کا مخالف عقائد اہل سنت و اشیاخ طریقت و آباؤ اجداد ہونا ثابت کیا جائے گا[1] اور اسی کے ساتھ فتاویٰ مستند علماے کرام اہل سنت ہوں گے۔ یہ دونوں حصہ بھی انشاء اللہ العزیز علاحدہ علاحدہ طبع کرائے جائیں گے، تاکہ ناظرین باتمکین کو زیادتی حجم بار نہ ہو، اور بسہولت ملاحظہ فرمایا جاسکے۔ و اللہ ولی التوفیق

آخر میں اتنا اور ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ میرے مخاطب صحیح شاہ حبیب حیدر صاحب ہیں، وہ میرے جواب میں جو کچھ رطب و یابس تحریر کریں گے اس کا جواب دیا جائے گا۔ لیکن حوار یین میں سے اگر کسی صاحب نے چناں وچنیں اور قال اقول کیا تو اس پر کوئی التفات نہ کیا جائے گا، نہ انہیں قابل جواب سمجھا جائے گا۔

ربنا افتح بیننا و بین قومنا
بالحق و انت خیر الفاتحین

(۱) بوارق العذاب کے اس تیسرے حصے کے شائع ہونے سے پہلے جناب شاہ حبیب حیدر صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ جس کے بعد رئیس الفقہا خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس حصے کو بطور اثبات مسئلہ بغیر کسی کو مخاطب بنائے شائع کیا جائے، مگر اسی بیچ مولانا وصی علی صاحب کی در پردہ دسیسہ کاریوں کا علم جب آپ کو ہوا، تو آپ نے ان کے جواب میں ایک رسالہ "مولانا وصی علی صاحب کی رسمی حقانیت" تحریر فرمایا، جس کے چلتے مذکورہ بالا حصہ شائع نہ ہوسکا۔ اور اب یہی رسالہ بوارق العذاب کے تیسرے حصہ کے طور پر شامل کتاب ہے ——— عابد چشتی

پہلا خط

بنام شاہ حبیب حیدر صاحب

هو الصمد

بسم الله الرحمٰن الرحيم

بجناب والا مراتب مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر، دام مجدہ!

حقیر پس از تحیات مسنونہ و تسلیمات نیاز مندانہ عارض ہے کہ مخدومی مولانا وصی علی صاحب ﴿4﴾ کے ذریعہ سے کتاب احسن الانتخاب عرصہ ہوا مجھے ملی، اس زمانہ میں اپنے یہاں کے انتظامات عرس شریف سے فرصت نہ تھی کہ باطمینان دیکھتا۔ پھر میرے یہاں ایک شادی تھی جس نے فرصت نہ دی، رمضان شریف میں کچھ دیکھنے کی نوبت آئی کہ شوال میں گھر میں علالت شروع ہوگئی۔ الحمد للہ کہ اس سے بھی باحسن وجوہ نجات ہوئی۔ مولانا نے جب کتاب عنایت فرمائی تو تقریظ کے لیے بھی تاکیداً ارشاد فرمایا، پھر بکرات تقاضہ بھی آتا رہا، مگر میری عدیم الفرصتی بالاستیعاب دیکھنے سے مانع تھی، لہٰذا تعمیل ارشاد سے مجبور رہا۔

بزرگان تکیہ کاظمیہ میری نظر میں:

قبل اظہار خیال مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند باتیں عرض کردوں جو بلا تصنع و رنگ آمیزی ہیں (و كفىٰ بالله شهيدا)۔ مجھے جناب کی زیارت صوری سے بوجہ محرومی اب تک عزت حاصل کرنے کی نوبت نہیں آئی، مگر تکیہ شریفہ کے بزرگوں کے حالات، اور ان کے علمی مراتب و باطنی مدارج حضرت ابی و مرشدی قدس سرہ کی زبان مقدس سے سنے اور کتب مصنفہ دیکھیں جو میری عقیدت کے لیے کافی سرمایہ تھا، اور ہے، نیز جناب کا اپنے اسلاف و

صوفیۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قدم بقدم ہونا روایات معتبرہ سے سنتا رہا، مزید براں کتاب مستطاب "الروض الازہر" و "الدر المنظم" کی طبع سے جناب کو علمی و عملی دونوں حیثیتوں سے اپنے اسلافِ کرام کا صحیح جانشین سمجھتا رہا۔ اور چوں کہ حضرات صوفیہ کرام سے نسبت غلامی بحمد اللہ حاصل ہے، لہٰذا کبھی جناب سے خیال غیریت نہ آیا، بلکہ اس زمانۂ فتن میں جبکہ اکثر مقامات مقدسہ بظاہر خالی ہیں، جناب پر افتخار رہا، لہٰذا میں جو کچھ عرض کروں اسے مخالفت پر محمول نہ فرمائیں، بلکہ ہمدردانہ معروضات تصور فرمائیں:

من و تو ہر دو خواجہ تا شانیم
بندۂ بارگاہِ سلطانیم

احسن الانتخاب کے اختلافی پہلو:

چوں کہ مصنف کتاب جناب کے برادر خورد و شاگرد و مرید ہیں، اور تکیہ شریف سے نسبت مخصوصہ بہر صورت رکھتے ہیں، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ جو کچھ عرض کیا جائے وہ جناب کی خدمت میں، تاکہ بطور حکَم جناب انصافانہ ملاحظہ فرما کر جس کی غلطی ہو اسے متنبہ فرمادیں۔ مجھے اپنی رائے پر کبھی اصرار نہ ہوگا، بشرطے کہ مجھے میری غلطی سمجھا دی جائے، اور یہی حسن ظن مصنف علام کی خدمت میں رکھتا ہوں۔

میں اس وقت جو کچھ عرض کروں گا وہ حضرات صوفیۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک اور روش کے مطابق ہوگا، نہ علمائے ظاہر کے، نہ اس وقت کتاب پر ایرادات وارد کرنا ہیں کہ روش مناظرہ و مجادلہ قائم کی جائے۔ حالاں کہ کتاب میں بیشتر مقامات ایسے ہیں کہ جن پر بہت کچھ مواقع اختلاف موجود ہیں۔

تمام صوفیہ کرام بلا نکیر احدے متفق ہیں کہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضل امت ہیں، اور خود مصنف کا بھی یہی خیال ہے جیسا کہ ص: ۳۵۷ ر پر تحریر فرمایا، لیکن باوجود اس کے اکثر صحابۂ کرام بلکہ خلفائے راشدین پر بھی مصنف صاحب نے مطاعن خفی، و

مطاعن جلی، و مطاعن اجلیٰ تک سے گریز نہیں فرمایا، الفاظ عموماً مکروہ و درشت استعمال فرمائے اور اخبار احاد و روایات تاریخیہ (جو کیسے ہی ثقہ راویوں سے کیوں نہ مروی ہوں ہرگز ظنیات سے آگے قدم نہیں رکھتیں، (جسے جناب مصنف صاحب نے خود ص:۴۸۱/۴۸۰، پر تسلیم فرمایا ہے) کی بنا پر نہ صرف حرمت صحابیت سے بالکل پہلوتہی فرمائی، بلکہ نص قرآنی:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۟ (۱)

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) خرچ کیا اور قتال کیا، وہ (اور تم) برابر نہیں ہوسکتے، وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بلند ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، مگر اللہ نے حسن آخرت (یعنی جنت) کا وعدہ سب سے فرمادیا ہے، اور اللہ، جو کچھ تم کرتے ہو، ان سے خوب آگاہ ہے۔

سے بھی بے پرواہی کی گئی، کہ مومنین بعد فتح تو در کنار بعد حدیبیہ بھی کسی شمار میں نہ رہے۔ حالاں کہ نص مذکورہ بالا میں تمام صحابہ کرام سے وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا۔ اس وقت تفصیل و تشریح مقامات سے درگذر کرتا ہوں، صرف یہ دکھاؤں گا کہ سید الاولیا، غوث الاغوات رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین کی فصل "و یعتقد اھل السنۃ ان امۃ محمد علیہ السلام خیر الامم" کو من اولہٖ الیٰ آخرہٖ ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے بعد کتاب احسن الانتخاب پر اول سے آخر تک نظر فرماجائیں اور انصاف فرمائیں کہ مدعی قادریت و متبع سلوک

(۱) پارہ:۲۷، سورۂ حدید، آیت:۱۰۔

غوث الثقلین کا اتنا مخالف عقائد غوث پاک ہونا کہاں تک حق بجانب ہے ؟ ۔ دور کیوں جائیے صرف ” الروض الازہر “ (مصنفہ جدامجد شاہ حبیب حیدر و مصنف احسن الانتخاب) کو ص: ۳۴۴ر سے ص: ۳۸۶ر تک ، اور ”شہادت نامہ “(مؤلفہ پدر بزرگوار شاہ حبیب حیدر و مصنف احسن الانتخاب) کو ص:۸ر سے ص: ۱۶ر تک ، اور ص: ۵۲، ۵۴، ۵۸ ، ملاحظہ فرما کر احسن الانتخاب کو از اول تا آخر ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے کہ کہاں تک مصنف صاحب نے آبائے کرام و مشائخ عظام کے مسلک کو ملحوظ رکھا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ اپنے خیال کے مخالفین کو کیا کچھ نہیں کہہ ڈالا، جن میں سے اکثر اعتراضات بلا تاویل ان حضرات پر وارد ہیں۔

دو تشویش ناک نتیجے:

میں اس وقت مجملاً حضرت کے علم و فضل پر بھروسہ کر کے عرض کر رہا ہوں اگر ضرورت ہوئی تو ہر معروضہ کی ان شاءاللہ کافی تشریح کردی جائے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ طریقۂ اسلم مجمع علیہ اہل سنت و صوفیہ کرام یعنی ”کف لسان“ دربارۂ مشاجرات صحابۂ کرام کیوں ترک فرمایا گیا، اور وہ روش اختیار کی گئی کہ کہنے والا کہہ دے کہ تصنیف ہٰذا ”لا علیٰ حب علی بل علیٰ بغض معاویة “(مولا علی کی دوستی کی بنا پر نہیں بلکہ امیر معاویہ کی دشمنی کی بنا پر)۔ یا اصول ” تولا، بلا تبرا مقبول نیست “ (مولا علی کی دوستی، امیر معاویہ وصحابہ کی دشمنی و گستاخی کے بغیر مقبول نہیں) کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی۔ اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه.

انصافاً ارشاد فرمائیے کہ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد اردوداں طبقہ جو جناب کے خاندان سے عقیدت رکھنے والا ہے، صحابہ کو کیا کچھ کہنے کو تیار نہ ہو جائے گا، اور صاحب تمیز طبقہ جو اہل سنت کے معتقدات سے واقف ہے کیسی کچھ وحشت نہ کرے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس سمع خراشی کو معاف فرماتے ہوئے مجھے راہِ صواب دکھانے سے گریز نہ فرمایا جائے گا۔ والسلام مع الاکرام۔

مصباح الحسن

از: کچھوچھہ ۔ ۹ر ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ

پہلے خط کا جواب

شاہ حبیب حیدر کی طرف سے

از: حقیر حبیب حیدر

بسامی خدمت، ہمہ عنایت، محب الفقرا، انیس الغربا، مجمع الفضائل و المنن مولوی سید شاہ مصباح الحسن صاحب زیدت مکارمہ !

بعد سلام ممنون، نیاز مشحون و دعاہاے استقامت برروش اسلاف عوالی مرتبت، حالی خاطر حظیر باد۔ صحیفۂ عنایت و مکرمت رقم تقریبًا ایک ہفتہ سے زائد ہوا بسبیل ڈاک، بصیغۂ رجسٹری صادر ہوکر سرمایۂ فرحت وانبساط یاد آوری وفقیر نوازی ہوا۔ فقیر حقیر عرصۂ دراز سے اخی المعظم مولوی محمد وصی علی صاحب کی زبانی آپ کے اخلاق حسنہ وفضائل مستحسنہ سن کر خواہش مند تھا کہ آپ کی خدمت میں نیاز حاصل کرے، مگر بوجہ تن پروری و بعض مشاغل معمولی اس کی نوبت نہ آسکی، اور اس کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی کہ جس نے زائد ثبوت آپ کے کریم الاخلاق وعمیم الاشفاق ہونے کا دیا، یہ آپ ہی کے حصہ کی چیز تھی جس کو آپ نے ظاہر فرمایا۔ جزاکم رب البرایا و وقاکم عن الشرور و البلایا۔

آپ نے جن الفاظ سے اس خاکسار کو یاد کیا یہ آپ کی عنایت بے غایت ہے، مجھے تو بجائے خود اپنے اسلاف کرام سے اظہار انتساب کرتے ہوئے بھی حسرت وندامت ہوتی ہے چہ جائے کہ ان حضرات کی علمی وعملی وراثت کا ادعا۔

کتاب احسن الانتخاب کا ملاحظہ سے گذر جانا اور اس پر تقریظ نہ تحریر ہوسکنے کی مجبوری بھی دریافت ہوئی، آپ اس کا کچھ زائد خیال نہ کریں مجبوری سے معذوری ہو ہی جاتی ہے۔ جو موانع تحریر فرمائے گئے مثل انتظامات عرس شریف، وتقریب نکاح، وتعلقات علالت اہل

خانہ صاحبہ یہ سب واقعی امور معذوری ہیں۔

احسن الانتخاب تالیف ہے، تصنیف نہیں:

کتاب موصوف کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا کہ:

"جناب انصافانہ ملاحظہ فرماکر جس کی غلطی ہو متبنہ فرمادیں"

اس کے متعلق التماس یہ ہے کہ یہ تالیف ہے نہ کہ تصنیف، جن بزرگوں کے کلام سے مضامین انتخاب کر کے لکھے گئے ہیں ان کی فہرست بھی دیباچہ میں دے دی گئی ہے، وہ اصل کتابیں ملاحظہ کر لی جائیں تب رائے قائم کرنے کا زیادہ موقع مل سکتا ہے۔ حضرات خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر مطاعن جلی و اجلیٰ کا حق کسی مسلمان کو نہیں ہو سکتا، لیکن جو امور کہ علما، محدثین و مؤرخین اپنی تالیفات میں تحریر فرما چکے، ان کے متعلق کیا کہا جائے ؟۔ اگر یہ کتابیں مثل سابق عربی زبان میں رہتیں تو زائد بہتر تھا؟ اب تو کمتر کوئی کتاب فن حدیث یا فن سیر کی ایسی ہوگی کہ جس کا ترجمہ نہ ہو گیا ہو اور عوام اردو داں طبقہ اس سے واقف نہ ہو گیا ہو، مولوی شبلی صاحب مرحوم نیز دیگر علماے زمانہ کی تصانیف ایسے طرز و روش پر واقع ہوئی ہیں کہ جن میں بہت سے امور ایسے موجود ہیں کہ جس سے اردو داں لوگ بہت کچھ رائیں قائم کر سکتے ہیں، اور کرتے ہیں۔ حضرت مولاے کائنات کرم اللہ وجہہ کے مآثر شریفہ لکھنے والا تو بہت مجبور ہے تاریخی اور جبی حیثیت سے کہ وہ اپنے آپ کو ان امور کے تحریر سے بالکل علاحدہ رکھ سکے۔

"روض الازہر" پر قیاس، مع الفارق ہے:

کتاب "روض الازہر" و "شہادت نامہ" ان دونوں کتابوں کا موضوع لہ، احسن الانتخاب کے موضوع لہ سے علاحدہ ہے، اس کا قیاس، ان پر، قیاس مع الفارق ہے، روض الازہر کے جن صفحات کا حوالہ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ بخوبی پیش نظر ہے، اسی کے ساتھ حضرت مصنف روض الازہر کی وہ عبارت جو انہوں نے حضرت مولاے کائنات کرم اللہ

وجہہ کے حالات میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی ”تفسیر فتح العزیز“ سے لے کر ص:۱۰۹/ سے ص:۱۱۲/ کے نصف تک لکھی ہے، وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ نیز مبحث تفضیل شیخین بھی، علاوہ اس کے کسی ایک ذات خاص کے فضائل بیان کرنا یہ دوسرے کے فضائل کا قادح نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ سے جو انتساب صوری و معنوی مصنف احسن الانتخاب کو بحمد اللہ حاصل ہے کہ نسباً بھی انتساب ہے اور طریقتاً بھی، اس کی بنا پر ان کا شغف اس امر خاص میں میرے خیال ناقص میں قابل ملامت یا گرفت نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ثم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ خاص جو کتاب ”لطائف اشرفی“ ص:۱۸، ۱۹/ میں مرقوم ہے، ملاحظہ فرما لیا جائے، اور ”مناقب حافظیہ“ میں جو مولوی ہادی علی خان صاحب مغفور نے ص:۱۳۱/ میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا مقولہ نقل کیا ہے (۱) وہ تو ملاحظہ سے گذرا ہی ہوگا، نیز کتاب ”قول المستحسن“ و ”ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ“، کیوں کہ یہ سب کتابیں طبع ہو گئی ہیں۔

”غنیۃ الطالبین“ غوث اعظم کی تصنیف نہیں:

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو مقولہ کتاب مستطاب ”غنیۃ الطالبین“ سے نقل کر کے تحریر فرمایا گیا ہے، تو اس کے متعلق اکثر علمائے کرام کا یہ ارشاد ہے کہ یہ حضرت کی تصنیف نہیں ہے، صرف آپ کی جانب منسوب کر دی گئی ہے۔ چناں چہ مولانا محمد نعیم لکھنوی فرنگی محلی و مولانا عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی و مولوی حکیم وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو اپنے مصنفات میں تحریر بھی کیا ہے۔ اول الذکر کا ایک رسالہ موسومہ بہ ”تنقید الکلام المنسوب الیٰ غوث الانام“ ہے، اور ثانی الذکر کی تصنیف ایک رسالہ ”

(۱) یعنی ”شیخ عبد الحق محدث دہلوی نوشتہ اند کہ وقتیکہ کہ ذکر جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام باشد دراں وقت نام ایشاں (حضرت امیر معاویہ) بتعظیم نباید گفت۔ عابد چشتی

الرفع و التکمیل فی الجرح و التعدیل "ہے، یہ دونوں رسالے طبع بھی ہو گئے ہیں، اور یہ دونوں حضرات طریقتاً سلسلۂ عالیہ قادریہ کے منتسبین میں بھی تھے۔ مولوی حکیم وکیل احمد سکندر پوری کے رسالہ کا نام "صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان" ہے یہ بھی طبع ہو گیا ہے۔

حضرات صوفیاے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر جو کچھ انعام واحسان وکرم وفیضان اور ان کے منتسبین کی حمایت وحفاظت و مشکل کشائی جیسی کچھ حضرت مولاے کائنات کرم اللہ وجہہ سے ہوئی اور ہوتی رہتی ہے وہ بھی مخفی نہیں۔ ملک العلما شیخ شہاب الدین عمر دولت آبادی "مناقب السادات" کے آخر میں بعد دیگر نصائح نفیسہ کے فرماتے ہیں:

"وسادات کہ نتیجۂ سر دفتر اولیا امیر المؤمنین، امام المتقین علی کرم اللہ وجہہ اند، پیر و پیرزادۂ ہمہ عالم باشند، واگر کسے تمام پیران عالم را رسیدہ باشد، وزہد تمام پیران عالم را دریافتہ واز کرامت اخبار مغیبات گوید، وبر ہوا پرد، لیکن سر موئے خلاف قاعدۂ ادب و سوء عقیدت چیزے در دل داشتہ باشد، تحقیق بداں! کہ او ضال و مضل است، ہر گاہ کہ خود چنیں بود، دیگراں را چوں رہاند۔"(۱)

ترجمہ: سادات کرام جو سردار اولیا امیر المومنین، امام المتقین علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند ہیں، تمام دنیا کے پیر زادے اور پیر ہوں گے، اگر کوئی شخص دنیا بھر کے پیروں کا زیارت کردہ ہو، اور پارسائی میں ان سے بڑھا ہوا ہو، اور کرامتاً چھپی ہوئی باتیں ظاہر کرتا ہو، اور ہوا میں اڑتا ہی کیوں نہ ہو، مگر ان کی خدمت میں ذرہ برابر بے ادبی اور بد عقیدگی دل میں رکھتا ہے تو یقین جانو! کہ وہ خود بھی گمراہ، اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ اور جب کہ خود

---

(۱) ------------------------------

گمراہ ہے تو دوسروں کو گمراہی سے کیسے
بچا پائے گا۔

اب یہ ارشاد کہ: ”مجھے راہِ صواب دکھانے سے گریز نہ فرمایا جائے گا“ اس کے متعلق سوا اس کے اور کیا عرض کروں۔ ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

آپ اپنے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی قولاً، فعلاً، قلباً و قالباً متابعت رکھیں، اور اسی پر استقامت اختیار فرمائیں، اس سے بڑھ کر کوئی راہِ صواب نہیں ہوسکتی، کیوں کہ یہ حضرات جیسے کچھ عاملین کتاب و سنت و ماہرین شریعت و طریقت تھے، وہ ان کی کتب و مصنفات سے ظاہر ہے، اور یہی فقیر حقیر نے اپنے بزرگوں سے بھی سنا ہے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ و ایاکم ھٰذاا لمقام بجاہ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہ الیٰ ساعۃ القیامۃ .

امید کہ یہ میری گذارش مخلصانہ و نیازمندانہ تصور کی جائے، نہ مخالفانہ و معاندانہ، اب اس قدر اور التماس ہے کہ ارسال جواب میں تاخیر بہت ہوگئی جو زحمت کہ انتظار جواب میں اٹھانا پڑی ہو، وہ معاف فرمائی جائے۔ فقط والسلام خیر ختام

از: کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ

مؤرخہ ۲۷/ ذی قعدہ، روز جمعہ

دوسرا خط

شاہ حبیب حیدر صاحب کے خط کے جواب میں

بجناب والا مراتب مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر، دام مجدہ !

حقیر پس از تحیات مسنونہ و تسلیمات نیاز مندانہ عارض ہے، صحیفۂ گرامی مؤرخہ ۲۷ر ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ بجواب عریضۂ نیاز مند صادر ہو کر باعث صد ہزار عزت افزائی و سرور و بہجت ہوا۔

شبہات پر دوبارہ دعوت فکر:

الحمد للہ کہ جو کچھ عرض کیا گیا تھا اسے مخالفت و معاندت پر محمول نہیں فرمایا گیا، بلکہ ہمدردانہ معروضات ہی سمجھے گئے، اسی لیے پھر جرأت ہوتی ہے کہ اپنے شبہات پر توجہ دلائی جائے اور مکرر غور فرمانے کی تکلیف دی جائے۔ میں نے جو کچھ عرض کیا تھا اس پر کافی غور کا موقع مشاغل ضروری نے غالباً نہیں دیا۔ مجھے شغف حب مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر کوئی اعتراض نہیں، نہ یہ کہا کہ حضرات صوفیۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مخصوص تعلقات حضرت مولا کی ذات گرامی سے نہیں ہیں، نہ اس کا ادعا کہ حضرات صوفیہ پر کرم و فیضان، انعام و احسان کہیں اور سے ہوتے ہیں، نہ اس کا جاحد کہ حضرات صوفیہ کے منتسبین کی حمایت و حفاظت و مشکل کشائی ذات گرامی نہیں کرتی۔ ان باتوں کا تو انکار کوئی خارجی یا وہابی ہی کرے گا، میں تو بحمد اللہ نسباً و طریقتاً ذات اقدس حضرت مولائے کائنات سے ہی نسبت رکھتا ہوں اور نسباً صرف ”علوی“ ہی نہیں بلکہ ” فاطمی“ بھی ہوں، عقیدتاً سنی صحیح العقیدہ، پابند مذہب سلف صالح ہوں، میرا ایمان ہے کہ فاتح باب ولایت کے محامد و

فضائل کا مجتمع کرنا ہم ایسے ناقص العلم و قاصر الفہم تو در کنار حضرات علمائے کرام کے امکان سے بھی باہر ہے۔ میں نے عریضۂ ماقبل میں عرض کیا تھا کہ:

"تمام صوفیہ کرام بلا نکیر احدے متفق ہیں کہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضل امت ہیں، اور مصنف علام کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن باوجود اس کے اکثر صحابۂ کرام بلکہ خلفائے راشدین پر بھی مصنف صاحب نے مطاعن خفی و مطاعن جلی و مطاعن اجلیٰ تک سے گریز نہیں فرمایا، الفاظ عموماً مکروہ و درشت استعمال فرمائے، اور اخبار احاد و روایات تاریخیہ (جو کیسے ہی ثقہ راویوں سے کیوں نہ مروی ہوں ہرگز ظنیات سے آگے قدم نہیں رکھتیں، جسے جناب مصنف صاحب نے خود ص: ۴۸۰/ و ص: ۴۸۱/ پر تسلیم فرمایا ہے)۔ کی بنا پر حرمت صحابیت سے بالکل پہلوتہی فرمائی بلکہ نص قرآنی:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ط وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ (۱)

سے بھی بے پرواہی کی گئی کہ مومنین بعد فتح تو در کنار بعد حدیبیہ بھی کسی شمار میں نہ رہے۔ حالاں کہ نص مذکورۂ بالا میں تمام صحابۂ کرام سے وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا۔

صحیفۂ گرامی میں اس کا مجھے کہیں جواب نہ ملا، صرف اتنا فرما دینا کہ:

"خلفائے راشدین کے متعلق جو امور علمائے مؤرخین و

(۱) پارہ: ۲۷/ سورۂ حدید، آیت: ۱۰۔

محدثین تحریر فرماچکے ان کے متعلق کیا کہا جائے“

کافی نہیں۔ ان کے متعلق وہی کہا جائے گا جو علمائے ربانیین فرماتے ہیں، کون سی بات ان حضرات نے بلا جواب چھوڑی، اور مشککین کی کیا کچھ دہن دوزی نہیں فرمادی۔

مؤلف بھی جواب دہ ہوتا ہے:

یا صرف اتنا جواب کہ: ” احسن الانتخاب تالیف ہے تصنیف نہیں“، تسکین بخش نہیں ہو سکتا۔ کیا تالیف کا ذمہ دار مؤلف اس حالت میں نہیں ہوتا کہ روایات و اقوال مستنداً و اثباتاً ذکر کرے؟ نہیں بلکہ جن روایات و اقوال کو اثباتاً ذکر کیا جائے گا وہ مسلمۂ مؤلف سمجھی جائیں گی اور ان کے جواب دہ مؤلف بھی ویسے ہی ہوں گے جیسے خود مصنف ہوتے ہیں۔ اگر یہی اصول مقرر کرلیا جائے تو ہزاروں تالیفات متقدمین و متأخرین درجۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی۔

علاوہ ازیں کتاب میں جو محاکمات فرمائے گئے وہ تو مصنف صاحب ہی کے خیالات و الفاظ ہیں، نہ دوسرے کے، ان پر نظر فرمائیے اور انصاف کیجیے کہ کہاں تک مصنف صاحب نے مطابق مذہب اہل سنت و مسلک صوفیۂ کرام تحریر فرمائے ہیں۔ اب بھی حضرت کے علم و فضل پر بھروسہ کر کے مجملاً عرض کر رہا ہوں۔ نیز زیادہ تشریح میں خیال ہے کہ مجھے معاند و مجادل نہ سمجھ لیا جائے، ہاں اگر بطیب خاطر ارشاد عالی ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل و تشریح کو موجود ہوں۔

روض الازہر پر ”قیاس مع الفارق“ کا جواب:

ملاحظہ فرمائیں! شہادت نامہ میں حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے کس خوبی سے مذہب و مسلک اہل سنت کو ملحوظ رکھا ہے۔ الروض الازہر میں کون سی بات خلاف مسلک و مذہب اہل سنت ارقام فرمائی گئی؟۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت نے یہ کیوں تحریر فرمایا کہ:

” الروض الازہر و شہادت نامہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔“

عقائد و احکام کسی موضوع لہ کے تحت میں مذکور ہوں، ضرور قابل قبول و استناد ہیں کہ کلیہ فقہیہ "العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" (اعتبار عام الفاظ کا ہے نہ خاص اسباب کا)، مسلم و محکم ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ آیات محکمات تک درجۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں کہ مواقع و شان نزول اب کہاں باقی ہیں۔ علاوہ ازیں الروض الازہر میں کیا وہی مباحث موجود نہیں ہیں جو احسن الانتخاب میں ہیں؟۔ کیا باب تفضیل و صحابیت و فضائل اہل بیت و حکم مشاجرات صحابہ نہیں لکھے گئے اور احسن الانتخاب میں یہی مباحث موجود نہیں ہیں؟ اور دونوں میں زمین وآسمان کا فرق نہیں ہے؟۔ کیا موضوع لہ سوانح عمری قائم کر لینے سے مصنف و مؤلفِ کتاب، عقائد و احکام شرعیہ سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، یہ روش و طرز تو روافض و آزاد خیالوں کا ہے اور انہیں کو مبارک رہنا چاہیے، ایک صوفی و صافی عالم اہل سنت کو وہی زیبا ہے جو عارف جامیؒ علیہ الرحمۃ نے اختیار فرمایا۔

ترجمہ:

جز بآل کرام و صحب عظام	آل و اصحاب پاک شاہ انام
سلک دین نبی نیافت نظام	ناظم دین ہیں حامی اسلام
نام شاں جز باحترام مبر	ذکر ان کا ادب کے ساتھ ہی کر
جز بہ تعظیم سوے شاں منگر	بے ادب ان کی سمت کر نہ نظر
ہمہ را اعتقاد نیکو کن	سب کو اچھا ہی جان اے مومن
دل ز انکار شاں بہ یکسو کن	ان کا انکار اور تجھ سے فطن
ہر خصومت کہ بود شاں باہم	ان کے جو کچھ نزاع تھے باہم
بہ تعصب مزن در آنجا دم	اس میں لب کھولنا ہے گویا سم

بر کس انگشت اعتراض منہ　　　اور خلاف ادب نہ تو کچھ کہہ
دین خود رائگاں ز دست مدہ　　　ورنہ ایمان و دین سے کورا رہ

حکم ایں قصہ با خدا بگذار　　　حکم اس کا خدا کو سونپ اے یار
بندگی کن ترا بحکم چہ کار　　　کفش بوسی کو اس سے کیا سروکار

آں خلافے کہ داشت باحیدر　　　کشمکش قضیۂ خلافت پر
در خلافت صحابی دیگر　　　با علی و صحابی دیگر

حق در آں جا بدست حیدر بود　　　حق پہ اس باب میں تھے شیرودود
جنگ باوے خطاے منکر بود　　　جنگ ان سے خطا تھی نا محمود

آں خلاف از مخالفاں مپسند　　　گو لڑائی کبھی نہ کر تو پسند
لیک از طعن و لعن لب بر بند　　　پر مطاعن سے کر زباں کو بند

نہ وہ جو مصنف علام نے عقیدہ و مذہبی دلائل کے متعلق ص:۵۹/۳ و ص:۳۸۴/ پر تحریر فرمایا۔ اگر الروض الازہر کے وہ صفحات ملحوظ خاطر مصنف علام ہوتے جن پر میں نے توجہہ دلائی تھی تو غالباً مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ جن صفحات کی طرف حضرت نے توجہ دلائی ہے وہ دیکھے ہوئے تھا اور پھر دیکھے، اس میں مجھے تو اپنے مخالف اور مصنف علام کے مفید کوئی بات نہ ملی۔ ہاں ''اصحابی کالنجوم'' کی توثیق ملی جسے مصنف صاحب نے سرے سے نہ صرف موضوع ہی فرمادیا بلکہ اسے صحیح ماننے پر برے سے برے پہلو دکھلائے۔

مبحث تفضیل شیخین بھی دیکھے ہوئے تھا، اور پھر دیکھا میری سمجھ میں نہ آیا کہ اس پر حضرت نے کیوں توجہہ دلائی۔ فیمانحن فیہ اور اس مبحث سے کیا تعلق ہے؟ اور اس میں

کہاں لکھا ہے کہ بیان فضائل و سوانح حضرت مولاے کائنات و اہل بیت اطہار میں ذم و طعن صحابۂ کرام جائز و ضروری ہے۔ یوں ہی بحث تعریف صحابی و شناخت صحابی میں مصنف علام کی تحقیق اور الروض الازہر میں بعد المشرقین ہے۔

الدر المنظم کی ایک عبارت:

حضرت کا ارشاد کہ:

"کسی ایک ذات خاص کے فضائل بیان کرنا یہ دوسرے کے فضائل کا قادح نہیں ہو سکتا"

میں بھی تسلیم کرتا ہوں، اور بیان فضائل پر نہ میرا اعتراض پہلے تھا اور نہ اب ہے، میری عرض تو صرف جمع و ذکر مثالب (عیوب) صحابہ پر ہے جس کا کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ کیا بیان فضائل مولاے کائنات کے لیے ضروری ہے کہ مثالب و مطاعن صحابہ سے اپنی زبان آلودہ کی جائے؟۔

ملاحظہ فرمائیں " الدر المنظم " میں حافظ صاحب علیہ الرحمۃ حضرت حسین بن منصور کے حال میں ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ مقولہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ارشاد کے مشابہ ہے کہ جوان سے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا تھا، تو انہوں نے کہا کہ " جب اللہ نے ان خونوں سے ہماری تلواریں پاک رکھیں تو اب ہم اپنی زبانوں کو کیوں ان کے معاملات میں خوض کرنے سے پاک نہ رکھیں۔ " (۱)

سبحان اللہ! ایمان و اسلام کا حق یہی ہے۔ رہا یہ فرمان کہ:

(۱) الدر المنظم، ص:۳۲۶، ج:۲، اصح المطابع، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ۔

" مصنف صاحب کو جو انتساب صوری و معنوی حاصل ہے،
اس کی بنا پر ان کا شغف اس امر خاص میں قابل گرفت و ملامت نہیں
ہونا چاہیے"۔

بندہ نواز! امر خاص سے مراد اگر بیان فضائل و تولاے اہل بیت ہے تو اس پر انکار میں نے نہ پہلے کیا نہ اب کرتا ہوں، لیکن امر خاص سے مراد اگر "مطاعن بر صحابہ" ہیں (جو میرے خیال و گمان میں حضرت کا ہرگز مفہوم نہ ہوگا) تو ادباً عرض ہے کہ اس میں مجمع علیہ اہل سنت و صوفیۂ کرام "کف لسان و قلم" ہی ہے، کہ بولنا اور لکھنا ہر حالت میں ایک حکم رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "الدر المنظم" میں کیا ارشاد غوث الثقلین نقل فرمایا کہ:

"ظاہر شریعت پر التزام رکھنا، اور کتاب اللہ اور حدیث رسول
اللہ ﷺ سے تمسک کرنا، اور سلف صالح کے طریقہ کی پابندی اور
اہل سنت و جماعت کا ایسا اعتقاد رکھنا" (۱)

انصاف فرمایئے! کہ مصنف صاحب نے کہاں تک ان دونوں امور مؤخر الذکر کی پابندی تالیف ہٰذا میں فرمائی۔ " لطائف اشرفی" میں اصل بات صرف اتنی ہے کہ:

"الناس ابناء الدنیا و لا یلام الرجل علیٰ حب ابو یه و بمدحهما." (۲)	ترجمہ: لوگ پابند دنیا ہیں، اپنے والدین کی محبت یا تعریف پر کسی آدمی کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

اس کا انکار نہ مجھے پہلے تھا نہ اب ہے۔ انکار جو کچھ ہے وہ صحابۂ کرام کے متعلق ہے۔ لطائف اشرفی میں ملاحظہ فرمایئے:

"رسالہ اشرف الفوائد کہ نصف او در مناقب اصحاب و تابعین

(۱) بحوالہ سابق، ص:۵۹۸ ج:۲۔
(۲) لطائف اشرفی ج:۱/ ص:۱۹/ مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی، ۱۹۹۹ء۔

واقع شدہ است، چوں بموجب وے از حضرت قدوۃ الکبریٰ استفسار کردیم فرمودندکہ:

''ہر کہ سخن در مناقب خلفاے راشدین بر نہج اہل سنت و جماعت گوید، بر ہر حرفے صد بردہ آزاد کردہ باشد و بمقدار حروف حج گذاردہ باشد'' (۱)

ترجمہ: جب ہم نے رسالہ ''اشرف الفوائد'' کے مطابق ، جس کا نصف حصہ صحابہ و تابعین کے فضائل میں ہے، حضرت قدوۃ الکبریٰ سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق حضرات خلفاے راشدین کے فضائل بیان کرے تو گویا ۱۰۰؍ غلام ہر حرف کے بدلے میں آزاد کرے گا اور ان حروف کی تعداد کے برابر حج ادا کرے گا (یعنی اتنا ثواب پائے گا)۔

اس کا لحاظ مصنف صاحب نے کہاں تک فرمایا ہے ؟۔ '' مناقب حافظیہ'' میں مقولۂ شیخ ﴿5﴾ جو نقل فرمایا ہے یہ مجھ پر کس بارے میں حجت ہے ؟ ۔ میں نے کب کہا کہ مصنف صاحب نے تعظیمی الفاظ کیوں تحریر نہیں فرمائے ؟، لیکن اس سے تذلیل و توہین معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواز کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟ حتیٰ کہ مصنف صاحب نے تو ان کے ایمان کو بھی ضروری جزو صدق سے علاحدہ فرمادیا، حالاں کہ اسی '' مناقب حافظیہ'' میں متّصلاً اوپر کی سطور میں مرقوم ہے:

''یکے از مریدان شیخ الاسلام نقل می کرد کہ جناب پیر و مرشد بر حق

ترجمہ: حضرت شیخ الاسلام کے مریدین میں سے ایک شخص بیان

(۱) بحوالہ سابق، ج:۲؍ ص:۳۴۴/ ۳۴۵، تذکرہ پنجم در مناقب مولا علی۔

روزے فرمودند کہ: فلاں کس کہ رافضی است نزد من خواہد آمد برائے حاجتے کہ او را در پیش است، من باو خواہم گفت کہ منت حضرت معاویہ بر خود مقرر کن تا حاجت تو بر آید۔ عرض کردم کہ: خدمت شیخ معاویہ را حضرت می گویند؟ ارشاد شد کہ: چرا نگویم کہ ہیچ ولی بمرتبۂ ایشاں یعنی صحابہ نمی رسد، عرض کردم کہ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ فرمودند کہ ایشان ہم بمرتبۂ حضرت معاویہ نمی رسند۔ وہم در ذکر حضرت معاویہ فرمودند کہ: شیخ عبد الحق محدث دہلوی نوشتہ اند کہ: وقتے کہ ذکر جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام باشد دراں وقت نام ایشاں بتعظیم نباید گفت'' (۱)

کرتے تھے کہ ایک روز حضرت پیر و مرشد بر حق نے ارشاد فرمایا کہ: فلاں شخص جو رافضی ہے میرے پاس اپنی ایک ضرورت کے لیے آئے گا، میں اس سے حضرت معاویہ کی منت ماننے کو کہوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ: حضور والا ''معاویہ'' کو ''حضرت'' فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ: ''کیوں نہ کہوں؟ کیوں کہ کوئی ولی ان کے یعنی صحابہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا ہے''۔ میں نے عرض کیا کہ: ''حضرت محبوب سبحانی (بھی)؟''۔ جواباً ارشاد فرمایا کہ: ''وہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچتے ہیں''۔ حضرت معاویہ کے ذکر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ''شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ: ''جس وقت جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو اس وقت ان کا نام تعظیم سے نہ لینا چاہیے''۔

(۱) مناقب حافظیہ ص: ۱۳۰/۱۳۱، مطبع احمدی کانپور ۱۳۰۵ھ، مملوکہ کتب خانہ قادری بدایوں۔

ارشاد فرمائیے! کہ مصنف صاحب نے جیسے مذموم الفاظ استعمال فرمائے، ویسے ہی معاذ اللہ اگر کوئی بدزبان حضرت غوث الثقلین کے متعلق بکے تو کوئی صوفی مشرب بلکہ کوئی صحیح العقیدہ سنی اسے جائز رکھے گا؟۔ ''القول المستحسن'' کو بحمد اللہ بالاستیعاب دیکھا ہے اور وقتاً فوقتاً ضروری مقامات دیکھتا رہتا ہوں، مجھے تو اس میں کوئی بات ایسی نہ ملی جو مصنف صاحب سے بے حرمتیِ صحابہ کرام کے الزام کی دافع ہوتی۔ ''ریاض النضرہ'' کی زیارت سے ضرور محروم ہوں مگر غالباً اس میں بھی اس خاص امر کا جواز نہ ہوگا۔

نوٹ: اس کے بعد منگا لی جس میں شاہ صاحب کے موافق کچھ نہ ملا بلکہ از سر تا پا خلاف ہی پایا۔

حضرت والا! مجھے اس مقولہ کا راد، اب تک نہ ملا جو ''الروض الازہر'' میں ہے کہ:

''پس بعضے از اصحاب یعنی معاویہ و اتباع او کہ آنہارا محبت بآل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنظر نمی آید، بلکہ بخلاف آں مروی گشتہ طبیعت اسلامی مقتضی نیست کہ بایشاں محبت باشد، بلکہ بنظر بعضے روایات مشعرہٗ عداوت بآل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم می بایستے کہ عداوت بودے لیکن روایات احاد مفید یقین نیست خصوصاً درآں معرکہ ہا اکثر روایات احتمال افراط و تفریط ست، و ما ماموریم بحسن ظن و	**ترجمہ:** لہٰذا بعض صحابہ یعنی حضرت معاویہ اور ان کے پیروکار جن کی اہل بیت رسالت کے ساتھ (بظاہر) محبت نظر نہیں آتی ہے، بلکہ اس کے خلاف مروی ہے، جس کی بنا پر ایک مسلمان کی طبیعت ان (حضرت معاویہ) سے محبت رکھنے کو گوارا نہیں کرتی، بلکہ بعض ان روایات کی بنا پر جن سے ان کی اہل بیت رسالت سے عداوت ظاہر ہوتی ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سے عداوت ہوتی، مگر چوں کہ احاد

جہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ و عداوت ست بآنہا ۔ قولہ تعالیٰ : '' وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا '' از آں جہت عداوت باکسے از صحابہ نتواں کرد کہ دلیل ضلالت است۔" (۱)

روایتیں مفید یقین نہیں ، خاص کر ان معرکوں میں جن سے متعلق اکثر روایات میں افراط و تفریط کا احتمال ہے ، جبکہ ہمیں بہر حال نیک گمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان حضرات کا صحابی ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان سے کسی قسم کی عداوت اور بغض نہ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :"اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ باقی نہ رکھ "۔ لہٰذا کسی بھی صحابی سے عداوت نہیں رکھنا چاہیے کہ گمراہی کی دلیل ہے۔

غنیۃ الطالبین کے متعلق الزامی جواب:

اور جس قدر بھی چھان بین کی جائے گی اتنا ہی حضرات صوفیہ کرام و سلف صالحین اہل سنت کا یہی مسلک ملے گا نہ اس کے خلاف ان شاء اللہ تعالیٰ۔ غنیۃ الطالبین کے متعلق حضرت کا ارشاد کہ:

"حضرت غوث الثقلین کی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ فلاں فلاں علما نے لکھا ہے۔"

کچھ زیب نہیں دیتا، کیوں کہ حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے " الدر المنظم "

(۱) الروض الازہر، ص:۳۸۴

میں تحریر فرمایا ہے:

" آپ کی تصنیفات سے ایک غنیۃ الطالبین ہے جو بہت جامع و مانع اور سالکین وطالبین مبتدئین و منتہین کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس میں فوائد عقائد اور قواعد طاعات، عبادات اور اخلاق حسنہ نیز حالات قیامت، جو آیات و احادیث سے ثابت ہیں، مع حضرات اولیا اللہ کی حکایات کے، ان سب کا بیان ہے"۔ (۱)

میں ان حضرات کو صرف عالم ظاہر جانتا ہوں اور حافظ صاحب کو جامع ظاہر و باطن ، لہٰذا ان کے قول کو اس مقولہ پر ترجیح دینے کو تیار نہیں ہوں۔ ہاں اگر حضرت کے خیال میں یہ فرمان حافظ صاحب تھا اور ہے، اور وہ تحقیق صحیح ہے، تو بندہ نواز! الدر المنظم بعد وفات حافظ صاحب آپ ہی کے اہتمام تصحیح سے چھپی، اس کی بھی تصحیح فرما دی ہوتی یا فٹ نوٹ میں اس پر تصریح فرما دیتے، تاکہ دھوکا نہ ہوتا۔ رہی ملک العلما کی عبارت متعلق بادب سیادت اس کا انکار کس با ایمان مسلمان کو ہے؟۔ میرے لیے جو راہِ صواب تجویز فرمائی بیشک بالکل صحیح ہے، مگر گستاخی معاف اسی کا متمنّی میں بھی حضرت والا اور مصنف علام سے تھا اور ہوں، اور چوں کہ احسن الانتخاب کو بالکل مخالف روش آبائے کرام و صوفیائے عظام و سلف صالحین امت پایا، لہٰذا جناب کو توجہ دلائی اور "حکَم" بنایا۔ یہ جو ارشاد فرمایا کہ:

"مولوی شبلی وغیرہ کی تصانیف ایسی طرز و روش پر واقع ہوئی ہیں کہ جن میں بہت سے امور ایسے موجود ہیں جس سے اردو داں لوگ بہت کچھ رائیں قائم کرسکتے ہیں، اور کرتے ہیں۔"

تسلیم ہے لیکن ان سے متأثر صرف ابھی تک وہی لوگ ہیں جو عموماً انہیں جیسے آزاد خیال و بے قید ہیں، نہ پابند مذہب طبقہ۔ بلکہ تجربہ ہے کہ ابھی تک باوجود الحاد و دہریت کے

(۱) الدر المنظم، ص:۱۴۱، ج:۲

شیوع کے جو لوگ صحیح العقیدہ عوام ہیں بالخصوص وہ جو کسی سلسلۂ عالیہ صوفیہ سے تعلق رکھتے ہیں ہرگز ایسے حضرات کی تصنیفات سے متأثر نہیں ہوتے، حتیٰ کہ کسی واعظ و مولوی کے پند و نصائح کو بھی اس وقت تک نہیں مانتے جب تک اپنے پیر سے دریافت نہ کرلیں اور پیر کے ہر فرمان کو ''نقش کالحجر'' (پتھر کی لکیر) کرنے کو فوراً تیار رہتے ہیں۔ لہٰذا ایک آزاد مولوی بلکہ پابند مذہب عالم کی غلطی عوام کے حق میں اتنی مضر نہیں ہوسکتی جتنی ایک صوفی منش و صاحب سلسلہ بزرگ کی لغزش۔ اور یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس کا انکار روز روشن کا انکار ہے۔

میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میری اس طوالت کو مجادلہ و مناظرہ تصور نہ فرمائیں بلکہ طلب حق میں ایک طالب کی کوشش تصور فرماتے ہوئے دست گیری فرمائیں اور جواب با صواب سے مفتخر و مشکوری کا پھر موقع عطا فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔

مندرجہ بالا خط کا تتمہ:

بجناب والا مراتب مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب دام مجدہ !

حقیر پس از تحیات مسنونہ ملتمس ہے کہ آج ایک عریضہ بجواب گرامی نامہ بذریعہ رجسٹری ڈاک خانہ ارسال خدمت کیا ہے۔ بعد روانگی خیال آیا کہ سہواً عریضہ بلا دستخط و تاریخ روانہ ہوگیا۔ لہٰذا بذریعہ کارڈ التماس ہے کہ اسے بمنزلۂ دستخط تصور فرمائیں۔ والسلام

مصباح الحسن
پھپھوند ضلع اٹاوہ
از: اٹاوہ، ۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

شاہ حبیب حیدر کا دوسرا خط

از بندۂ حقیر حبیب حیدر

بسامی خدمت ہمہ عنایت، محب الفقرا، انیس الغربا، مجمع الفضائل والمنن مولوی سید شاہ مصباح الحسن صاحب زید مکارمہ !

بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہاے استقامت بر روش اسلاف عوالی مرتبت حالی خاطر خطیر باد۔ صحیفہ عنایت رقم بذریعہ ڈاک بصیغہ رجسٹری پہنچ کر باعث فرحت وانبساط یادآوری و فقیر نوازی ہوا۔ اسی کے ساتھ ایک پوسٹ کارڈ بھی کہ جس میں صحیفہ عنایت رقم میں تاریخ و دستخط نہ ہونے کی معذرت تھی ایک ساتھ صادر ہو کر باعث مکرر فرحت وانبساط یادآوری و کرم گستری ہوا۔

احسن الانتخاب خلاف علماے اہل سنت نہیں:

صحیفہ عنایت رقم تمام و کمال دیکھنے کے بعد یہ معلوم کر کے کہ میرے سابقہ خط کے مضامین آپ نے قابل تسلیم نہیں خیال کیے افسوس ہوا۔ احسن الانتخاب کے متعلق میرا یہ لکھنا کہ ” یہ تالیف ہے تصنیف نہیں ہے“ بیجا نہیں ۔ اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ خلاف ارشادات علماے اہل سنت و جماعت نہیں، جن کتابوں سے اس میں مضامین اخذ کیے گئے ہیں ان کتابوں کے نام بھی لکھ دیے گئے ہیں ۔ یہ کہ وہ کتابیں قابل تسلیم نہیں یہ امر تو لا جواب ہے اور اس کے متعلق کچھ لکھنا بھی مجادلہ خیال کیا جاسکتا ہے۔

جن صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے یعنی ص: ۳۵۹/ و ص: ۳۸۴/ کا ان میں کوئی الفاظ مکروہ و درشت میری نظر سے نہیں گذرے نہ وہ مطاعن ہو سکتے ہیں، وہ امور تو کتب

احادیث سے ثابت ہیں، اگر وہ مطاعن آپ کے خیال میں ہیں تو پھر کتب احادیث کا مطالعہ بھی معاذاللہ بیکار ہے۔ کیوں کہ ان امور کا تذکرہ انہیں کتابوں میں ہے اور انہیں سے علمائے کرام نے اخذ فرما کر اپنی مصنفات میں درج فرمایا ہے۔ ص: ۳۵۹؍ کی عبارت احسن الانتخاب میں کتاب ''ارجح المطالب فی عد مناقب ابن ابی طالب'' مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری سے ماخوذ ہے یہ کتاب طبع ہوگئی ہے، اور مطبع کریمی لاہور میں چھپی ہے، اس میں ملاحظہ کر لیجیے۔

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ سے کون لوگ مراد ہیں:

یہ کہ:

''حرمت صحابیت سے بالکل پہلوتہی کر کے نص قرآنی ''لا یستوی... الآیہ'' سے بھی بے پرواہی کی گئی۔''

یہ آپ کو کس عبارت سے معلوم ہوا؟ ۔آیت شریفہ مذکورہ میں وہی حضرات مراد ہیں جو صلح حدیبیہ میں تھے نہ کہ فتح مکہ کے بعد والے۔ علامہ محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البیان میں اسی آیت شریفہ کی تفسیر کے تحت میں لکھتے ہیں:

و اولیٰ الاقوال فی ذٰلک بالصواب عندی ان یقال معنیٰ ذلک لا یستوی منکم ایها الناس من انفق فی سبیل الله من قبل فتح الحدیبیة، للذی ذکرنا من الخبر عن رسول الله صلی الله علیه و سلم الذی رو یناه عن ابی سعید الخدری عنه و قاتل المشرکین ممن انفق بعد ذلك و قاتل و ترك ذکر من انفق بعد ذلك ، و قاتل استغناء بدلالة الکلام الذی ذکر علیه من ذکره اولٰئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا یقول

تعالیٰ ذکرہ : هٰولاء الذین انفقوا فی سبیل الله من قبل فتح الحدیبیة،و قاتلوا المشرکین اعظم درجة فی الجنة عند الله من الذین انفقوا من بعد ذلك و قاتلوا۔ (۱)

اسی کے قریب قریب صاحب تفسیر روح المعانی نے بھی لکھا ہے، بلکہ اس میں زائد تفصیل ہے، اسی آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رسالہ ”السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل“ میں بعد مختصر تمہید کے تحریر فرماتے ہیں کہ:

”پس بایں اعتبار کسانے کہ قبل از ہجرت باعمال اسلام قیام نمودہ اند افضل باشند از من بعد خود مثل ابوبکر، و عمر، و عثمان، و علی، و حمزہ، و جعفر، و عثمان بن مظعون، و طلحہ، و زبیر، و مصعب بن عمیر، و عبد الرحمٰن بن عوف، و عبد اللہ بن مسعود، و سعید بن زید، و زید بن حارثہ، و ابو عبیدہ بن الجراح، و بلال، و سعد ابن ابی وقاص، و عمار بن یاسر، و ابو سلمہ بن ارشد، و عبد اللہ بن جحش و غیرہم من احزابہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بعد ازاں اہل عقبہ، باز اہل بدر، باز اہل مشاہد مشہداً بعد مشہد تا آں کہ بصلح حدیبیہ رسید، زیرا کہ انزال سکینہ و صفائے قلوب و خلوص نیات حاضران آن واقع منصوص بنص قرآنی است، قال الله تعالیٰ و تقدس: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔ (۲) اما بعد ازاں بالقطع ہیچ مشہد نیست کہ مدار

---

(۱) جامع البیان المعروف به تفسیر طبری ج:۷/ص: ۲۲۲/مؤسسة الرسالة ، بیروت ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء۔

(۲) پارہ۲۶/ سورۂ فتح، آیت:۱۸/۔

فضل تواند بود زیراکہ در ہر مشہد جماعت از منافقین و ارباب اغراض فاسدۂ دنیوی نیز شریک بودہ اند۔ قال اللہ تعالیٰ و تقدس : وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (۱)

نص مذکورہ بالامیں تمام صحابۂ کرام سے جو وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیاہے۔اس سے مراد وہی صلح حدیبیہ تک کے لوگ ہوسکتے ہیں نہ مابعد کے، جیساکہ کلام حضرت شاہ صاحب سے واضح ہوتا ہے۔اسی آیت کریمہ میں بعد وعدۂ حسنیٰ کے ارشاد ہوتا ہے"واللہ بما تعملون خبیر" صاحب تفسیر روح المعانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

عالم بظاهره و باطنه و يجازيكم على حسبه فالكلام وعد و وعيد و فى الآيات من الدلالة على فضل السابقين المهاجرين و الانصار مالا يخفى و المراد بهم المومنون المنفقون المقاتلون قبل فتح مكة او قبل الحديبية بناءعلى الخلاف السابق.(۲)

ان سب عبارات سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کل حضرات صحابۂ کرام کے فضائل یکساں ہیں۔

یہ ارشاد کہ:

"روض الازہر و شہادت نامہ میں کس خوبی سے مذہب اہل سنت و جماعت کو ملحوظ رکھا گیاہے،اور وہ بات احسن الانتخاب میں

(۱) السر الجليل فى مسئلة التفضيل ص:۷/مطبع انصاری، دہلی ۱۳۱۰ھ،مملوکہ مسلم یونیورسٹی لائبریری،علی گڑھ۔

(۲) تفسير روح المعانی ج:۲۷،ص:۱۷۳،داراحیاء التراث العربی،لبنان بیروت۔

نہیں ہے۔"

اس کے متعلق یہ التماس ہے کہ شہادت نامہ حضرات حسنین علیہما السلام کی سیرت میں ہے اور الروض الازہر ملفوظ ہے کہ جس میں ضمناً تفضیل و صحابیت و فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان آگیا ہے، یہ دونوں مخصوص حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی سیرت میں نہیں ہیں۔ احسن الانتخاب مخصوص سیرت ہے، لہٰذا میری یہ گذارش کہ الروض الازہر و شہادت نامہ پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے یہ غلط نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مثالب و مطاعن اس کتاب میں ایسے ہیں کہ جن کو دیکھ کر آپ برابر یہ لکھ رہے ہیں کہ:

"ہاں اگر بطیب خاطر ارشاد عالی ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل و تشریح کو موجود ہوں"۔

ناقل صرف تصحیح نقل کا ذمہ دار ہوتا ہے:

پھر یہ ارشاد کہ:

" نہیں بلکہ جن روایات و اقوال کا اثباتاً ذکر کیا جائے گا وہ مسلمۂ مؤلف سمجھی جائیں گی اور ان کے جواب دہ مؤلف بھی ویسے ہی ہوں گے جیسے خود مصنف ہوتے ہیں"۔

اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میرا علم جہاں تک ہے وہ یہ ہے کہ "ناقل صرف تصحیح نقل کا ذمہ دار ہوتا ہے" نہ کہ جواب دہ۔ کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ صفحات مذکورہ بالا کا مضمون خلاف حدیث ہے اور کتب حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا؟ زیادہ تشریح میں مجھے بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ مجادلہ نہ خیال کیا جائے۔ الروض الازہر میں ضرور وہ مباحث موجود ہیں مگر احسن الانتخاب کے موضوع لہ اور روض الازہر کے موضوع لہ کے فرق سے دونوں میں حیثیت اور حالت کے لحاظ سے بہت فرق ہو گیا۔

مبحث تفضیل شیخین پر میں نے آپ کو توجہ اس وجہ سے دلائی کہ اس میں ایسی عبارتیں موجود ہیں کہ جن سے مولائے کائنات کی تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نکلتی ہے۔ مثلاً آپ اپنے صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ:

"مجھے اس مقولہ کا راداب تک نہ ملا جو روض الازہر کے ص:

۳۸۴ پر ہے کہ:

"پس بعضے از اصحاب یعنی معاویہ واتباع او کہ آنہارا محبت بآل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنظر نمی آید، بلکہ بخلاف آں مروی گشتہ طبیعت اسلامی مقتضی نیست کہ بایشاں محبت باشد، بلکہ بنظر بعضے روایات مشعرۂ عداوت بآل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم می بایستے کہ عداوت بودے لیکن روایات احاد مفید یقین نیست، خصوصاً درآں معرکہ ہا اکثر روایات احتمال افراط وتفریط ست، وما ماموریم بحسن ظن و جہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ وعداوت ست بآنہا۔ قولہ تعالیٰ: "وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا" از آں جہت عداوت با کسے از صحابہ نتواں کرد کہ دلیل ضلالت است" (۱)

میں کہتا ہوں کہ اسی عبارت کے ختم کے بعد ص:۳۸۵ میں یہ عبارت بھی موجود ہے:

"ومحققین اہل حدیث بعد تتبع روایات صحیحہ دریافتہ اند کہ ایں حرکات او (یعنی معاویہ) خالی از شائبہ نفسانیت وحمیت وتعصب با امویت وقرابت کہ باجناب ذوالنورین داشت نبودہ است۔"

اس عبارت کے اردو ترجمہ کرنے کے بعد غور فرمایئے کہ اس کے معنی کیا ہیں اور مفہوم کیا ہے۔ یا ص:۳۸۶ میں ہے:

(۱) الروض الازہر، ص:۳۸۴

”وعلماے سنت و جماعت گویند کہ نہایت کار معاویہ و امثال او بغی و خروج است بر امام بر حق و خلیفۂ مطلق کہ علی مرتضیٰ باشد، چنانچہ در حدیث عمار بن یاسر کہ بسر حد شہرت و تواتر معنوی رسیدہ است ”تقتلك الفئة الباغية تدعونهم الیٰ الجنة و يدعونك الیٰ النار.“

اب غور فرمایئے کہ ان عبارات کے معنیٰ کیا قرار دیے جائیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ عبارت اس عبارت مذکورۂ بالا کی کہ جو آپ کو پسند ہوئی ہے راد نہیں ہے؟ بیان فضائل حضرت مولاے کائنات کرم اللہ وجہہ کے لیے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ مثالب و مطاعن صحابہ سے اپنی زبان آلودہ کی جائے، مگر جن واقعات کا تعلق جس کی ذات سے ہوگا وہ تولا محالہ بیان کرنا پڑیں گے فضائل جب بیان کیے جائیں گے تو موازنہ کرنے پر دوسرے کی کمی ضرور ظاہر ہوگی بغیر اس کے ایک کی فضیلت دوسرے پر تیسرے شخص کے ذہن میں آہی نہیں سکتی، نہ واقعات نگاری ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر سوانح و واقعات نگاری امر غیر ضروری قرار دے دیا جائے تو پھر کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔

کتاب ” الدرا لمنظم “ میں جو حسین بن منصور کے حال میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا ارشاد آپ نے تحریر کیا وہ بہت درست ہے۔ مگر اسی کے ساتھ کتاب ” الروض الازہر “ کے ص:۳۸۸ / پر جو خطبہ معاویہ بن یزید کا منقول ہے اس کے متعلق کیا خیال کرنا چاہیے، انہوں نے تو اپنی زبان آلودہ کر ہی لی کہ اپنے ”جد امجد “و” والد ماجد“ دونوں کے متعلق راے ظاہر کر دی۔ ممکن ہے کہ ان کو باوجود تابعین یا تبع تابعین میں ہونے کے اس امر کا خیال نہ رہا ہو گا کہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضل امت ہیں۔ یا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح شریف میں لکھتے ہیں کہ:

حدثنا سليمان بن حرب حدثنا شعبة عن

المغيرة بن النعمان شيخ من النخع عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال خطب النبي صلى الله عليه و سلم فقال : انكم محشورون الیٰ الله حفاة، عراة ، غرلا كما بدانا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين ثم ان اول من يكسیٰ يوم القيامة ابراهيم الا انه يجاء برجال من امتي فيوخذ بهم ذات الشمال فاقول يا رب اصحابي فيقال لا تدرى ما احدثوا بعدك فاقول كماقال العبد الصالح و كنت عليهم شهيدا ما دمت . الیٰ قولهٖ شهيد فيقال ان هٰولاء لم يزالوا مرتدين علیٰ اعقابهم منذ فارقتهم.(۱)

ارشادات سلف صالحین:

کتاب الدرالمنظم (ج:۲،ص:۵۹۸) پر جو ارشاد حضرت غوث الثقلین نقل کیا گیا وہ بھی معلوم ہوا، سمجھ میں نہیں آیا کہ کون امر خلاف ارشادات سلف صالح تحریر میں آیا کہ جس سے اس عبارت کے نقل کرنے کی ضرورت آپ کو لاحق ہوئی۔ خیر اب ارشاد سلف صالح سنیے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''ماثبت بالسنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:

قال الحسن البصرى افسد امر الناس اثنان عمر ابن العاص يوم اشار على معاوية برفع المصاحف فحملت و قال ابن الفراء فحكم

(۱) بخاری شریف، ص:۶۹۳،ج:۲ كتاب التفسير ،باب قولهٖ كما بدأنا اول خلق، المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند۔ نیز یہی حدیث ۲۷ ویں پارہ ،کتاب الرقاق میں بتغیر الفاظ دو مقامات پر اور بھی موجود ہے۔

الخوارج و لا يزال هٰذا التحكيم الىٰ يوم القيامة ، و المغيرة بن شعبة فانه كان عامل معاو ية على الكوفة فكتب اليه معاو ية : اذا قرأت كتابى فاقبل معزولاً، فابطأ عنه، فلما ورد عليه قال ما ابطأك؟ قال امر كنت اوطئه و اهيئه قال و ما هو؟ قال البيعة ليزيد من بعدك، قال او فعلت؟ قال نعم، قال ارجع الىٰ عملك فلما خرج قال له اصحابه ما ورائك؟ قال ودعت رِجل معاو ية فى غرزغى لا يزال فيه الىٰ يوم القيامة۔ (۱)

شیخ محمد سلیمان حنفی نقشبندی بلخی اپنی مصنفہ کتاب "ینابیع المودہ" میں لکھتے ہیں:

عن الحسن البصرى قال اربع خصال كن فى معاو ية لو لم يكن فيه الا واحدة منهن لكانت موبقة و اثما كبيرا. ادعائه الخلافة من غير مشورة و استخلافه ابنه يز يد سكيرا بالخمر و ادعائه ز ياداً انه اخوه و فى الحديث الولد للفراش و للعاهر الحجر و قتله حجر بن عدى و اصحابه فيا و يل له من حجر و اصحاب حجر. (۲)

ان عبارتوں کا مفہوم کیا خیال کیا جائے ، کیا حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی یا

(۱) ما ثبت بالسنة، ص:۳۱، تحت ذکر شهر محرم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۸۹۱ء۔

(۲) ينابيع الموده، ج:۱/ ص:۱۹۱/ الباب الثالث و الخمسون، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۹۹۷ء۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما کا ارشاد قابل استناد نہیں ہو سکتا؟ یا ان پر سلف صالح کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا؟ غور فرمالیجیے! مناقب حافظیہ کے مقولہ کے متعلق یہ گذارش ہے کہ اس میں سے جو حکایت آپ نے اپنے اس صحیفہ میں نقل کی ہے وہ میری تحریر کا منشا ہی نہیں تھا، میرا منشا تو وہ تھا کہ جو اس حکایت کے بعد دوسرے صفحہ پر ہے اور وہ شیخ عبدالحق دہلوی کا ارشاد ہے کہ:

”وقتیکہ ذکر جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام باشد در آں وقت نام ایشاں بتعظیم نباید گفت۔“

مجھے نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سے قبل کی حکایت نقل کر دی اور اسی سے متّصل بلکہ اسی سطر سے نیچے جو کچھ درج تھا اس کو بالکل نظر انداز کر دیا یہ تو بقول آپ کے آپ پر کچھ زیب نہیں دیتا اور حکایت مذکورۂ صحیفہ سامی میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ:

” جناب پیر و مرشد بر حق روزے فرمودند کہ فلاں کس کہ رافضی است نزد من خواہد آمد برائے حاجتے کہ اور ادر پیش است“۔ (۱)

تو یہ تو رافضی کے مقابلہ میں تھا نہ کہ سنی کے اور مجھ کو اس حکایت کے لکھنے سے کیا مطلب؟ اگر یہ مطلب ہے کہ میں نے اس حکایت کو نہیں دیکھا تو ایسا نہیں ہے، اس حکایت کو میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مصنف احسن الانتخاب نے کون مذموم الفاظ لکھے ہیں کہ جن کو آپ مکرر، سہ کرر لکھتے ہیں، اور کبھی سرخ روشنائی سے اور کبھی بخط نسخ اور کبھی بخط نستعلیق اور کبھی جلی قلم سے، اور مجادلہ اور عناد سے برأت کا بھی اظہار ہے۔

غنیۃ الطالبین پر صفائی:

کتاب مستطاب ” غنیۃ الطالبین“ کے متعلق جو ارشاد الزامی نصیحت آمیز تحریر ہوا یہ الفاظ تو اس وقت آپ کو لکھنا چاہیے تھے کہ جب میں اپنے نیاز نامۂ سابقہ میں اس امر سے انکار کرتا کہ میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اس کو تصانیف میں نہیں لکھا۔ میرا مقصد جملۂ

(۱) مناقب حافظیہ، ص:۱۳۱، مطبع احمدی کانپور ۱۳۵۰ھ۔

سابقہ کی تحریر سے اس امر کا اظہار تھا کہ حضراتِ علما کے اس کتاب کے متعلق یہ اقوال ہیں، اسی کتاب میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اور علمائے حنفیہ کے اس کے متعلق تحریرات ہیں ان کے متعلق کیا خیال کیا جائے؟۔ یہ کہ:

"جس قدر چھان بین کی جائے گی اتنا ہی حضرات صوفیہ کرام و سلف صالحین کا یہی مسلک ملے گا نہ اس کے خلاف۔"

اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ ہر شخص کی تحقیق علاحدہ ہے اور وہ اسی کے لحاظ سے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ جن حضرات علما نے سیرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ میں کتابیں لکھی ہیں ان کو ملاحظہ کر لیجیے۔ چند نام ان کے ذیل میں درج ہیں:

مناقب میں: تذکرہ خواص الامۃ مصنفہ سبط ابن الجوزی۔ مناقب مرتضوی مصنفہ شیخ موفق بن احمد بن اخطب خوارزمی حنفی مکی۔ ینابیع المودہ مصنفہ شیخ سلیمان حنفی نقشبندی بلخی قندوری، تاریخ طبری، تاریخ الخلفا مصنفہ علامہ سیوطی، تاریخ الخمیس، وقعۃ الصفین مصنفہ شیخ نصر بن مزاحم، روضۃ الاحباب، مناقب مرتضوی از شیخ محمد صالح نقشبندی، روائح المرتضی مصنفہ سید صدر الدین احمد لوہاروی۔

اور اردو میں: ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابی طالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری۔ شمس التواریخ، کہ جو چار جلدوں میں ہے۔ المرتضیٰ جلد دوم، کتاب تفریح الاذکیا فی احوال الانبیا، اور ماتم الثقلین وفقہ الاکبر تو آپ کے ملاحظہ سے گذری ہی ہوں گی۔ ﴿6﴾

"ایک آزاد مولوی بلکہ پابند مذہب عالم کی غلطی عوام کے حق میں اتنی مضر نہیں ہو سکتی جتنی کہ ایک صوفی منش و صاحب سلسلہ بزرگ کی لغزش۔"

اس کے متعلق صرف اس قدر گذارش ہے کہ صوفی منش ہمیشہ مورد طعن و جرح رہے۔ آپ کتاب "قول المستحسن" تو ملاحظہ کرتے ہی رہتے ہیں، متقدمین اکابر

صوفیہ کے متعلق کیسا کچھ ان کے زمانے والوں نے نہیں کہا۔ اکثر حکایات کتاب مذکورہ میں موجود ہیں نیز دیگر کتب میں بھی ان کو ملاحظہ فرما لیجیے۔ زیادہ کیا لکھوں کہ اس سے سوا طوالت کلام کے اور کچھ متصور نہیں۔ اس خط کے ارسال میں بھی توقف ہو گیا اور مجبوری سے ہوا، امید ہے کہ معاف فرمایئے گا۔ مجبوری سے معذوری ہو جاتی ہے۔ فقط والسلام خیر ختام۔

از: کاکوری تکیہ شریفۂ کاظمیہ
مورخہ: یکم ماہ محرم الحرام روز پنج شنبہ

تیسرا خط:

شاہ حبیب حیدر کے دوسرے خط کے جواب میں

بجناب والا مراتب مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر، زید مجدہ !

حقیر پس از تحیات مسنونہ و تسلیمات نیاز مندانہ ملتمس ہے، صحیفۂ گرامی مورخہ یکم محرم الحرام ۱۳۵۲ھ بجواب عریضۂ مورخہ ۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ، ۴/ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو صادر ہو کر باعث عزت افزائی ہوا۔ میں ۵/ محرم سے ۱۷/ تک مسلسل سفر میں رہا اس واسطے جواب میں تاخیر ہوئی۔

مناظرانہ چال:

صحیفۂ گرامی سابق و حال مع اپنے ہر دو خطوط دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کر لینا پڑا کہ حضرت کو مناظرانہ چالوں سے خاص دل چسپی ہے۔ میں نے پہلا خط جس صفائی و سچائی سے لکھا تھا وہ ضرور اس قابل تھا کہ اس کا جواب بھی اسی صفائی اور سچائی سے دیا جاتا، لیکن جناب نے پہلے جواب ہی سے مناظرانہ طریقہ اختیار فرمایا کہ میرا مبحوث عنہ بدلنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور اس خط میں تو ثابت فرما دیا کہ حضرت کو کسی امر میں باک و عار نہیں، بلکہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح مصنف صاحب کی غلطی تسلیم نہ کرنا پڑے خواہ قطع و برید عبارات ہی سے کام نکالا جائے۔ افسوس ؎

ما ز یاران چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ پنداشتیم

ترجمہ: ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

خیر! یہ طریقہ اختیار فرما کر بحث میں مجھے بھی اتنی ہی توسیع عطا فرمادی جتنی خود اختیار فرمانا چاہی، مگر میں ان شاء اللہ تعالیٰ سچائی سے متجاوز نہ ہوں گا، نہ قطع و برید عبارات کروں گا، میرا مطمح نظر تحقیق حق ہے نہ مناظرہ کی ہار جیت۔

ع ہمیں میداں ہمیں چوگان ہمیں گوئے

قبل از تحریر مرام ایک حدیث سن لیجیے جو مجھے ان تحریرات پر مجبور کر رہی ہے:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم اذا لعن آخر هٰذه الامة اولها فمن كتم الحديث فقد كتم ما انزل الله. (۱)

ترجمہ: حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو برا کہنے لگیں تو ایسے وقت میں سچی بات چھپانے والا، اللہ کی نازل کردہ چیز کا چھپانے والا ہوگا۔

جناب اپنے آخری عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”صحیفہ عنایت رقم تمام وکمال دیکھنے کے بعد یہ معلوم کر کے کہ میرے سابقہ خط کے مضامین آپ نے قابل تسلیم نہیں خیال کیے افسوس ہوا“

بندہ نواز! اس میں تھا کیا جسے تسلیم کرتا، میں نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ:

”تمام صوفیاے کرام بلکہ خود مصنف صاحب تمام صحابہ کو افضل امت جانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اکثر صحابۂ کرام بلکہ خلفاے راشدین پر بھی مصنف صاحب نے مطاعن خفی و جلی و اجلیٰ

(۱) ابن ماجہ، ص:۲۳، باب : من سئل علم فكتمه، اصح المطابع دہلی، (سنہ ندارد)۔

سے گریز نہیں فرمایا"۔

آپ جواباً فرماتے ہیں کہ:

"حضرات خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر مطاعن جلی واجلیٰ کا حق کسی مسلمان کو نہیں ہو سکتا"

گویا علاوہ خلفاے راشدین بقیہ تمام صحابہ پر حق مطاعن ہر کس و ناکس کو حاصل ہے اور خلفاے راشدین پر بھی حق طعن خفی باقی ہے، صرف جلی واجلیٰ نہ ہوں۔

گویا صحابہ پر طعن تسلیم ہے:

پھر ارشاد کہ:

"لیکن جو امور کہ علماے محدثین و مورخین اپنی تالیفات میں تحریر فرما چکے یعنی ان ہر دو قسم مطاعن میں وہ امور مستثنیٰ ہیں جو علماے محدثین و مورخین اپنی تالیفات میں تحریر فرما چکے۔"

خلاصہ یہ کہ جناب نے تسلیم فرمالیا کہ مصنف نے اکثر صحابہ پر طعن کیے اور خلفاے راشدین پر وہ طعن کیے ہیں جو علماے محدثین و مورخین اپنی تالیفات میں تحریر فرما چکے۔ اسی کی تقویت کو پھر ارشاد ہوتا ہے کہ:

"حضرت مولاے کائنات کرم اللہ وجہہ کے مآثر شریفہ لکھنے والا تو بہت مجبور ہے تاریخی اور جبی حیثیت سے کہ وہ اپنے آپ کو ان امور کی تحریر سے بالکل علاحدہ رکھ سکے۔"

آگے ارشاد ہے:

"حضرت مولاے کائنات کرم اللہ وجہہ سے جو انتساب صوری و معنوی مصنف احسن الانتخاب کو بحمد اللہ حاصل ہے کہ نسباً بھی انتساب ہے اور طریقتاً بھی، اس کی بنا پر ان کا شغف اس امر خاص

میں میرے خیال ناقص میں قابل ملامت یا گرفت نہیں ہونا چاہیئے۔ "

بہت خوب! جو چاہیے کہیے، لکھیے، گرفت کرنے والا کیا حق رکھتا ہے۔ کیوں کہ باپ کے دشمن کو ہر اولاد سعید برا کہتی ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ:

"الفاظ عموماً مکروہ و درشت استعمال فرمائے اور اخبار احاد و روایات تاریخیہ، جو کیسے ہی ثقہ راویوں سے کیوں نہ مروی ہوں، ہرگز ظنیات سے آگے قدم نہیں رکھتیں (جسے مصنف صاحب نے خود ص: ۴۸۰/ و ۴۸۱/ پر تسلیم فرمایا ہے) کی بنا پر نہ صرف حرمت صحابیت سے بالکل پہلوتہی فرمائی ہے بلکہ نص قرآنی:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ ع (۱)

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کی راہ میں (اپنا مال) خرچ کیا اور قتال کیا وہ (اور تم) برابر نہیں ہو سکتے، وہ ان لوگوں سے درجے میں بہت بلند ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، مگر اللہ نے حسن آخرت (یعنی جنت) کا وعدہ سب سے فرما لیا ہے اور اللہ، جو کچھ تم کرتے ہو، ان سے خوب آگاہ ہے۔

سے بھی بے پروائی کی گئی کہ مومنین بعد فتح تو درکنار بعد

(۱) پارہ ۲۷/ سورہ حدید، آیت: ۱۰/

حدیبیہ بھی کسی شمار میں نہ رہے، حالاں کہ نص مذکورۂ بالا میں تمام صحابۂ کرام سے وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا"

اس کا جواب صحیفۂ سابق میں کہیں نہیں، گویا تسلیم۔ میں نے لکھا کہ:

غنیۃ الطالبین کی فصل "و یعتقد اھل السنة ان امة محمد علیه السلام خیر الامم" کو من اولہٖ الیٰ آخرہٖ دیکھیے اور احسن الانتخاب پر اول سے آخر تک نظر فرما جائیے اور انصاف فرمائیے کہ مدعی قادریت و متبع سلوک غوث الثقلین کا اتنا مخالف عقائد غوث پاک ہونا کہاں تک حق بجانب ہے"

آپ جواباً فرماتے ہیں کہ:

"اس کے متعلق اکثر علمائے کرام کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت کی تصنیف نہیں، صرف آپ کی جانب منسوب ہے۔"

حالاں کہ جناب کی خاندانی مسلمہ ہے کہ ایک جگہ نہیں دو مقام پر حافظ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ میں نے لکھا کہ:

"الروض الازہر کو ص:۳۴۴/ سے ص:۳۸۶/ اور شہادت نامہ کو ص:۸/ سے ص:۱۶/ تک، اور ص: ۵۴، ۵۲/ تا ص: ۵۸/ ملاحظہ فرما کر احسن الانتخاب کو از اول تا آخر ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے کہ کہاں تک مصنف صاحب نے آبائے کرام و مشائخ عظام کے مسلک کو ملحوظ رکھا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ:

"کتاب الروض الازہر و شہادت نامہ ان دونوں کتابوں کا موضوع لہٗ احسن الانتخاب کے موضوع لہٗ سے علاحدہ ہے اس کا

قیاس ان پر، قیاس مع الفارق ہے۔"

گویا تینوں میں مخالفت ضرور ہے مگر موضوع لہٗ علاحدہ ہوجانے سے یہ اختلاف جائز ہے۔ میں نے لکھا کہ:

"مصنف نے اپنے خیال کے مخالفین کو کیسا کچھ نہیں کہہ ڈالا جن میں سے اکثر اعتراضات بلا تاویل ان حضرات پر وارد ہیں۔"

صحیفۂ گرامی اس کے جواب میں ساکت ہے۔ میں نے لکھا کہ:

" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ طریقۂ اسلم مجمع علیہ اہل سنت و صوفیۂ کرام یعنی " کف لسان " در بارۂ مشاجرات صحابۂ کرام کو کیوں ترک فرمایا گیا، اور وہ روش اختیار کی گئی کہ کہنے والا کہہ دے کہ تصنیف ہٰذا" لا علیٰ حب علی بل علی بغض معاویۃ" یا اصول " تولا، بلا تبرا مقبول نیست" کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی۔"

جواب میں سکوت۔ میں نے لکھا کہ:

"انصافاً ارشاد فرمائیے کہ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد اردو داں طبقہ جو جناب کے خاندان سے عقیدت رکھنے والا ہے، صحابہ کو کیا کچھ کہنے کو تیار نہ ہوجائے گا اور صاحب تمیز طبقہ جو اہل سنت کے معتقدات سے واقف ہے کیسی کچھ وحشت نہ کرے گا۔"

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

"مولوی شبلی صاحب مرحوم نیز دیگر علمائے زمانہ کی تصانیف ایسے طرز وروش پر واقع ہوئی ہیں کہ جن میں بہت سے امور ایسے موجود ہیں کہ جس سے اردو داں لوگ بہت کچھ رائیں قائم کرسکتے ہیں۔"

اور دوسرا خطبہ بلا جواب ہے اس کے علاوہ جو کچھ تحریر فرمایا وہ باوجود اس کے کہ فیما نحن

فیہ سے غیر متعلق ہے مگر جواب سب کا دے دیا گیا جو لاجواب رہا۔ غالبًا کوشش یہ تھی کہ مثالب و مطاعن صحابہ مبحوث عنہ نہ رہیں، بلکہ مناقب مرتضوی مبحوث عنہ ہو جائیں۔ اب فرمائیے میری کس کس بات کا جواب تھا جسے تسلیم کرتا، اور کیسی مسکت تحریرات تھیں جن پر سکوت کرتا۔

کیا مؤلف اس کا مجاز ہے کہ.......:

جناب کا ارشاد کہ:

”احسن الانتخاب کے متعلق میرا یہ لکھنا کہ یہ تالیف ہے تصنیف نہیں، بیجا نہیں۔“

میں نے کب لکھا کہ تالیف نہیں، لیکن محاکمات تو تصنیف ہیں، جسے حضرت بھی جواب میں بیگانہ وار چھوڑ گئے۔ دوسرے تالیف کا طریق انتخاب مضامین مبحوث عنہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا مؤلف اس کا مجاز ہے کہ ہر تصنیف سے اپنے مفید مطلب روایات اخذ کرے اور مضر کو پردۂ خفا میں چھپاتا جائے؟، یا روایات خلاف جمہور جمع کر کے اپنا مدعا ثابت کرے اور گرفت پر دوسرے کے سر ڈالے؟، یا روایات میں قطع و برید کرے اور مرجوح و شاذ روایات کو جمع کرے؟

جناب بھی مصنف کو مجرد مؤلف نہیں جانتے جیسا کہ خط مورخہ ۲۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ میں لکھا کہ: ”جو انتساب صوری و معنوی مصنف احسن الانتخاب کو“ اور خط مؤرخہ یکم محرم الحرام ۱۳۵۲ھ میں لکھا کہ: ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مصنف احسن الانتخاب نے“ ممکن ہے کہ لفظ ”مصنف“ سہو قلم ہو یا لکھتے وقت خیال نہ رہا ہو کہ تصنیف کا انکار کر چکے ہیں۔ ذرا تکلیف فرما کر تالیف و تصنیف کی جامع و مانع تعریف تحریر فرما دیجیے۔

احسن الانتخاب خلاف اہل سنت ہے:

جناب نے تحریر فرمایا:

”اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ خلاف ارشادات علمائے اہل سنت و جماعت نہیں۔“

۱۔ جمہور علمائے اہل سنت تو ''کف لسان فیما شجر بین الصحابہ'' کا حکم دیتے ہیں اور مصنف اطالت کلام تا حد امکان فرماتے ہیں، اور پھر یہ دعویٰ قائم ہے کہ خلاف علمائے اہل سنت کچھ نہیں لکھا گیا۔

۲۔ جمہور اہل سنت دربارۂ '' فدک '' حضرت ابو بکر کو مصیب جانتے ہیں، مصنف خاطی مانتے ہیں اور آیت توریث کا مخالف بتاتے ہیں۔

۳۔ اہل سنت انتخاب خلافت، جیسا ہوا، اسے حق اور منجانب اللہ مانتے ہیں، مصنف غلط اور خلاف انصاف کہتے ہیں۔

۴۔ جمہور اہل سنت '' صحابیت '' کی جو تعریف فرماتے ہیں وہ مومنین تا زمانۂ وفات کو شامل ہے، مصنف بعد حدیبیہ کسی کو تعریف صحابی میں داخل نہیں مانتے، حتیٰ کہ حضرت سیف اللہ خالد بھی صحابی نہیں ہیں۔

۵۔ اہل سنت تعظیم جمیع صحابہ واجب جانتے ہیں، مصنف تذلیل صحابہ کر کے اپنی تحقیق کے داد طلب ہیں۔

۶۔ اہل سنت غیر نبی کو کسی امر میں نبی سے افضل نہیں مانتے، مصنف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتے ہیں۔

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ کتاب تو از اول تا آخر انہیں عجوبۂ روزگار باتوں سے بھری ہوئی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

> '' جن کتابوں سے اس میں مضامین اخذ کیے گئے ہیں ان کتابوں کے نام بھی لکھ دیے گئے ہیں۔ یہ کہ وہ کتابیں قابل تسلیم نہیں، یہ امر تو لاجواب ہے اور اس کے متعلق کچھ لکھنا بھی مجادلہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ ''

کیوں جناب! مصنف احسن الانتخاب تو مجاز ہیں کہ جمہور کے اقوال کو رد کریں، روایات اصح الکتب کو درایت وقیاس سے ٹھکرادیں، اور دوسرے پر فرض لازم کہ آپ کے مستندات اور تاریخی روایات پر، جن سے زیادہ ظنی اور واہی کوئی چیز نہیں ہو سکتی، بلا چوں وچرا ایمان لے آئے۔ ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ترجمہ: سخت حیرت ہے الٰہی یہ تماشا کیا ہے

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"جن صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے یعنی ص: ۳۵۹ر و۳۸۴ر کا ان میں کوئی الفاظ مکروہ و درشت میری نظر سے نہیں گذرے، نہ وہ مطاعن ہو سکتے ہیں، وہ امور تو کتب احادیث سے ثابت ہیں، اگر وہ مطاعن آپ کے خیال میں ہیں تو پھر کتب احادیث کا مطالعہ بھی معاذ اللہ بیکار رہے۔ کیوں کہ ان امور کا تذکرہ انہیں کتابوں میں ہے اور انہیں سے علمائے کرام نے اخذ فرماکر اپنے مصنفات میں درج فرمایا ہے۔ ص: ۳۵۹ر کی عبارت احسن الانتخاب میں کتاب ارجح المطالب فی عد مناقب علی بن علی طالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری سے ماخوذ ہے، یہ کتاب طبع ہوگئی ہے اور مطبع کریمی لاہور میں چھپی ہے اس میں ملاحظہ کر لیجیے"۔

پھر آپ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ صفحات مذکورۂ بالا کا مضمون خلاف حدیث ہے اور کتب حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا؟ زیادہ تشریح میں مجھے بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ مجادلہ نہ خیال کیا جائے۔"

سبحان اللہ! قربان اس مناظرانہ چال کے کہ ” الفاظ مکروہ و درشت “ تو میرے خط اول کے ابتدائی حصہ سے لیے گئے، جہاں میں نے لکھا ہے کہ: ”الفاظ عموماً مکروہ و درشت استعمال فرمائے“ اور کسی صفحہ کا حوالہ نہیں دیا تھا، اور جنہیں بجنسہٖ بلا حوالہ کسی صفحہ کے اپنے دوسرے خط کے ابتدائی حصہ میں بھی نقل کر دیا تھا۔ اور ” صفحات مذکورہ “ میرے خط ثانی کے تقریباً وسطی حصہ کی اِس عبارت سے اخذ فرمائی:

” کیا موضوع لہ سوانح عمری قائم کر لینے سے مصنف و مؤلف کتاب عقائد و احکام شرعیہ سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں یہ روش اور طرز تو روافض و آزاد خیالوں کا ہے اور انہیں کو مبارک رہنا چاہیے، ایک صوفی صافی، عالم اہل سنت کو وہی زیبا ہے جو عارف کامل جامی علیہ الرحمۃ نے اختیار فرمایا۔

ترجمہ:

جز بآل کرام و صحب عظام	آل و اصحاب پاک شاہ انام
سلک دین نبی نیافت نظام	ناظم دین ہیں حامی اسلام
نام شاں جز باحترام مبر	ذکر ان کا ادب کے ساتھ ہی کر
جز بہ تعظیم سوے شاں منگر	بے ادب ان کی سمت کر نہ نظر
ہمہ را اعتقاد نیکو کن	سب کو اچھا ہی جان اے مومن
دل ز انکار شاں بہ یکسو کن	ان کا انکار اور تجھ سے فطن
ہر خصومت کہ بود شاں باہم	ان کے جو کچھ نزاع تھے باہم
بہ تعصب مزن در آنجا دم	اس میں لب کھولنا ہے گویا سم
بر کس انگشت اعتراض منہ	اور خلاف ادب نہ تو کچھ کہہ
دین خود رائگاں ز دست مدہ	ورنہ ایمان و دین سے کورا رہ

حکم ایں قصہ با خدا بگذار | حکم اس کا خدا کو سونپ اے یار
بندگی کن ترا بحکم چہ کار | کفش بوسی کو اس سے کیا سروکار

آں خلافے کہ داشت باحیدر | کشمکش قضیۂ خلافت پر
در خلافت صحابی دیگر | با علی و صحابی دیگر

حق در آں جا بدست حیدر بود | حق پہ اس باب میں تھے شیرودود
جنگ باوے خطاے منکر بود | جنگ ان سے خطا تھی نا محمود

آں خلاف از مخالفاں مپسند | گو لڑائی کبھی نہ کر تو پسند
لیک از طعن و لعن لب بر بند | پر مطاعن سے کر زباں کو بند

نہ وہ جو مصنف علام نے عقیدہ و مذہبی دلائل کے متعلق ص:

۳۵۹/وص:۳۸۴/ پر تحریر فرمایا"

اسی کو "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا" کہا جاتا ہے۔ کیوں جناب! میرے کن الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ میں نے الفاظ مکروہ و درشت کی مثال میں ان صفحات کو پیش کیا تھا؟۔ کیا میرے الفاظ:

"نہ وہ جو مصنف علام نے عقیدہ و مذہبی دلائل کے متعلق

ص:۳۵۹/وص:۳۸۴/ پر تحریر فرمایا."

ان صفحات کو عقیدہ و مذہبی دلائل میں محصور نہیں کر دیتے؟۔ جناب کے علم و فضل، تقویٰ و دیانت کے لیے یہ بات کس قدر زیبا و مستحسن ہے کہ جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اگر یہی صورت معارضہ رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان تحریرات کا سلسلہ قیامت تک بھی ختم نہ ہو سکے گا، اور دنیا میں کوئی جناب کو قائل کرنے والا پیدا ہوا نہ ہو سکتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے "احسن الانتخاب" ص:۳۵۹/:

"خود یہ دلیل کہ معاویہ صحابی تھے واقعی کوئی دلیل ان کی برات کی نہیں ہو سکتی، اس کا صرف مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی اور دلیل ان کی برائت کی موجود نہیں، مذہبی نقطۂ نظر سے کسی کو ساکت کرنا کوئی دلیل نہیں ہوا کرتی، اور نہ ایسے دلائل کی کمزوری صاحبان نظر سے مخفی رکھی جا سکتی ہے۔"

ملاحظہ فرمائیے ص:۳۸۴/:

"جب نوبت اس کی پہنچ جائے کہ بحث میں بجائے دلائل پیش کرنے کے عقیدہ، خوف، امید اور دیگر احساسات پر بھروسہ ہونے لگے تو پھر ایسی بحث کا کیا ٹھکانا، بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاویہ کے متعلق کوئی دلیل تو ہمارے پاس نہیں، مگر تم کو ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ تم مستحق جہنم ہوئے جاتے ہو۔ اس لیے ڈرو اور ڈر کر سکوت اختیار کرو۔ اس قسم کی حجت یا دلیل از قسم خطابیات ہے نہ برہانیات۔ ایسی لایعنی دلیل پر اکتفا کر لینا اتیان حجت سے عجز کی دلیل ہے۔"

میں ہار تسلیم کرلوں گا، اگر..............:

بندہ نواز! اپنے ان الفاظ کو ثابت فرمائیں:

"وہ امور تو کتب احادیث سے ثابت ہیں۔"

میں جناب کو اس کی وسعت دیتا ہوں کہ "حدیث متواتر" نہیں "حدیث مشہور" نہیں "صحیح" نہیں "حسن" نہیں "ضعیف" نہیں "موضوع" سہی، کسی کتاب مشہور سے نہ سہی مجہول مگر مطبوع سے "سنی" کی نہ سہی کسی بد مذہب کی کتاب سے یہ الفاظ حدیث بجنسہٖ دکھا دیجیے۔ میں زائد تو نہیں کہہ سکتا مگر اس خط و کتابت میں اپنی ہار تسلیم کرلوں گا۔ ان عبارات مذکورۂ صفحات مذکورہ کے متعلق کوئی تاویل نہ مانی جائے گی سوا اس کے کہ "وہ امور تو کتب

احادیث سے ثابت ہیں" کیوں کہ میرے الفاظ:

"نہ وہ جو مصنف علام نے عقیدہ و مذہبی دلائل کے متعلق
ص:۵۹/۳ و ص:۸۴/۳ پر تحریر فرمایا۔"

ایسے ہیں کہ جناب کا علم و فضل تو خدا کے فضل سے "محسود زمانہ" ہے کوئی معمولی اردو داں بھی ان عبارات سے علاحدہ نہیں جا سکتا تھا۔ لہذا جناب والا یا بجنسہٖ ان ہر دو مضامین پر کوئی حدیث پیش کریں یا اپنی طباعی اور ذہانت کا اقرار فرمائیں۔

امید اور خوف پر ہی عقیدہ کی بنیاد ہے:

اب سنیئے !کہ مصنف علام نے ان ہر دو عبارات سے کن کن ذوات مقدسہ کو اپنے تیر ستم کا نشانہ بنایا:

(۱)۔ قرآن کریم کی آیات ثواب و عقاب پر ایمان امید و خوف ہی کی وجہ سے ہے۔ (۲)۔ قصص انبیا علیہم السلام و اخبار ماضی و مستقبل و احکام شرعی پر ایمان اسی امید و خوف کی بدولت ہے۔ (۳)۔ یوں ہی وجود ملائکہ وغیرہ جمیع احکام ضروریہ پر ایمان اسی امید و خوف کی وجہ سے ہے۔ (۴)۔ احادیث رسالت پناہی پر ایمان اسی امید و خوف سے ہے۔ (۵)۔ بزرگان عظام سے عقیدہ و حسن ظن اسی امید و خوف کا صدقہ ہے۔

چند احادیث و اقوال بھی ملاحظہ فرمائیے اگر ضرورت ہوئی تو اور بھی پیش کر دیے جائیں گے:

عن ابی سعید الخدری	**ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال النبی صلی اللہ	سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علیه و سلم لا تسبوا	نے ارشاد فرمایا کہ: "میرے اصحاب کو
اصحابی فلو ان احدکم	برا نہ کہو، کیوں کہ اگر تم میں کوئی احد
انفق مثل احد ذهبا ما	پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے
بلغ مد احدهم ولا	تب بھی ان (میرے صحابہ) کے ایک

نصيفهٗ.[۱] | مد تو کیا نصف مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

کیوں جناب! یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ ایک شخص پہاڑ برابر سونا خرچ کرے اور دوسرا اس کے مقابلہ میں حقیر ترین پیمانہ اور پھر اس حقیر کی برابری نہ کر سکے۔؟

عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: اكرموا اصحابي فانهم خياركم.[۲]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "میرے صحابہ کی تکریم و تعظیم کرو کیوں کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں"

جب جناب کے اور جناب کے بھائی صاحب کے خیال کے مطابق صحابہ میں معاذ اللہ فساق موجود تھے تو اس "اکرموا" پر کوئی دلیل عقلی موجود ہے۔۔؟

عن جابر عن النبي صلى الله عليه و سلم لا تمسن النار مسلماً رآني أو رأىٰ من رآني.[۳]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اس مسلمان کو دوزخ کی آگ ہرگز نہ چھو سکے گی جس نے میری یا میرے صحابہ کی زیارت کی ہو۔

کیا اس پر سوا عقیدہ کے کوئی اور دلیل ہے۔۔۔۔۔۔؟

---

(۱) صحیح بخاری، ج:۱/ص:۵۱۸، باب قول النبي صلى الله عليه و سلم لو كنت متخذا خليلا، المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند۔

(۲) مشکوٰۃ المصابيح، باب مناقب الصحابة، الفصل الثانی، ص:۵۵۴/، مجلس برکات ۲۰۰۶ء۔

(۳) بحوالہ سابق۔

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : الله الله فی اصحابی ، الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم و من اٰذاهم فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی الله و من اٰذی الله فیوشك ان یأخذه۔(۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ کے سلسلہ میں خدا سے ڈرو، اور میرے بعد انہیں (اپنی زبان طعن) کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت رکھی تو وہ مجھ سے محبت کی وجہ سے رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو وہ مجھ سے بغض کی بنیاد پر رکھا ، اور جس نے انہیں ستایا بیشک اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو ستایا تو یقیناً اللہ اس کی گرفت فرمائے گا۔

یہاں پر سوا خوف دلانے کے کوئی دلیل عقلی بیان فرمائی گئی۔۔۔۔؟

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میرے صحابہ کے برا کہنے والوں کو دیکھو تو ان سے

(۱)۔بحوالہ سابق۔

لعنة الله علىٰ شركم .[۱] کہو کہ: تمھاری اس ناشائستہ حرکت پر اللہ کی لعنت ہو۔

حالاں کہ بقول آپ کے:

"مگر جن واقعات کا تعلق جس کی ذات سے ہوگا وہ تولا محالہ بیان کرنا پڑیں گے۔"

فتح الباری میں ہے:

و اتفق اهل السنة علىٰ وجوب منع الطعن علىٰ احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف الحق.[۲]

باہمی نزاعات و اختلافات کی بنا پر حضرات صحابہ کرام کو برا نہ کہنا جمہور اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق واجب ہے، اگر چہ حقانیت والا پہچان ہی لیا گیا ہو۔

ایک اور مقام پر ہے:

وهٰولاء مع هٰذا التصويب متفقون علىٰ انه لا يذم واحد من هٰولاء.[۳]

ترجمہ: اس تحقیق کے باوجود جمہور اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں سے کسی بھی صحابی کو برا نہ کہا جائے۔

---

(۱)۔بحوالہ سابق، الفصل الثالث۔

(۲)فتح الباری، ص:۴۳، ج:۱۳، کتاب الفتن ، باب : اذا التقى المسلمان بسيفهما، دار السلام، ریاض ۲۰۰۰ء

(۳)بحوالہ سابق، ص:۸۴، باب : قول النبى صلى الله عليه وسلم لحسن بن على " ان ابنى هٰذا لسيد.......

تفسیر کبیر میں ہے:

روی عن حمید بن زیاد انه قال قلت یوماً لمحمد بن کعب القرظی الا تخبرونی عن اصحاب الرسول علیه السلام فیما کان بینهم ،و اردت الفتن، فقال لی : ان الله تعالیٰ قد غفر لجمیعهم و اوجب لهم الجنة فی کتابه محسنهم و مسیئهم ، قلت لهٗ و فی ایّ موضع اوجب لهم الجنة ؟ قال : سبحان الله ! الا تقرأ قولهٗ تعالیٰ: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ ...الیٰ آخر الآیة. فاوجب الله لجمیع اصحاب النبی علیه السلام الجنة و الرضوان، و شرط علیٰ التابعین شرط علیهم ،

ترجمہ: حمید بن زیاد سے مروی ہے ،وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک دن محمد بن کعب قرظی سے عرض کیا: کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی باہمی آویزشوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے ؟۔انہوں نے جواب دیا کہ : بیشک خدائے پاک نے تمام صحابۂ کرام (یعنی فریقین) میں سے ہر ایک کی مغفرت فرما دی ہے اور اپنی کتاب میں ان سے عطائے جنت کا حتمی وعدہ فرمالیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: عطائے جنت کا حتمی وعدہ کلام مجید میں کس مقام پر ہے ؟ انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ ! کیا تم کلام پاک میں یہ آیت: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ.... ..الی آخرہٖ. نہیں پڑھتے ہو؟۔اللہ تعالیٰ نے (اسی آیت کریمہ میں) تمام صحابۂ کرام کے لیے عطائے جنت

قلت وما ذاك الشرط ؟ قال: اشترط عليهم ان يتبعوهم باحسان فى العمل وهو ان يقتدوا بهم فى اعمالهم الحسنة ولا يقتدوا بهم فى غير ذلك او يقال المراد ان يتبعوهم باحسان فى القول وهو ان لا يقولوا فيهم سوءً، أو ان لا يوجهوا الطعن فيما اقدموا عليه . قال حميد بن زياد فكأنى ما قرأت هٰذه الآية.(۱)

اور (اپنی) رضا کا یقینی وعدہ کیا ہے۔ اور تابعین کے لیے ایک شرط لگائی ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ کون سی شرط ہے؟ فرمایا: شرط یہ رکھی ہے کہ یہ عمل میں احسان کے ساتھ صحابۂ کرام کی پیروی کریں، یعنی اچھے اعمال میں ان کی اقتدا کریں، نا کہ اس کے خلاف میں۔ یا اس کا یہ معنٰی مراد لیا جائے کہ قول میں صحابۂ کرام کی احسان کے ساتھ پیروی کریں، یعنی نہ انہیں برا کہیں اور نہ ان کے اقدامات (یعنی نزاعات و اختلافات) کی بنا پر ان پر طعن و تشنیع کریں۔ یہ سن کر حمید بن زیاد بولے: (مجھے ایسا محسوس ہوا) گویا میں نے اس آیت کریمہ کو (اس سے پہلے) پڑھا ہی نہ تھا۔

علیٰ ہٰذا تمام مستند ائمہ اہل سنت اسی عقیدہ و خوف کو مشاجرات صحابہ میں اپنا مطمح نظر قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر یہی اصول قرار دے لیا جائے کہ عقیدہ و خوف لایعنی چیز ہیں اور مذہبی

---

(۱) تفسیر کبیر، ج: ۱۶/ ص:۱۷۵/ سورۂ توبہ، تحت آیت : والسابقون الاولون من المهاجرين ..الخ، دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۱ء۔

دلائل نامعقول امور کا مجموعہ ہیں، تو پھر خدا اور رسول، حشر و نشر، جنت و دوزخ، اعمال حسنہ و سیئہ سب معاذ اللہ ہوائی قلعہ کی طرح اڑ جائیں گے، کہ سب مسلمان کے لیے مومن بہ اسی عقیدہ و خوف اور مذہبی احکام و دلائل کی بدولت ہیں۔ بلکہ دور کیوں جائیے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی کیوں واجب التعظیم قرار پائی؟ اسی عقیدہ و خوف اور مذہبی معتقدات کی بدولت کہ حضور نبی کریم ﷺ کے محبوب بھائی عزیز دامام، خلیفۂ راشد، صحابی جلیل ہیں، ورنہ بادشاہ دنیا میں سیکڑوں ہوئے، بہادر لاکھوں پیدا ہوئے جن کے بڑے بڑے کارنامے کتب تواریخ میں بھرے ہوئے ہیں، مگر کجا وہ ذرات خاک، کہاں یہ مظہر صاحب لولاک۔ ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

ایک الزامی معارضہ:

کیوں جناب! حضرت "عبد العزیز مکی" کی صحابیت کا ثبوت، سوا اس کے کہ حضرات قلندریہ سے حسن ظن رکھا جائے، کہیں کسی کتاب اسماء الرجال یا سیر و حدیث سے دیا جا سکتا ہے؟ پھر اگر کوئی منکر اس بحث میں جناب کے بھائی صاحب کے یہی اقوال اٹھا کر پیش کر دے تو اس کے ساکت کرنے کو جناب کے پاس کوئی دلیل عقلی ہے؟۔ العیاذ باللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

بندہ نواز! اہل سنت کا تو مذہب یہی ہے کہ "الایمان بین الخوف و الرجاء" امید و خوف کے درمیان ایمان ہے، اور بھائی صاحب ان دونوں کے پکے دشمن، لہٰذا نباہ ہوتا نظر نہیں آتا۔ ؎

آنہا کہ خواص درگہ تکریمند
دہشت زدگان عالم تسلیمند

ترجمہ:

مخصوص جو لوگ ہیں عنایت کے لیے
ہیں وقف رضا و صبر و طاعت کے لیے

نومید مشو کہ رحمت حق عام است   نومید نہ ہو کہ اس کی رحمت تو ہے عام
مغرور مشو کہ خاصگان دربیمند   لیکن نہیں یہ عموم نخوت کے لیے
شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی   خدا کا شکر وہاں غیر باریاب نہیں
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد   اگرچہ میں بھی کوئی قابل خطاب نہیں

اگر ارجح المطالب میں مولوی عبید اللہ امرتسری نے ص: ۳۵۹/ کی عبارت مبحوث عنہ بذیل حدیث لکھی ہے تو وہ غالباً گذشتگان میں ہوں گے، نیز میں ان سے ناواقف ہوں، لہٰذا تکلیف فرما کر ان کا ماخذ ہی بتادیجیے کہ وہ حدیث دیکھ لی جائے۔ (☆۱)

احسن الانتخاب میں صحابہ کے لیے چند خطابات:

جناب کا ارشاد:

"یہ کہ حرمت صحابیت سے بالکل پہلوتہی کر کے نص قرآنی
"لا یستوی ... الخ" سے بھی بے پرواہی کی گئی، یہ آپ کو کس
عبارت سے معلوم ہوا۔؟"

جناب والا! وہ کون سا "محمود خطاب" ہے جو صحابہ کرام کو نہیں عطا ہوا:
"قابل نفرت"، "فاسق"، "فاجر"، "مکار"، "دغاباز"، "طماع"، "شرابی"، "دنیادار"، "دنیاطلب"، "فریبی"، "خراب کنندۂ عاقبت"، "دوسروں کی عاقبت خراب کرنے والے"، "کھلونا"، "بے پرواشاعر"، "قابل عبرت"۔ غرض جہاں دیکھیے۔ ؏

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

ترجمہ: ناز دلدار یہ کہتا ہے کہ منزل ہے یہی

صرف "مادر و پدر" بھٹیاریوں والی کرنا باقی ہیں وہ حوصلہ بھی نکال لیجیے، حسرت نہ رہ

☆ **نوٹ:** میرے ایک مخدوم نے کتاب ہٰذا عنایت فرمائی جس کے لطائف ناظرین حصۂ دوم کتاب ہٰذا الموسوم بہ "انکشافات ستم" میں ملاحظہ فرمائیں۔

جائے۔ ع

رکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

لَا یَسْتَوِی مِنْکُم..........میں مبحوث عنہ:

جناب کا ارشاد:

"آیت شریفہ مذکورہ میں وہی حضرات مراد ہیں جو صلح حدیبیہ میں تھے نہ کہ فتح مکہ کے بعد والے۔"

بندہ نواز! یاد رکھیے گا یہ دوسری مناظرانہ چال ہے۔ آیت شریفہ میں میرا مبحوث عنہ آیت کا یہ حصہ ہے "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کہ میرے خط کے یہ الفاظ:

"حالاں کہ نص مذکورۂ بالا میں تمام صحابۂ کرام سے وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا۔"

اس مبحث کو متعیّن کر دیتے ہیں، چوں کہ یہ مبحث جناب کو مضر ہے لہٰذا اس سے اعراض فرما کر بحث کو صرف "مکہ و حدیبیہ" میں محصور کر رہے ہیں، اگرچہ حدیبیہ میرے لیے کوئی مضر نہیں، کہ بعد فتح مکہ والے بھی بعد حدیبیہ میں داخل ہیں، لیکن بپاس خاطر جناب اس کے متعلق بھی کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر کبیر میں ہے:

المراد بهذا الفتح فتح مكة لان اطلاق لفظ الفتح فى المتعارف ينصرف اليه. (۱)	**ترجمہ:** اس فتح سے فتح مکہ مراد ہے کیوں کہ عرف میں مطلق فتح سے وہی مراد لی جاتی ہے۔

(۱) تفسیر کبیر، ج:۲۹/ ص:۲۱۹/ سورۂ حدید، تحت: لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قاتل ..الخ

تفسیر ابو سعود میں ہے:

الفتح فتح مكة(۱) ترجمہ: فتح سے فتح مکہ مراد ہے

تفسیر حسینی میں ہے:

"من قبل الفتح" پیش از فتح مکہ(۲)

ترجمہ: فتح مکہ سے پہلے

تفسیر مدارک میں ہے:

من قبل الفتح و قاتل ای فتح مكة.(۳) ترجمہ: فتح سے پہلے اور قتال کیا یعنی فتح مکہ۔

تفسیر جلالین میں ہے:

من قبل الفتح لمكة(۴) ترجمہ: فتح مکہ سے پہلے۔

ترجمان القرآن اردو میں ہے:

فتح سے مراد فتح مکہ ہے، جمہور واکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں(۵)

تفسیر فتح البیان عربی میں ہے:

اى فتح مكة و به قال اكثر المفسرين.(۶) ترجمہ: یعنی فتح مکہ یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔

---

(۱) تفسیر ابو سعود، ج:۸/ص:۲۰۶، سورۂ حدید، تحت آیت: لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح ..الخ، دار احیاء التراث العربي، بیروت، لبنان۔ (سنہ ندارد)

(۲) تفسیر حسینی، ص:۳۱۱، مطبع احمدی

(۳) تفسیر مدارک، ص:۲۲۴، جزء:۴/ پارہ:۲۷/ سورہ حدید، ابنائے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی

(۴) تفسیر جلالین، ص:۴۴۹، پارہ:۲۷/ سورہ حدید، مجلس برکات ۲۰۰۶ء

(۵) ترجمان القرآن، جز: ۱۴، ص: ۱۷/ مطبع مفید عام آگرہ، ۱۳۱۶ھ

(۶) فتح البیان، از: صدیق حسن قنوجی، ج:۱۳/ ص:۴۰۱/ سورۂ حدید، المکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۹۹۲ء۔

تفسیر کلیمی میں ہے:

ای فتح مکة [۱]

ترجمہ شاہ رفیع الدین:

" من قبل الفتح " پہلے فتح مکہ سے۔

ترجمہ شاہ عبدالقادر:

" پہلے فتح مکہ سے"۔

ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد:

"جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے"۔

ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی:

"جو لوگ فتح مکہ سے پہلے"۔

ترجمہ مرزا حیرت دہلوی:

"تم میں سے فتح مکہ سے پہلے"۔

ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی:

" جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے"۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

المراد بهم المومنون المنفقون المقاتلون قبل فتح المكة او قبل الحديبية بناءً علی الخلاف

ترجمہ: ان سے مراد وہ مومنین ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے یا (اختلاف سابق کی بنا پر) حدیبیہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور اس

(۱) تفسیر کلیمی، ص:۴۳۲، مطبع احباب قرآنی۔

السابق.[۱] کی راہ میں جہاد کیا۔

تفسیر طبری:

و اولیٰ الاقوال فی ذلك بالصواب عندی[۲]	ترجمہ: میرے نزدیک عمدہ اور صحیح قول یہ ہے۔

توضیح: یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک قول فتح مکہ بھی ہے۔

ازالۃ الخفا میں ہے:

"ظاہر از فتح، فتح مکہ است"۔ بظاہر فتح سے مراد فتح مکہ ہے[۳]

ملاحظہ فرمائیے! کہ جناب کے یہ مختتم الفاظ:

"وہی حضرات مراد ہیں جو صلح حدیبیہ میں تھے۔"

اور مفسرین کی یہ اکثریت، کس قدر طرفہ لطیفہ ہے۔ یہی تو جناب کے بھائی صاحب نے بھی کیا ہے کہ جمہور کو چھوڑ کر ہر جگہ تقریباً شذوذ و نوادرات سے ہی کام لیا ہے۔

جناب کا ارشاد:

"علامہ محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البیان میں اسی آیت شریفہ کی تفسیر کے تحت میں لکھتے ہیں:

و اولیٰ الاقوال فی ذٰلك بالصواب عندی ان یقال معنیٰ ذلك: لا یستوی	ترجمہ: میرے نزدیک عمدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کے یہ معنیٰ کیے جائیں: "اے لوگو! تم میں

(۱) روح المعانی، ج:۲۷، ص:۱۷۳، سورۂ حدید، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

(۲) طبری، ج:۷، ص:۲۲۲، سورۂ حدید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء۔

(۳) ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) ج:۲، فصل ششم، بابت سورۂ حدید، ص:۲۷۸، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

منکم ایها الناس من انفق فی سبیل الله من قبل فتح الحدیبیة للذی ذکرنامن الخبر عن رسول الله صلی الله علیه و سلم الذی رو یناه عن ابی سعید الخدری عنه، و قاتل المشرکین ،بمن انفق بعد ذلك و قاتل ،و ترك ذکر من انفق بعد ذلك و قاتل استغناء بدلالة الکلام الذی ذکر علیه من ذکره اولٰئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا. (۱)

(۱)

سے وہ شخص جس نے فتح حدیبیہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مشرکین سے قتال کیا، وہ برابر نہیں اس شخص کے جس نے فتح حدیبیہ کے بعد خرچ کیا اور مشرکین سے قتال کیا،(یہ تفسیر) اس حدیث کی بنیاد پر ہے جسے ہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کلام مذکور کی دلالت نے بعد میں خرچ کرنے والے اور قتال کرنے والے کا حکم ظاہر کرنے سے بے نیاز کر دیا،اسی بنا پر ان کا ذکر چھوڑ دیا گیا۔ یہ لوگ (یعنی فتح حدیبیہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے) بڑے درجہ والے ہیں ان سے جنہوں نے فتح حدیبیہ کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا۔

جناب والا! یہ بالا بالا نہ جائیے،بلکہ حدیبیہ ومکہ سے نکل کر ''وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى'' پر آجائیے،اور دیکھیے کہ تمام مفسرین و مترجمین نے اس ''کل'' کو محیط برماقبل ومابعد کیا ہے، نہ محصور ماقبل حدیبیہ یاماقبل مکہ میں، جیساکہ جناب والا رحمت الٰہی میں بخل فرما رہے ہیں۔ ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها .

(۱) طبری، ج:۲۴/ سورۂ حدید، آیت:۱۰/ ص:۱۷۶/ ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء۔

"وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کے مختلف تراجم:

ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ شاہ عبدالقادر:

"اور ہر ایک کو وعدہ دیا اللہ نے اچھا"

ترجمہ شاہ رفیع الدین:

"اور ہر ایک کو وعدہ دیا اللہ نے اچھا"

ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی:

"اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی ثواب کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے۔"

ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد:

"اور یوں حسن سلوک کا وعدہ تو اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہے۔"

ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی:

"اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔"

ترجمہ مرزا حیرت دہلوی:

"اور ان دونوں فریق میں ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔"

تفسیر کلیمی:

و كلا من الفريقين وعد الله الحسنىٰ اى الجنة. (۱)

ترجمہ: فریقین میں ہر ایک سے اللہ نے خوبی یعنی جنت کا وعدہ کیا۔

(۱) تفسیر کلیمی، ص:۴۳۲، مطبع احباب قرآنی۔

تفسیر فتح البیان عربی صدیق حسن خاں:

و کلا ای کل واحد من الفر یقین وعد الله المثوبة الحسنیٰ و ھی الجنة مع تفاوت درجاتھم فیھا (۱)

ترجمہ: فریقین میں ہر ایک سے بقدر مراتب جزاے خیر یعنی جنت کا وعدہ کیا۔

ترجمان القرآن اردو، صدیق حسن خاں:

"وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی" یعنی ہر ایک کو خرچ کرنے والوں میں قبل و بعد فتح کے وعدہ دیا اللہ نے ثواب نیک کا سب کے لیے ثواب ہے۔ (۲)

تفسیر جلالین:

و کلا من الفر یقین وعد الله الحسنیٰ الجنة. (۳)

ترجمہ: فریقین میں ہر ایک سے اللہ نے خوبی یعنی جنت کا وعدہ کیا۔

تفسیر مدارک:

و کلا ای کل احد من الفر یقین وعد الله الحسنیٰ المثوبة الحسنیٰ وھی الجنة. (۴)

ترجمہ: فریقین میں ہر ایک سے اللہ نے جزاے خیر یعنی جت کا وعدہ کرلیا ہے۔

---

(۱) فتح البیان، ج:۱۳/ص:۴۰۳/سورۂ حدید، المکتبۃ العصریہ، بیروت، لبنان۔

(۲) ترجمان القرآن، جز: ۱۴، ص: ۱۸/مطبع مفید عام آگرہ، ۱۳۱۶ھ

(۳) تفسیر جلالین، ص:۴۴۹/پارہ:۲۷، سورہ: الحدید، مجلس برکات ۲۰۰۶ء۔

(۴)۔ تفسیر مدارک، ص:۲۲۴، جز:۴، پارہ:۲۷، سورہ: الحدید، ابنائے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی۔

تفسیر کبیر:

و کل واحد من الفر یقین وعد الله الحسنیٰ ای المثو بة الحسنیٰ و ھی الجنة مع تفاوت الدرجات.(۱)

ترجمہ: فریقین میں ہر ایک سے اللہ نے بقدر مراتب بھلائی اور جزائے خیر یعنی جنت کا وعدہ کر لیا ہے۔

تفسیر ابو سعود:

و کلا ای و کل واحد من الفر یقین وعد الله الحسنیٰ ای المثو بة الحسنیٰ و ھی الجنة لا الاولین فقط .(۲)

ترجمہ: قبل فتح اور بعد فتح والے دونوں فریق میں سے ہر ایک سے اللہ نے بھلائی یعنی جزائے خیر کا وعدہ کر لیا ہے، اور وہ جنت ہے، نہ کہ صرف قبل فتح والوں سے۔

تفسیر روح المعانی:

وکلا ای کل واحدمن الفر یقین لا الاولین فقط وعد الله الحسنیٰ ای المثو بة الحسنیٰ وھی الجنة (۳)

ترجمہ: قبل فتح اور بعد فتح والے دونوں فریق میں سے ہر ایک سے اللہ نے بھلائی یعنی جزائے خیر کا وعدہ کر لیا ہے، اور وہ جنت ہے، نہ کہ صرف قبل فتح والوں سے۔

تفسیر جامع البیان:

---

(۱) تفسیر کبیر، ج:۲۹/ ص:۲۲۰/ سورۂ حدید، دار الفکر لبنان بیروت، ۱۹۸۱ء۔

(۲) تفسیر ابو سعود، ج:۸/ ص: ۲۰۶/ سورۂ حدید، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

(۳) روح المعانی، ج:۲۷/ ص:۱۷۲/ سورۂ حدید، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

اسی کے متّصل جہاں سے جناب نے اپنے مضر سمجھ کر چھوڑا ہے:

و کلا وعد الله الحسنیٰ یقول تعالیٰ ذکره و کل ھٰولاء الذین انفقوا من قبل الفتح و قاتلوا و الذین انفقوا من بعد و قاتلوا وعد الله الجنة بانفاقھم فی سبیله و قتالھم اعدائه و بنحو الذی قلنا فی ذلك قال اهل التاو یل.

ذکر من قال ذلك : حدثنی ابن عمر و قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا عیسیٰ و حدثنی الحارث قال حدثنا الحسن قال حدثنا ورقاء جمیعاً عن ابن ابی نجیح عن مجاهد من الذین انفقوا و آمنوا و کلا وعد الله الحسنیٰ قال الجنة حدثنا بشر قال حدثنا یز ید قال حدثنا سعید عن

ترجمہ: " اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے" ، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اس کا ذکر ہمیشہ بلند رہے) کہ: یہ تمام لوگ جنہوں نے فتح سے پہلے خدا کی راہ میں جان و مال خرچ کیا اور وہ لوگ جنہوں نے فتح کے بعد جان و مال خرچ کیا ان سب سے اللہ نے ان کی طرف سے مال خرچ کرنے اور کفار سے جہاد کرنے کے عوض جنت کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس آیت کریمہ کی جو تفسیر میں نے کی ہے وہی دیگر مفسرین بھی کرتے ہیں ،چناں چہ اسی کی مؤید مجھ سے روایت کی ابن عمر نے، ان سے ابوعاصم نے، ان سے عیسیٰ نے ، ان سے حارث نے ، ان سے حسن نے ، ان سے ورقاء نے ان سب نے ابی نجیح سے ،انہوں نے مجاہد سے پوچھا کہ: اس آیت کریمہ میں حسنیٰ سے کیا مراد ہے ؟ جواب میں فرمایا: جنت۔ نیز مجھ

قتادة و كلا وعد الله الحسنىٰ قال الجنة .[۱]

سے روایت کی بشر نے، ان سے یزید نے، ان سے سعید نے کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ آیت کریمہ میں حسنیٰ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جنت۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

”اسی کے قریب قریب صاحب تفسیر روح المعانی نے بھی لکھا ہے، بلکہ اس میں زائد تفصیل ہے۔ “

جی ہاں! میں نے بھی اسے دیکھا ہے اور اپنے مضر اس میں کچھ نہیں پایا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، میرے مبحوث عنہ یہ الفاظ موجود ہیں ” ای کل واحد من الفر يقين لا الاولين فقط وعد الله الحسنىٰ ای المثو بة الحسنىٰ و ھی الجنة“

آپ کا ارشاد:

اسی آیت کی تشریح میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رسالہ ”السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل“ میں بعد مختصر تمہید کے تحریر فرماتے ہیں:

”پس بایں اعتبار کسانے کہ قبل از ہجرت باعمال اسلام قیام نمودہ اند افضل باشند از من بعد خود مثل ابوبکر، و عمر، و عثمان، و علی، و حمزہ، و جعفر، و عثمان بن مظعون، و طلحہ، و زبیر، و مصعب بن عمیر، و عبد

ترجمہ: لہٰذا اس اعتبار سے ہجرت سے پہلے جو حضرات احکام اسلامی بجا لائے ہیں وہ اپنے بعد والوں سے افضل ہوں گے مثلاً ابو بکر، و عمر، و عثمان، و علی، و حمزہ، و جعفر، و عثمان بن مظعون، و طلحہ، و زبیر، و مصعب بن

(۱) تفسیر طبری، ج:۲۴/ ص:۱۷۷/ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت مطبوعہ ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء۔

الرحمٰن بن عوف ، و عبد اللہ بن مسعود، و سعید بن زید، و زید بن حارثہ ، و ابو عبیدہ بن الجراح، و بلال، و سعد ابن ابی و قاص، و عمار بن یاسر، وابو سلمہ بن ارشد، و عبد اللہ بن جحش و غیر ہم من احزابہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بعد ازاں اہل عقبہ ، باز اہل بدر ، باز اہل مشاہد مشہداً بعد مشہد تا آں کہ نوبت بصلح حدیبیہ رسید، زیراکہ انزال سکینہ و صفاے قلوب و خلوص نیات حاضران آن واقع منصوص بنص قرآنی است ، قال اللہ تعالیٰ و تقدس:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔(۱)

عمیر، و عبد الرحمٰن بن عوف، و عبد اللہ بن مسعود، و سعید بن زید، و زید بن حارثہ، و ابو عبیدہ بن الجراح، و بلال، و سعد ابن ابی و قاص، و عمار بن یاسر، وابو سلمہ بن ارشد، و عبد اللہ بن جحش اوران کے علاوہ ان کی صف کے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد عقبہ والے ، پھر بدر والے ، پھر بالترتیب صلح حدیبیہ تک دیگر معرکوں والے ، اس لیے کہ صلح حدیبیہ والوں کی نیتوں کا خلوص، قلبوں کی صفائی نیز ان پر رحمت خداوندی کا نزول قرآن پاک سے ثابت ہے، حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:

" بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، تو جو ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا، تو اللہ نے ان کے دلوں پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں جلد آنے

(۱)۔ پارہ:۲۶/ سورۂ فتح، آیت:۱۸/۔

اما بعد ازاں بالقطع ہیچ مشہد نیست کہ مدار فضل تواند بود، زیراکہ در ہر مشہد جماعت از منافقین و ارباب اغراض فاسدۂ دنیوی نیز شریک بودہ اند۔ قال اللہ تعالیٰ و تقدس:

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ۔ (۱)

والی فتح کا انعام دیا۔"

اس کے بعد کوئی ایسی قطعی رزمگاہ نہیں جس پر بزرگی کا دارومدار ہو، کیوں کہ پھر ہر معرکہ میں منافقوں اور فاسد الاغراض دنیاداروں کی ٹولیاں بھی شریک ہوگئی تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور تمھارے گرد و نواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں اور باشندگان مدینہ بھی، یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔"

بندہ نواز! یہ مناظرانہ چالیں کب تک ؟ میرا مبحوث عنہ "من قبل الفتح و من بعد الفتح" دو گروہ ہیں، اور دونوں سے خدا کا وعدۂ حسنیٰ ناطق۔ شاہ صاحب مبحث تفضیل میں "لا یستوی" اور "اعظم درجة" سے بحث فرمارہے ہیں، "من بعد الفتح" نہ ان کے مبحوث عنہ ہیں نہ انہوں نے ان کا کوئی ذکر کیا۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ترتیب افضلیت یہی ہے جو شاہ صاحب نے فرمائی، لیکن مابعد کی فضیلت صحبت و ثواب، انفاق و جہاد کا کون قادح ہے جس کا وعدہ خدا نے فرمایا؟۔

بہر حال شاہ صاحب نہ میرے مبحوث عنہ سے بحث کررہے ہیں، نہ میرے لیے ان کی تحریر مضر ہے۔ جناب طبع زاد طریقہ پر جو چاہیں تصور فرماتے رہیں۔ ذرا "تحفہ اثنا عشریہ"

(۱)۔ پارہ: ۱۰/ سورۂ توبہ آیت: ۱۰۱/۔ السرالجلیل فی مسئلۃ التفضیل، ص: ۷/ مطبع انصاری دہلی، ۱۳۱۰ھ۔

کا ''طعن سوم'' ملاحظہ فرمالیجیے گا جو اس خط میں بجواب حدیث بخاری مکتوب ہوگا، جس میں ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' کو شامل جمیع صحابۂ کرام فرمایا ہے، وھو المقصود۔

تحریف قرآنی کی جرأت:

آپ کا ارشاد:

''نص مذکورۂ بالا میں تمام صحابۂ کرام سے جو وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہی ''صلح حدیبیہ'' تک کے لوگ ہو سکتے ہیں نہ مابعد کے، جیسا کہ کلام حضرت شاہ صاحب سے واضح ہوتا ہے۔''

سبحان اللہ! اس لفظ '' نہ مابعد کو'' تحریر فرما کر جناب نے تحریف قرآنی کی بھی جرأت فرمادی کہ کلام مجید کے لفظ ''من بعد'' کو مہمل و بے کار بنادیا۔ معلوم نہیں کلام مجید میں قطع و برید کا اختیار کس دربار سے حاصل فرمایا گیا؟۔

گستاخی معاف! جہاں جرأت اس حد پر ہو کہ کلام مجید کے صریح الفاظ، ظاہر الدلالات سے گریز میں عار و باک نہ ہو وہاں صحابۂ کرام کس شمار میں آسکتے ہیں۔ رہا شاہ صاحب کا ارشاد وہ '' طعن سوم'' کے تحت ملاحظہ فرمالیجیے۔

آپ کا ارشاد:

''اسی آیت کریمہ میں بعد وعدۂ حسنیٰ کے ارشاد ہوتا ہے ''واللہ بما تعملون خبیر'' صاحب تفسیر روح المعانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

عالم بظاھرہٖ و باطنہٖ و	ترجمہ: خداے تعالیٰ ظاہر و باطن
یجازیکم علیٰ حسبہٖ،	کا جاننے والا ہے اور اپنے علم کے
فالکلام وعد و وعید و	مطابق تمہیں جزا دے گا، لہٰذا یہ

فی الآیات من الدلالة علیٰ فضل السابقین المهاجرین و الانصار مالا یخفیٰ، والمراد بهم المومنون المنفقون المقاتلون قبل فتح المکة أو قبل الحدیبیة بناءً علیٰ الخلاف السابق.(۱)	کلام وعدہ بھی ہے اور وعید بھی ،اور آیات سے سابقین مہاجرین اور انصار کی فضیلت صاف ظاہر ہے۔اور ان سے مراد فتح مکہ سے پہلے قتال کرنے والے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے مومنین ہیں یا،اختلاف سابق کی بنا پر، حدیبیہ سے پہلے خرچ کرنے اور قتال کرنے والے۔

میرے لیے یہ عبارت کیا مضر ہے، اور میرے مبحوث عنہ کی کیا قادح ہے ؟ جبکہ انہیں صاحب روح المعانی کا قول دو مرتبہ پیش کر چکا ہوں،سہ بار پھر سن لیجیے:

ای کل واحد من الفریقین لا الاولین فقط وعد الله الحسنیٰ ای المثوبة الحسنیٰ و هی الجنة .(۲)

آپ کا ارشاد:

”ان سب عبارتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل حضرات صحابۂ کرام کے فضائل یکساں ہیں۔“

نہ میں نے دعوائے یکسانیت کیا تھا اور نہ آیت میں ذکر یکسانیت ہے، یہ جناب نے کہاں سے اخذ فرمایا؟،لیکن ”اعظم“ کے بعد درجۂ ”عظیم“ ہے نہ ”ذلیل“ اور وعدۂ حسنیٰ سے مراد باتفاق مفسرین ”جنت ہے“،بہ حسب تفاوت درجات،نہ ” دوزخ“ یا ”اعراف“۔

(۱) روح المعانی،ج:۲۷،ص:۱۷۳،سورۂ حدید،دار احیاء التراث العربی،بیروت۔
(۲) بحوالہ سابق،ص:۱۷۲۔

جناب کا ارشاد ہے کہ:

"التماس ہے کہ شہادت نامہ حضرات حسنین علیہما السلام کی سیرت میں ہے اور الروض الازہر ملفوظ ہے کہ جس میں ضمناً تفضیل و صحابیت و فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بیان آگیا ہے، یہ دونوں مخصوص حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی سیرت میں نہیں، احسن الانتخاب مخصوص سیرت میں ہے لہٰذا میری گذارش کہ: " الروض الازہر و شہادت نامہ پر اس کو قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے" یہ غلط نہیں ہے"۔

پھر دوسرے مقام پر ارشاد کہ:

"الروض الازہر میں ضرور مباحث موجود ہیں مگر احسن الانتخاب کے موضوع لہ' اور روض الازہر کے موضوع لہ' کے فرق سے دونوں میں حیثیت اور حالت کے لحاظ سے بہت فرق ہو گیا۔"

جناب والا ! غنیۃ الطالبین ، روض الازہر ، شہادت نامہ تینوں کتابیں جناب کے مسلمات خاندانی ہیں اور اسی وجہ سے میں نے پہلے ہی خط میں انہیں کو جناب پر پیش کیا تھا، روض الازہر وہ کتاب ہے جس کے متعلق حافظ صاحب علیہ الرحمۃ " تکملہ" ص:۹۷۴ر میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ:

جان عرفاں دین حکمت روح شرع	عرفان کی جان شرع کی حکمت کی دین وروح
فاش گویم ایں کتاب ست ایں کتاب	بے شک بغیر چون و چرا یہ کتاب ہے
ناجی و ناری از و شاد و ملول	دیندار اس سے خوش ہیں خطاکار ہیں ملول
دفتر یوم الحساب ست ایں کتاب	ہاں دفتر سزاو جزا یہ کتاب ہے

الحذر اے منکراں ہان الحذر　　اے منکرو! بچو بھی ڈرو بھی کہ اصل میں
دہ کہ تیغ بے قراب است ایں کتاب　　شمشیر بے نیام قضا یہ کتاب ہے
ژاژ بطلیموس و فیلاقوس نیست　　بکواس یہ فلاسفۂ دہر کی نہیں
ہوش دار ام الکتاب ست ایں کتاب　　ام الکتاب ہاں بخدا یہ کتاب ہے

اور مواہب القلندریہ میں جناب نے بھی اس کتاب کے متعلق بہت کچھ مع مبشرات تحریر فرمایا ہے کہ:

”واقعی کتابیست عجیب و سفریست غریب، صوفیان ابوالوقت اگرش دستور العمل خود دارند روا و فقراے ابن الوقت حرز جان خودش انگارند بجا، مجموعہ ایست بہر جمعیت خاطر پریشاں و نسخۂ شفا یست بہر صحت دل رنجوراں ، خزینہ ایست پر از نقود حقائق، و گنجینہ ایست مملو از جواہر مضامین دقائق ، خوانیست پر از نعمات عرفاں ، گلدستہ ایست پر از ریاحین ایقان، عنوانش از مطلع خورشید مصفیٰ ، وہر صفحۂ سادہ از ورق ماہ در صفا اصفیٰ، ہر آنچہ دراں کتاب مسطور است چوں بیت

ترجمہ: یہ واقعی ایک عجیب کتاب ہے، اور نادر نقاب کشاے عروس معنٰی ہے، صوفیاے کاملین اگر اسے اپنا دستور العمل بنالیں تو روا، نیز فقراے متوسطین اگر اسے تعویذ جان رکھیں تو زیبا ہے ، خاطر پریشانوں کی دل جمعی کے لیے یہ (بہترین) مجموعہ ہے اور غمزدہ دلوں کی صحت کے لیے یہ ایک نسخۂ شفا ہے ، حقائق اور دقیق مضامین کے جواہرات سے معمور یہ ایک خزانہ ہے ، عرفان کی نعمتوں سے بھرا ہوا ایک خوان ، اور یقین کے پھولوں سے سجا ہوا ایک گلدستہ ہے،اس کا سرنامہ مطلع خورشید سے

المعمور از نور معمور ست"۔ (۱)

زیادہ صاف اور اس کا ہر سادہ صفحہ ،صفائی میں ،ورق ماہ سے کہیں بڑھا ہوا ہے ،جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے وہ بیت المعمور کی طرح نور سے معمور ہے۔

نیز مولوی شاہ تقی حیدر صاحب و مولوی شاہ علی حیدر صاحب نے اپنی تقاریظ میں اس پر کامل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے، بہر حال کتاب ہٰذا دو پشت سے مسلمات خاندانی میں داخل ہے۔

قیاس مع الفارق کا تفصیلی جواب:

یہ ارشاد کہ:

"وہ مخصوص سیرت میں نہیں۔"

نہایت مضحکہ انگیز ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ:

احکام و معتقدات کسی موضوع لہٗ کے تحت میں مذکور ہوں ضرور قابل قبول و استناد ہیں کہ کلیہ فقہیہ "العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" (اعتبار عام الفاظ کا ہے نہ خاص اسباب کا) مسلم و محکم ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ آیات محکمات تک درجۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں کہ مواقع و شان نزول اب کہاں باقی ہیں"۔

اس کے جواب سے صحیفۂ گرامی بالکل ساکت ہے، لیکن فرما پھر وہی دیا گیا کہ: " قیاس مع الفارق ہے "۔کیوں جناب ! مصنف احسن الانتخاب آزاد ہوں کہ ہر قسم کی اور ہر فن کی کتابوں سے اپنے مفید مطلب مضامین حاصل فرمائیں اور ان کو اپنا مستند بنائیں حتٰی کہ "کار لائل

(۱) مواھب القلندر ص:۷،مطبع اصح المطابع لکھنؤ۔

گبن "، "سر ولیم میور" تک کا ذکر آجائے اور دوسرا جناب کے خاندانی مسلمات کو پیش کرے تو فرمادیا جائے کہ " قیاس مع الفارق " ہے۔

کیا اجازت ہے کہ احسن الانتخاب کے کتب مستندہ میں ان کتب کو جو مخصوص سیر جناب مرتضیٰ میں نہیں ہیں یہی الفاظ کہہ کر درجۂ اعتبار سے ساقط کر دیا جائے؟۔ تحریر کے وقت اس کا خیال فرمالیا کیجیے کہ دوسرے کو بھی اتنا ہی معارضہ کرنے کا حق مل جاتا ہے جتنا آپ حاصل فرمائیں۔

اور کیوں جناب! اگر شہادت نامہ اور الروض الازہر قابل استناد نہیں تھے تو مصنف صاحب نے شہادت نامہ کو کیوں اپنے مستندات میں شمار فرمایا؟ اور مولانا تقی علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب روض الازہر کے اسم گرامی کو ص: ۱۳۷/ پر کیوں تکلیف دی؟ اور حضرت نے میرے پہلے خط کے جواب میں "مناقب حافظیہ" و "قول المستحسن" و "لطائف اشرفی" کو غالباً اسی وجہ سے پیش فرمایا تھا کہ وہ مخصوص سیرت مرتضوی میں تھیں؟۔

عنایت فرماکر " قیاس مع الفارق " کی جامع و مانع تعریف فرمادیجیے ۔ جب الروض الازہر میں وہی مباحث موجود ہیں جو احسن الانتخاب میں ہیں تو پھر دونوں میں موضوع لہ، کے فرق سے کیا فرق ہو گیا؟، صرف اتنا ہی تو کہ الروض الازہر میں احکام شرعی بیان کیے گئے اور احسن الانتخاب میں روایات تاریخیہ واہیہ، اور میرے مبحوث عنہ احکام شرعی ہیں نہ روایات تاریخی ظنی ۔شہادت نامہ مخصوص سیرت حضرات حسنین میں ضرور ہے مگر کیا اس میں بحث افضلیت نہیں؟ اور ص: ۱۳۰/ پر نہیں فرمایا کہ:

> "ارباب کمالات ولایت ہر چند بنابر عقیدۂ اہل سنت افضلیت شیخین کے قائل ہیں لیکن بحکم "الانسان عبید الاحسان" شکر جناب امیر کا زیادہ کرتے ہیں۔"

پھر اسی صفحہ پر ہے:

> " اس واسطے تمام صحابہ حتیٰ کہ خود جناب امیر افضلیت شیخین

کے قائل ہوئے اور اس پر اجماع ہو گیا، اوروں نے متابعت اس اجماع کی کی پس افضلیت خلفاے ثلاثہ کی جناب امیر پر اور افضلیت جناب امیر کی تمام صحابہ پر، بعد خلفاے ثلاثہ کے ثابت ہوئی. فافهم و لا تكن من القاصرين."

اور ص:۵۲/ پر ہے کہ:

"یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دونوں فرقے داخل ملت اسلام ہیں گو ایک بر بناے خطاے اجتہادی ناحق پر تھا، اور اہل سنت و جماعت کو صلح امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل ہے صحت امارت معاویہ پر۔"

حافظ صاحب نے اس قول کو اثباتا ذکر فرمایا ہے لہٰذا مصنف احسن الانتخاب کا ص: ۴۶۷/ میں یہ قول بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

"بہت سے حضرات بوجہ حب معاویہ و بغض جناب امیر اس خطا میں معاویہ کو مجتہد مانتے چلے آرہے ہیں، اور آیت شریفہ:

"وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ"

ترجمہ: اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ ٹھہرا دیا ہے اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

کا مصداق بن رہے ہیں۔"

نعوذ بالله من هٰذا الاعتقاد والقول وهو غافر الذنب و قابل التوبة شديد العقاب ذى الطول ولا قوة الا بالله

ترجمہ: اس اعتقاد اور قول سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، وہی گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، دسترس والا ہے، گناہ سے بچنے اور

ولاحول و هو عليم بنيات النواصب والحرور وما حول.	نیکی کرنے کی ہمت وقوت خدا کی مدد پر موقوف ہے وہی ناصبیوں اور دین سے برگشتہ لوگوں کی گمراہ ترین نیتوں سے خبردار ہے"۔

پھر شہادت نامہ میں ص:۵۸/ پر ہے:

"سو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت رنجیدہ ہوئے، جب جعدہ پہنچی تو اس کو بلا کر کہا:" تو نے بہت بری حرکت کی، لعنت خدا کی تجھ پر اور اس پر جس نے امام کی شہادت میں سعی کی بالتخصیص اس پر جس نے زہر بھیجا۔"

یہ بھی واضح رہے کہ اس روایت کے لکھنے سے پہلے حافظ صاحب نے یہ لفظ تحریر فرمائے ہیں" اور بعض محققین نے لکھا ہے "اب ملاحظہ فرمائیں احسن الانتخاب:

"بعض علمائے متاخرین جب معاویہ کی خطائے اجتہادی پر مصر ہوئے تو اس واقعہ کو بھی یزید کی طرف منسوب کر دیا، ناقلین نے بلا تحقیق اس کو نقل کرنا شروع کر دیا۔" (۱)

کیوں جناب! کیا ان "ناقلین بلا تحقیق" سے حافظ صاحب کا دامن بچ جاتا ہے؟ دوسرے کیا سیرت حسنین علیہما السلام میں مسلک و مذہب کا لحاظ ضروری ہے اور جناب مولا کی سیرت لکھنے میں مذہب وملت سے استثنا ہو جاتا ہے؟۔ آپ کا ارشاد کہ:

"مبحث تفضیل شیخین پر میں نے آپ کو توجہ اس وجہ سے دلائی کہ اس میں ایسی عبارتیں موجود ہیں کہ جن سے مولائے کائنات کی تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر نکلتی ہے۔"

کیوں جناب! اس سے پہلے بھی جناب نے مجملاً لکھا تھا اور اب کچھ تفصیل فرمادی، اس

(۱) احسن الانتخاب، ص:۳۶۸۔

سے مقصود سوامبحوث عنہ کی تبدیلی کے کچھ اور بھی ہے؟ اور مبحث تفضیل کیا اسی طمطراق کے ساتھ لکھی گئی ہے جیسے احسن الانتخاب میں ص:۴/۳۳؍ پر ارشاد ہے کہ:

"حق یہ ہے کہ حضرت ابوالبشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا"۔

اس عمومیت محصنہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ کتنی لطف انگیز ہے۔ پھر ص:۴؍ پر ہے:

" مگر ان میں جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو من حیث جامعیت فضائل دینی و دنیوی، علمی و عملی، ظاہری و باطنی، مجازی و حقیقی منفرد الذات اور سب سے بہتر سمجھتا رہا۔"

ان الفاظ کو دیکھیے اور "الروض الازہر" کے مبحث کو ملاحظہ فرمائیے ان شاء اللہ زمین و آسمان کا فرق ملے گا۔ الروض الازہر میں جمہور اہل سنت سے اس بارے میں اختلاف ضرور کیا گیا مگر نہ ایسا کہ باعث وحشت ہو جائے، علاوہ ازیں نہ وہ بالکلیہ میرے مسلمات میں داخل ہے نہ اس مبحث میں پڑنے کی مجھے ضرورت۔ میرا مبحوث عنہ شروع سے جو ہے اسی پر قائم رہیے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ:

چہار یار تو در دین چہار ارکانند و چار رکن بنا کردۂ مسلمانی	یہ چار یار ترے دین کے ہیں چار ستون کہ جن پہ قائم و ثابت ہے قصر ایمانی
خلیفہ اول ابو بکر یار غار ترا امیر کشور صدق و صفائے روحانی	خلیفہ اول ابو بکر یار غار ترے امیر کشور صدق و صفائے روحانی
معین شرع و مددگار دین عمر خطاب امام کامل و عادل خلیفۂ ثانی	معین شرع مددگار دین عمر خطاب امام کامل و عادل خلیفۂ ثانی

سوم خلیفۂ عثمان جامع القرآن
کہ بود صاحب شرم وحیائے ایمانی

خلیفہ تیسرے عثمان جامع القرآن
تھے بس کہ صاحب شرم وحیاے ایمانی

خلیفہ چار میں آں ابن عم بوالحسنین
علی حیدر کرار شیر یزدانی

خلیفہ چوتھے ہیں وہ ابن عم بو الحسنین
علی حیدر کرار شیر یزدانی

بہم عناصر دین اند ایں چہار امین
معین شرع تو اند ایں چہار لاثانی

بہم عناصر دین ہیں یہی تو چار امین
معین شرع یہی ہیں یہی ہیں لا ثانی

ز اتحاد شدند ایں چہار تن یک تن
کسے کہ فرق کند کافراست نصرانی (۱)

وفور حب سے یہ مل کر ہوئے ہیں چاروں ایک
جو فرق سمجھے وہ کافر ہے اور نصرانی

ملاحظہ فرمائیے کہ کیا احسن الانتخاب اس فتویٰ سے بچتی ہے ؟ شہادت نامہ میں حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے وہی لکھا ہے جو جمہور اہل سنت کا قول ہے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

”مثلاً آپ اپنے صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ:”مجھے اس مقولہ کا راداب تک نہ ملا جو روض الازہر کے ص:۳۸۴ پر ہے کہ:

” پس بعض اصحاب یعنی معاویہ و اتباع او کہ آں ہارا محبت بآل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنظر نمی آید بلکہ بخلاف آں مروی گشتہ طبیعت اسلامی مقتضی نیست۔۔۔۔ تا آخر“

میں کہتا ہوں کہ اسی عبارت کے ختم کے بعد ص:۳۸۵ میں یہ عبارت بھی موجود ہے:

”و محققین بعد تتبع روایات صحیحہ دریافتہ اند کہ حرکات او (یعنی

---

(۱) کلیات شاہ تراب علی، ص:۴۳ر، مطبوعہ مطبع مولوی علی بخش خاں۔

معاویہ) خالی از شائبہ نفسانیت و حمیت و تعصب امویت و قرابت کہ جناب باذوالنورین داشت نبودہ است"

اس عبارت کے اردو ترجمہ کرنے کے بعد غور فرمایئے کہ اس کے معنی کیا ہیں اور مفہوم کیا ہے۔ ص:۳۸۶ رمیں ہے:

"و علماے اہلِ سنت و جماعت گویند کہ نہایت کار معاویہ و امثال او بغی و خروج است بر امام بر حق و خلیفۂ مطلق کہ علی مرتضیٰ باشد، چنانچہ در حدیث عمار بن یاسر کہ بسر حد شہرت و تواتر معنوی رسیدہ است "تقتلك الفئة الباغية تدعوهم الیٰ الجنة و يدعونك الیٰ النار"(۱)

اب غور فرمایئے کہ ان عبارات کے معنیٰ کیا قرار دیے جائیں کیا آپ کے خیال میں یہ عبارت اس عبارت مذکورۂ بالا کی کہ جو آپ کو پسند ہوئی ہے راد نہیں ہے؟۔"

بندہ نواز! یہ بھی جناب کی مناظرانہ چال ہے، کیا یہ عبارت "و محققین اہل حدیث ۔۔الخ"، اور "کہ نہایت کار معاویہ ۔۔الخ" دونوں عبارتیں علاحدہ ہیں یا اپنے ماسبق سے متعلق ہیں جنہیں جناب نے ماسبق سے علاحدہ کرکے اہمیت دینا چاہی ہے؟ بلکہ " نہایت کار" کو تو مابعد سے بھی منقطع فرمادیا ہے اور اسے اول و آخر سے قطع کرکے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ میں نے تو فارسی بہت معمولی پڑھی ہے، تکلیف فرماکر آپ اردو ترجمہ بھی فرمادیتے تو اچھا تھا۔

---

(۱) صحیح مسلم، ج:۲رکتاب الفتن و اشراط الساعۃ، باب: لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنیٰ ان یکون مکان المیت، ص:۳۹۵ر، رضا اکیڈمی ممبئی۔

نوٹ: مسلم شریف میں حدیث پاک کا صرف پہلا جز ہے، دوسرا جز بخاری شریف میں بصیغہ غائب وارد ہوا ہے، دیکھیں: بخاری شریف، ج:۱، کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی بناء المسجد۔۔عابد چشتی

خیر میں تمام عبارات ص: ۳۸۲؍ تک یعنی جہاں سے صحابہ کی بحث ختم ہوکر لعن یزید کی بحث شروع ہوتی ہے، نقل کیے دیتا ہوں اور استدعا ہے کہ کسی فارسی داں غیر متعلق کو حکم کر دیجیے اور اگر کوئی دنیا میں انصافاً ان عبارات کو ایک دوسرے کا ''راد'' مان لے تو ہار تسلیم، خط و کتابت بند۔

نقل از روض الازہر

ونیز شیخ روز بہان در متن رسالہ اعتقادیہ گوید: ''ما ہمہ صحابی را دوست داریم'' ودر شرح گوید کہ:

'' اشارہ بدانست کہ ہمہ صحابہ را دوست باید داشت و مراد ازاں محبت نہ میل طبع ست، و نہ محبت کمالی کہ حاصل از اعتقاد کمال می شود، زیرا کہ شاید کہ ایں کس نسبت با بعض صحابہ اعتقاد نقص داشتہ ہم چو جماعتے کہ بر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج کردند و با او مقابلہ نمودند، و آں کس کہ محب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باشد البتہ با ایشاں خوش نیست بنا بر آں کہ ہر کہ با دوست کسے دشمن باشد و عداوت کند البتہ میل طبع و خاطر با او

ترجمہ: شیخ روز بہان رسالہ اعتقادیہ کے متن میں فرماتے ہیں کہ: '' ہم تمام صحابہ کو دوست رکھتے ہیں'' شرح میں کہتے ہیں کہ:

''اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جملہ صحابہ کو دوست رکھنا چاہیے، اس محبت سے مراد نہ دلی لگاؤ ہے نہ کامل دوستی، جو کامل اعتقاد سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ شاید یہ شخص بعض صحابہ کی جانب سے، مثلاً اس گروہ (کی جانب) سے جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخالفت اور مقابلہ کیا، بد عقیدہ ہو، اور جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے یقیناً اس (مخالفت) سے خوش نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص کسی کے دوست کا دشمن ہو یا اس سے عداوت

نیست و نخواہد بود، و نیز اعتقاد کمال درشان او ندارد بنابر آں کہ مقابلہ با علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقص است و باوجود اعتقاد نقص، اعتقاد کمال چگونہ صورت بندد؟ بلکہ مراد ازاں بجہت تعظیم اوست بر حسب ورود حکم شرع، زیرا کہ شرع حکم فرمود کہ ایشاں را تعظیم کنند، چوں مصاحبان حضرت پیغمبر اند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و پیغمبر فرمود کہ مصاحبان مرا تعظیم کنند مومن را باید کہ حظوظ طبع را گذاشتہ شرع را فرمانبردار باشد"۔ انتہیٰ

قاضی ثناء اللہ نقشبندی در سیف مسلول می گویند کہ:

" بعضے صحابہ بر بعضے افضل اند بحسب صفاتیکہ سابق مذکور شدہ، اما چوں اجماع بر ترتیب افضلیت دیگر صحابہ بعد از خلفاے راشدین منعقد گشتہ، لہٰذا بتعین بفضیلت یکے بر دیگرے حکم نمی کنند، مگر

کرے (تو) یقیناً اس کے ساتھ دلی لگاؤ نہ ہے نہ ہوگا۔ نیز اس گروہ کے ساتھ اعتقاد کمال بھی نہیں رکھتا ہے، کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مقابلہ کرنا برائی ہے اور اسے برا یقین کرنے کے باوجود اس کی اچھائی کا یقین کیوں کر ہو سکتا ہے؟۔ بلکہ اس محبت سے مراد حکم شرعی کے موافق ان کی تعظیم کرنا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کے لحاظ سے ہمیں تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے صحابہ کی تعظیم کرو، مومن کو چاہیے کہ خواہشات و لذات نفسانی کو چھوڑ کر شریعت کا فرماں بردار رہے۔

قاضی ثناء اللہ نقشبندی سیف مسلول میں کہتے ہیں کہ:

"باعتبار ان صفات کے جو پہلے مذکور ہوئیں بعض صحابہ بعض سے افضل ہیں، مگر چوں کہ دوسرے صحابہ کی ترتیب افضلیت پر خلفاے راشدین کی ترتیب افضلیت کی طرح اجماع امت منعقد نہیں ہوا، اس لیے اوصاف کلیہ کے علاوہ

باوصاف کلیہ چناں چہ می گویند کہ سابقین بہتر انداز لاحقین واصحاب بدر، واحد، و حدیبیہ از غیر ایشاں و بعد صحابہ کرام در امت محمدی سبب افضلیت دو چیز است علم و عمل، علم دو قسم است یکے علم باطن یعنی علم باللہ کہ عبارت ست از دوام حضور و پاکی قلب از تعلق با غیر خدا و پاکی نفس از رذائل اخلاق و چوں ایں علم بتاثیر صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بصحابہ و از صحابہ بتابعین ہٰکذا۔ واحد بعد واحد رسیدہ و تعلیم و تعلم زبانی رادخل نیست ، لہٰذا آں علم راعلم باطن گویند۔ دوم علم ظاہر کہ بہ تعلیم و تعلم زبانی تعلق دارد و از عقائد و فقہ و تفسیر و حدیث وجوہ قرات و تجوید۔ وہم چنیں عمل بر دو قسم است یکے انواع ریاضات و عبادات بدنی و مالی کہ اصحاب آں راعباد وزہاد گویند ۔دوم جہاد فی سبیل اللہ کہ اصحاب

تعین کے ساتھ ایک پر دوسرے کی افضلیت کا حکم نہیں لگاتے ہیں، جیسے کہ سابقین کو لاحقین سے اور اصحاب بدر و احد و حدیبیہ کو دیگر صحابہ سے افضل و بہتر کہتے ہیں، صحابۂ کرام کے بعد امت محمدی میں افضلیت کا سبب دو چیزیں ہیں "عمل" اور "علم"۔

علم کی دو قسمیں ہیں: ایک "علم باطن" یعنی علم باللہ جو دوام حضور اور ما سوااللہ سے قلب کی پاکی اور اخلاق ذمیمہ سے نفس کی پاکی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ علم چوں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے صحابۂ کرام کو اور صحابہ سے تابعین کو یوں ہی ایک سے دوسروں کو پہنچا ہے اور زبانی تعلیم و تعلم کا اس میں دخل نہیں ہے ، اس واسطے اسے "علم باطن" کہتے ہیں۔

دوسرا: "علم ظاہر" جو زبانی درس و تدریس سے تعلق رکھتا ہے مثلاً عقائد و فقہ، تفسیر و حدیث اور وجوہ قرأت و تجوید۔ اسی طرح عمل کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک بدنی اور مالی عبادتیں، ریاضتیں جن کے

آنہا را غازیان گویند در اصحاب رسول اللہ ﷺ ایں ہمہ انواع علم وعمل مجتمع بودند گو بعض در بعض صفات اتم و اکمل آمدند و بعضے در دیگر صفات و بعضے در ہمہ اتم واکمل بودند۔ اما بعد صحابہ، اصحاب ہر یک از اقسام علم وعمل جدا جدا شدند، و جدا جدا نام یافتند۔ صوفیان و علما، و زہاد و غازیان۔ افضل آں ہمہ صوفیان اند کہ بہ سبب صفائی قلب اخلاص بہم رسانیدہ ان کہ بمنزلۂ روح است، جمیع اعمال او بہ سبب تزکیہ نفس پاک از رذائل اخلاق شدہ اند۔ پستر علمائے ظاہر۔ پستر زہاد و غازیان و تفصیل ہر یک ازاں بسط بسیار می خواہد، چوں در مقالۂ رد مطاعن صحابہ ظاہر شدہ کہ منازعات و مشاجرات کہ در صحابہ واقع شدہ بنا بر خطاے اجتہادی ست و بکفر نمی رساند چناں چہ امیر المومنین

کرنے والوں کو" عبّاد و زہّاد" کہتے ہیں، دوسرے اللہ کی راہ میں جہاد جس کے کرنے والوں کو" غازی" کہتے ہیں۔ رسول خدا ﷺ کے صحابیوں میں یہ تمام اقسام علم وعمل جمع تھے، اگرچہ بعض صحابہ بعض صفتوں میں اکمل تھے، مگر صحابۂ کرام کے بعد ارباب علم وعمل نام و کام دونوں اعتبار سے علاحدہ علاحدہ ہو گئے جیسے صوفیہ، علما، زہاد وغازی۔ ان سب میں افضل صوفی ہیں اس لیے کہ صفائی قلب کی وجہ سے اخلاص کے ساتھ متّصف ہیں جو تمام اعمال کے لیے بمنزلۂ جان ہے اور تزکیۂ نفس کی بنا پر اخلاق ذمیمہ سے پاک ہیں۔ اس کے بعد علمائے ظاہر، ان کے بعد زہاد وغازی ان میں سے ہر ایک کی تشریح بہت زیادہ تفصیل طلب ہے۔ چوں کہ مقالہ" رد مطاعن صحابہ" میں یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ جو نزاعات و اختلافات صحابۂ کرام میں واقع ہوئے وہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہیں، اور ان میں سے کسی کو کفر تک نہیں لے جاتے ہیں، جیسا کہ امیر

گفتہ:

"انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیه من الزیغ و الا عوجاج والشبهة والتاویل".

كذا فی نهج البلاغة .(۱)

المومنین نے فرمایا ہے:

"اسلام میں شک و شبہ، کجی اور (بیجا) تاویل در آنے کے باعث ہم اپنے ہی مسلم بھائیوں سے قتال کرنے لگے۔

ورسول علیہ السلام در حق امام حسن علیہ السلام فرمودہ:

"ابنی هٰذا سید لعل الله یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین (۲)

(۲)

اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

"میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

پس مشاجرات آنہا منافی نیستند بر بودن معاویہ وعمرو بن عاص از اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و چوں ز اصحاب پیغمبر بودند پس افضلیت شان بر غیر صحابہ در ضمن

لہٰذا ان کے باہمی اختلافات حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص کے صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کے منافی نہیں ہے اور جب یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے تو غیر صحابہ سے عام طور پر یہ افضل ٹھہریں گے،

---

(۱) نهج البلاغة، (سید شریف رضی)، جز:۲/ ص:۲۳۴/ تحت عنوان" ومن کلام لہٗ قالہٗ للخوارج "، دار العلوم للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان، ۲۰۰۸ء۔

(۲) بخاری شریف، ج:۱/ ص:۵۳۰/ باب مناقب الحسن والحسین، المکتبۃ الاشرفیہ، دیوبند۔

عمومات لازم آید ، اگر چہ از افضلیت تا افضلیت تفاوت زیادہ از عرش تا فرش دارد ، و ھو المقصود ۔

پس آنہارا جزبہ نیکی و دعاوی خیر یاد نباید کرد، وبآنہا کینہ وعداوت نباید داشت، قال اللہ تعالیٰ:

وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا(۱)

یعنی و آنانکہ راست آمدند بعد از مہاجران می گویند اے پروردگارما! بیامرز ماراو برادران ما راکہ سبقت کردند بر مابایمان آوردن ، پیدا مکن در دل ما ہیچ کینہ بہ نسبت آنانکہ ایمان آوردند۔

اگرچہ اس افضلیت سے ہماری افضلیت مطلوبہ تک فرش و عرش سے بھی زیادہ فرق ہے۔اور یہی مقصود ہے۔

لہٰذا ان کو بھی اچھائی اور بھلائی کے سوا یاد نہیں کرنا چاہیے، اور نہ ان کے ساتھ کینہ وعداوت رکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا(۹)

”اور جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کی بخشش فرمادے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ رکھ“۔

صحیفۂ کاملہ میں علی ابن الحسین سے

(۱) پارہ ۲۸/ سورۂ حشر، آیت ۱۰/۔

(۹) پارہ ۲۸/ سورۂ حشر، آیت ۱۰/۔

و مرویست از علی بن الحسین در صحیفہ کاملہ کہ برائے صحابہ دعا می گردد، درود بر آنہا می فرستاد، و مدح آنہاں می کرد باید کہ از مشاجرات آنہا کف اللسان کند و تاویل نیک نماید۔

قال اللہ تعالیٰ:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (۱)

و قال اللہ تعالیٰ:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا (۲)

یعنی اے مسلمانان! محافظت

مروی ہے کہ: ”وہ صحابہ کے لیے دعا و استغفار کرتے تھے، اور ان کی تعریف فرماتے تھے“مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے آپسی اختلافات کے بیان سے زبان روکیں اور اچھی تاویل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ

” اے مسلمانوں اپنے نفس کی حفاظت کرو، تمھارے ہدایت پا جانے کے بعد کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔“

نیز ارشاد فرمایا کہ:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا .

”ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور

(۱) پارہ:۷/ سورۂ مائدہ، آیت:۱۰۵/۔

(۲) پارہ:۱۸/ سورۂ نور، آیت:۱۲/۔

کنید خویشتن را ضرر نمی رساند شمارا کسے کہ گمراہ شد چوں شما راہ یاب شدید و فرمود حق تعالیٰ چرا نشد کہ چوں شنیدید آنرا گمان می کردند ،مردان مسلمانان و زنان مسلمانان در حق خویش نیکی را

مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے"۔

وقال علیہ السلام :

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

الله الله فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی،

"میرے صحابہ کے سلسلہ میں خدا سے ڈرو اور میرے بعد انہیں (اپنی زبان طعن) کا نشانہ نہ بناؤ"۔

اور فرمایا:

و قال علیہ السلام :

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[1]

"جس وقت میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانیں (ان کی شان میں طعن کرنے سے) باز رکھو"۔

نیز فرمایا کہ:

وقال علیہ السلام :

اکرموا اصحابی فانھم خیارکم.

"میرے صحابہ کی تعظیم کرو کیوں کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں"۔

ایک جگہ فرمایا کہ:

وقال علیہ السلام :

لا تسبوا اصحابی فلو

"میرے اصحاب کو برا نہ کہو، کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ، ج:۲/ص:۹۶/،مکتبۃ العلوم و الحکم ، موصل ۱۹۸۳ء/۔ نوٹ: احادیث کا حوالہ سابق میں گذر چکا ہے۔عابد چشتی

ان احد کم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احد ھم و لا نصفه .

برابر بھی سونا خرچ کرے تب بھی ان کے ایک مد کے برابر تو کیا نصف مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا"۔

ایں ہمہ احادیث صحیح اند و در ایں باب احادیث بسیار وارد شدہ لیکن ایں قدر مسلم کہ چوں ما را محبت پیغمبر ﷺ برائے محبت خدا ست ، و محبت صحابہ برائے محبت پیغمبر ﷺ ، و ہمیں معنٰی ناطق ست قول وے ﷺ :

یہ سب صحیح احادیث ہیں، اور اس بارے میں بہ کثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، مگر اتنا تو مسلم ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی محبت ہمیں خدا کی محبت کے باعث ہے اور صحابہ کی محبت رسول کریم ﷺ کی محبت کے باعث، اور یہی معنٰی حضور انور ﷺ کے ارشاد سے بھی واضح ہے کہ:

من احبھم بحبی احبھم .

"جس نے ان (صحابۂ کرام) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کے باعث ان سے محبت کی"۔

پس بعضے از اصحاب یعنی معاویہ و اتباع او کہ آنہا را محبت بآل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نظر نمی آید بلکہ بہ خلاف آں مروی گشتہ، طبیعت اسلامی مقتضی نیست کہ بایشاں محبت باشد، بلکہ بنظر بعضے

لہٰذا بعض صحابہ یعنی حضرت معاویہ اور ان کے پیروکار جن کی اہل بیت رسالت کے ساتھ (ظاہر) محبت نظر نہیں آتی ، بلکہ اس کے خلاف (ہی) مروی ہے، جس کی بنا پر مسلمان کی طبیعت ان(حضرت معاویہ) سے محبت رکھنے کو گوارا نہیں

روایاتِ مشعرۂ عداوت باآل پیغمبر ﷺ می بایستے کہ عداوت بودے، لیکن روایات احاد مفید یقین نیست، خصوصًا دراں معرکہ ہا دراکثر روایات احتمال افراط و تفریط است ،و ما ماموریم بحسن ظن و جہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ و عداوت ست بانہا۔

کرتی ہے ،بلکہ بعض ان روایتوں کی بنا پر جن سے اہل بیت رسالت کے ساتھ ان کی عداوت ظاہر ہوتی ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ ان سے (بھی) عداوت ہوتی، مگر چوں کہ احاد روایتیں مفید یقین نہیں ہیں، خاص کر ان معرکوں میں جن کے متعلق اکثر روایات میں افراط وتفریط کا احتمال ہے، جبکہ ہمیں (بہر حال) نیک گمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز ان حضرات کا صحابی ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان سے عداوت نہ رکھی جائے۔

قولہٗ تعالیٰ:

”وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا“(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔“

ازاں جہت عداوت باکسے از صحابہ نتواں کرد کہ دلیل ضلالت است۔

لہٰذا کسی بھی صحابی کے ساتھ عداوت نہیں رکھنا چاہیے کہ گمراہی کی دلیل ہے۔

مگر ان میں سے ہر شخص کے ساتھ

(۱) پارہ:۲۸/ سورۂ حشر، آیت:۱۰/۔

اما محبت با ہریک از انہا بقدر محبت ہریک از آنہا است با رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انتہیٰ۔

وشاہ عبد العزیز محدث دہلوی در جواب سوال خامس از اسولہ عشرہ می نویسند کہ:

’مروان علیہ اللعنۃ را بد گفتن و بدل ازو بیزار بودن خصوصًا در سلوکے کہ با حضرات حسنین واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم می نمود، وعداوت در دل داشت از لوازم سنیت و محبت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمان است، واما معاویہ بن ابی سفیان پس صحابی است و در حق او بعضے احادیث نیز وارد شدہ اند، علمائے اہل سنت در حال او مختلف اند، وعلمائے ماوراء النہر و متقشفین فقہا ایں ہمہ حرکات جنگ وجدال او را کہ جناب مرتضیٰ بنمود محمول بر خطایائے اجتہادی دارند ومحققین اہل

اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہے فقط۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دس سوالوں میں سے پانچویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

”مروان ملعون کو، اس سلوک اور برتاؤ کی وجہ سے جو وہ حسنین کریمین اور اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کرتا تھا اور ان کی جانب سے جو عداوت اپنے دل میں رکھتا تھا، برا کہنا اور اس سے دلی نفرت کرنا مذہب اہل سنت کے لوازمات اور اہل بیت سے محبت (کی علامت) ہے جو کہ من جملہ فرائض ایمانی ہے، مگر حضرت معاویہ بن ابی سفیان جو صحابی ہیں نیز ان کے بارے میں بعض احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، ان کے سلسلہ میں علمائے اہل سنت کا اختلاف ہے، علمائے ماوراء النہر اور فقہائے متقشفین ان کے ان تمام افعال اور جنگ و جدال کو خطائے اجتہادی پر محمول کرتے ہیں جو انہوں نے جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ کیا۔ محققین محدثین صحیح روایتوں کی

حدیث بعد تتبع روایات صحیحہ دریافتہ اند کہ ایں حرکات او خالی از شائبہ نفسانیت و حمیت و تعصب امویت و قرابت کہ با جناب ذو النورین داشت نبودہ است۔" انتہیٰ۔

چھان بین کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت معاویہ کے یہ افعال نفسانیت وحمیت اور نسلی وقرابتی پاسداری کے لگاؤ سے، جو وہ جناب عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رکھتے تھے، خالی نہ تھے" فقط۔

وازاں جملہ است آنچہ ملا محمود قاشانی کہ از اجلۂ علمائے صوفیہ است گوید:

" ہیچ شک نیست کہ محبت ہر محبوبے اقتضائے محبت کند با ہر کہ نسبتے بقرب یا بقرابت باوے دارد و اہل بیت و صحابہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعضے ہم نسبت صورت و معنیٰ داشتند و بعضے مجرد نسبت معنیٰ و آں نسبت ایمان است کہ بواسطۂ محبت و شرف صحبت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ و السلام مومنان را حاصل گشت کہ "انامن اللہ والمومنون منی"

اسی قبیل سے ہے جو ملا محمود قاشانی نے، جو بڑے زبردست علمائے صوفیہ سے ہیں، کہا ہے کہ:

"بیشک محبوب کی محبت، ہر اس شخص کے ساتھ محبت کا تقاضا کرتی ہے جو محبوب سے قرب یا قرابت کی نسبت رکھنے والا ہے اور اہل بیت اور صحابۂ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعض نسبت صوری و معنوی دونوں رکھتے تھے اور بعض صرف نسبت معنوی، اور وہ نسبت ایمان ہے، جو محبت و شرف رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کے واسطہ سے مومنوں کو حاصل ہوا، جبکہ ارشاد ہے:" میں خدا سے ہوں اور مسلمان و مومنین مجھ سے ہیں"۔

اور نسبت معنوی بمقابلہ نسبت

و نسبت معنوی از نسبت صوری کامل تر، و بدیں سبب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام جز میراث معنیٰ کہ آں علم است نبودہ ست، چناں چہ در حدیث صحیح آمدہ است:

"ان الانبیاءلم یورثوا دیناراً ولا درھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہٗ اخذ بحظه او بحظ وافر"(۱)

پس محبت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام محبت اہل بیت و اصحاب او رضوان اللہ علیہم کہ ورثۂ علم او اول ایشاں بودند، از ایشاں بدیگر مومنان انتقال کرد، اقتضا کند و چگونہ باشد دلے کہ درو ایمان و محبت رسول خدا ﷺ بود و محبت اہل بیت علیہم السلام ممتلی و طافح نبود، اگر خود مجرد نسبت قرابت بودے واجب شدے محبت ایشاں، فکیف کہ بانسبت قرابت صورت

صوری کے کامل تر ہے، اسی بنا پر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی میراث سوا معنی یعنی علم کے کچھ نہ ٹھہری، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے:

"انبیا علیہم السلام اپنی میراث میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ علم چھوڑتے ہیں، جس نے ان کے علم کو اختیار کیا اس نے بڑا حصہ پایا۔"

لہذا رسول کریم ﷺ کی محبت ان کے اہل بیت اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت کا تقاضا کرتی ہے، جو کہ علم نبوی کے وارث اول تھے اور ان (ہی) سے دوسرے مسلمانوں کو پہنچا۔ وہ کیسا دل ہو گا جس میں ایمان اور رسول کریم ﷺ کی محبت تو ہو مگر ان کے اہل بیت کی محبت اس میں نہ بھری ہو؟۔ اگر یہ حضرات صرف نسبت قرابت ہی رکھتے ہوتے تب بھی ان کی محبت واجب ہوتی چہ جائے کہ نسبت قرابت صوری کے ساتھ ساتھ نسبت قرابت معنوی بھی رکھتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۴/کتاب العلم، الفصل الثانی، مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ اعظم گڑھ۔

نسبت قرابت معنٰی ہم داشتند و علامت صحت محبت آنکہ اعمال صالحہ و اخلاق مرضیہ محبوب را متابعت کند، والاّ علامت کذب بر صحیفۂ احوال او واضح و لائح بود۔ پس عقیدۂ صحیحہ و سلیمہ آنست کہ ہمہ را دوست دارد و از ترجیح و تفضیل امساک کند و اگر در باطن او محبت یکے راجح بود آنرا پنہا دارد، چہ بر وے اظہار آں واجب نیست، و اما مشاجراتے کہ میان امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و معاویہ اتفاق افتادہ ، اعتقاد کنم کہ امیر المومنین در اجتہاد و خلافت محق و مصیب بود"۔ انتہٰی

عارف جامی در رسالۂ اعتقادیہ منظوم گوید:

جز بآل کرام و صحب عظام
سلک دین نبی نیافت نظام
نام شاں جز باحترام مبر
جز بہ تعظیم سوے شاں منگر

صحت محبت کی نشانی محبوب کے اعمال سامی اور اخلاق پسندیدہ کی پیروی کرنا بھی ہے، ورنہ پیروی کے بغیر محبت کا دعویٰ کاذب و باطل ہے۔ لہٰذا صحیح اور سلیم عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ اور اہل بیت کو دوست رکھے اور کسی کو کسی پر بڑھانے، گھٹانے سے زبان روکے۔ باقی اگر اس کے دل میں کسی کی محبت زائد ہو تو اسے چھپائے رکھے کیوں کہ اس کا اظہار اس پر واجب نہیں ہے۔ جو مخالفتیں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ کے مابین واقع ہوئیں اس کی نسبت میرا اعتقاد یہ ہے کہ امیر المومنین اجتہاد خلافت میں حق و ثواب پر تھے" فقط۔

عارف جامی اپنے رسالۂ اعتقادیہ منظومہ میں فرماتے ہیں:

آل و اصحاب پاک شاہ انام
ناظم دین ہیں حامی اسلام
ذکر ان کا ادب کے ساتھ ہی کر
بے ادب ان کی سمت کر نہ نظر
سب کو اچھا ہی جان اے مومن

ہمہ را اعتقاد نیکو کن
دل ز انکار شاں بہ یکسو کن
ہر خصومت کہ بود شاں باہم
بہ تعصب مزن در آنجا دم
بر کس انگشت اعتراض منہ
دین خود رائگاں ز دست مدہ
حکم ایں قصہ با خدا بگذار
بندگی کن ترا بحکم چہ کار

وشیخ عبدالحق محدث گوید:

"روش اہل سنت و جماعت آنست کہ صحابہ پیغمبر را جز بہ نیکی یاد نکند ولعن وسب وشتم واعتراض و انکار برایشاں نکنند، وبا ایشاں براہ سوء ادب نروند، از جہت نگہداشت نسبت صحبت باآں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام وورودِ فضائل ومناقب ایشاں در آیات و احادیث عموماً زیراکہ صحبت ایشاں با پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام یقینی ست، ونقلہاے دیگر ظنی، وظن با یقین معارض نہ گردد، بالجملہ سرحد

ان کا انکار اور تجھ سے فطن
ان کے جو کچھ نزاع تھے باہم
اس میں لب کھولنا ہے گویا سم
اور خلاف ادب نہ تو کچھ کہہ
ورنہ ایمان و دین سے کورا رہ
حکم اس کا خدا کو سونپ اے یار
کفش بوسی کو اس سے کیا سروکار

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اہل سنت وجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے صحابہ کو خیر ہی کے ساتھ یاد کرتے ہیں، اور ان کی نسبت صحابیت اور ان فضائل ومناقب کا لحاظ کرتے ہوئے جو آیات قرآنیہ اور احادیث میں عموماً وارد ہیں، ان پر لعن، سب وشتم اور کسی قسم کا اعتراض و انکار نہیں کرتے۔اوران کی بارگاہ میں ذرہ برابر بے ادبی جائز وروا نہیں رکھتے، اس لیے کہ ان کی صحابیت یقینی ہے اور دیگر روایات ظنی اور ظن یقین کو دفع نہیں کر سکتا، غرضے کہ سرحد دار الاسلام وسنت حضرت معاویہ اور عمر بن العاص ومغیرہ

دار الاسلام و سنت با معاویہ و عمر بن العاص و مغیرہ بن شعبہ و امثال ایشاں است ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت و جماعت رود گو زبان را از سب و لعن ایشاں بر بندد اگر چہ بجہت قصور بعضے از امور کہ ارباب سیر و تواریخ نقل کنند باطن را وحشتے و خاطر را کدورتے دست دہد، باوجود آں سلامت در اغماض و کف لسان است و علماے سنت و جماعت گویند کہ نہایت کار معاویہ و امثال او بغی و خروج است بر امام حق و خلیفۂ مطلق کہ علی مرتضیٰ باشد، چناں چہ در حدیث عمار بن یاسر کہ بسر حد شہرت و تواتر معنوی رسیدہ است :

" تقتلك الفئة الباغية تدعونهم الیٰ الجنة و يدعونك الیٰ النار" (۱)

اثبات آں می کند و آں موجب

بن شعبہ اور انہیں جیسوں کے ساتھ ہے ، لہٰذا جو شخص مشائخ اہل سنت و جماعت کا پیرو کار ہو اس سے کہہ دو کہ اپنی زبان کو ان کی سب و لعن سے روکے اگر چہ بعض قصوروں کی بنا پر، جو ارباب سیر و تواریخ نقل کرتے ہیں، قلب میں وحشت اور طبیعت میں کدورت پیدا ہوتی ہے ، اس کے باوجود ایمان کی سلامتی چشم پوشی اور زبان بندی ہی میں ہے ۔ علماے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ : ”حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا مآل کار امام بر حق اور خلیفۂ مطلق حضرت مولا علی کی نافرمانی و بغاوت کرنا ہے، جیسا کہ عمار بن یاسر والی حدیث میں، جو شہرت اور تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہے، وارد ہے کہ:

” تجھے باغیوں یعنی نافرمانوں کا وہ گروہ قتل کرے گا جنہیں تو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف“۔

اسے ثابت کرتی ہے ، تاہم یہ بھی موجب کفر اور مجوز و مستوجب لعنت

(۱) دیکھیں ص:۱۳۶/ر۔

کفر و مستوجب لعنت نہ گردد، از ہیچ یکے از علمائے مجتہدین و سلف صالحین لعن بر ایشاں منقول نشدہ است ۔ و در اصل عادت و شیما اہل سنت ترک سب و لعن است کہ: "المومن لیس بلعّان" (۱) و لعنت بر خصوص شخص اگر چہ کافر بود جائز ندارد ، چہ دانی کہ عاقبت کار او ایمان و سعادت بود مگر آنکہ بیقین معلوم شود کہ موت او بر کفر و شقاوت است"۔

نہیں ہوتی ۔ علمائے مجتہدین و سلف صالحین میں سے کسی سے بھی ان کی بارگاہ میں لعن منقول نہیں ہے۔ اور در اصل اہل سنت و جماعت کی عادت و خصلت بھی لعن طعن نہ کرنا ہی ہے "مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا"، اور مخصوص و معین شخص پر لعنت کرنا (علمائے اہل سنت) جائز نہیں سمجھتے ہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس کا ایمان اور سعادت پر خاتمہ ہوا ہو، ہاں اگر کسی کے متعلق یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی موت کفر و شقاوت پر ہوئی ہے (تو لعنت کرنا جائز ہے)"۔

جناب والا! روض الازہر قرآن نہیں، حدیث نہیں جس میں ناسخ و منسوخ دونوں اقسام موجود ہوں، کتاب مناظرہ نہیں جس میں ایک عبارت اثباتاً اور دوسری نفیاً آئے، بلکہ اس مبحث میں جو کچھ مذکور ہے اثباتاً ہے بقول جناب کتاب "ملفوظ" ہے یعنی تلقین مریدین کے لیے ہے کہ راہ ہدایت پائیں، اگر یوں ہی ایک دوسرے کی راد عبارات جمع کر دی ہیں اور انہیں واضح نہیں فرمایا تو اس طمطراق سے جناب کو ایسی کتاب کی اشاعت کی کیا ضرورت تھی؟ کہ سوائے اختلاف عقائد و خیالات اس سے کیا حاصل ہوتا ہے؟۔ لعن یزید کی بحث یوں نہیں لکھی کہ فیما نحن فیہ سے متعلق نہیں، دوسرے جناب اپنے خط میں بلا وجہ بھی اسے بہ الفاظ تعظیم

---

(۱) حدیث پاک میں اصل الفاظ اس طرح ہیں : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم :لیس المومن بالطعان و لااللعان و لا الفاحش و لا البذی، ترمذی شریف ،ج: ۲/ باب: ماجاء فی اللعنة، ص:۱۹/ مجلس برکات۔

یاد فرماتے ہیں، لہٰذا ممکن ہے تکلیف ہو۔

میں نے اپنے خط مؤرخہ ۸/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ میں انہیں صفحات پر توجہ دلائی تھی، جس کے جواب میں جناب نے گرامی نامہ مؤرخہ ۲۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ میں ارشاد فرمایا تھا کہ:

"جن صفحات کا حوالہ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ بخوبی پیش نظر ہے"۔

اس کے جواب میں عریضہ مؤرخہ ۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں پھر عرض کیا تھا کہ:

"وہ صفحات ملحوظ خاطر مصنف علام ہوتے جن پر میں نے توجہ دلائی تھی تو غالباً مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔"

جس کے جواب میں حضرت نے سکوت فرمایا۔ ہاں ایک عبارت پیش کردہ پر بغرض معارضہ حضرت نے دو عبارتوں کو زبردستی بقطع و برید راد بنایا۔ بندہ نواز! یہ صفحات روض الازہر کی تصحیح کے وقت ضرور ملحوظ خاطر تھے جب ہی تو جناب نے ص: ۳۸۴/ پر "و قال علیہ السلام اذا ذکر اصحابی فامسکوا" کا ترجمہ تحت صفحہ یہ فرمایا:

"وفرمود نبی علیہ السلام ہر گاہ کہ ذکر کردہ شوند اصحاب من پس باز دارید (اور بین الخطوط اس" باز دارید" کی توضیح فرمائی) یعنی زبانہاے خود را از طعن در اوشاں۔"	**ترجمہ:** اور فرمایا نبی علیہ السلام نے جس وقت کہ میرے صحابہ ذکر کیے جائیں، پس باز رکھو یعنی ان کی شان میں طعن کرنے سے اپنی زبان۔ (حسب ترجمہ حبیب حیدر صاحب)

ممکن ہے دو دہائی سے زیادہ زمانہ گذر جانے سے یہ ترجمہ ذہن سے محو ہو گیا ہو۔ واضح رہے کہ ترجمہ عباراتِ عربی جناب ہی نے فرمایا ہے، کیوں کہ اصل کتاب اس سے معرا تھی، مواہب القلندریہ میں جناب نے ارقام فرمایا:

”چوں کہ عبارات عربیہ در اں بیشتر بودند لہٰذا ضرور افتاد کہ ترجمہ آنہا نیز کردہ شود“[۱]

ترجمہ: چوں کہ اس میں عربی عبارتیں کثرت کے ساتھ تھیں اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ ان کا ترجمہ بھی کر دیا جائے۔

اس دوران میں میرے ایک مخدوم نے رسالۂ ”کشف الآثار“ دیا جس کے مصنف مولانا تقی حیدر صاحب ہیں اور ٹائٹل پر المہدی کے بعد دستخط خاص جناب والا ہیں، ۱۳۴۶ھ کا مطبوعہ ہے، اس میں یہ عبارت ہے:

” سب سے زیادہ جرأت متعرض نے یہ کی کہ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ حضرت شیخ عبد العزیز مکی قلندر قدس سرہٗ کے حضور میں بھی ” فتویٰ بناحق می دہم“ (ناحق فتویٰ دیتا ہوں میں) کی صدائے بے ہنگام بلند کر دی۔ اللہ اللہ یہ حقانیت، آنحضرت ﷺ تو حضرات صحابہ کے متعلق یہ فرمائیں: ”اکرموا اصحابی فانهم خیارکم . لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم ولا نصفهٗ“. اور متعرض جوش غضب میں ان پر یہ بہتان باندھیں کہ اگر صحابی کی طرف منسوب کیا جائے تو بھی ناروا۔ افسوس ؎

بداندیش برخوردہ چوں دست یافت
درون بزرگان بآتش بتافت

ترجمہ: نا اہل کسی کا عیب پاکر
رہتا ہے بڑوں کا دل جلا کر[۲]

(۱) مواهب القلندر یہ مقدمہ روض الازہر، ص:۸، مطبع اصح المطابع لکھنؤ۔

(۲) کشف الآثار (از: مولانا تقی حیدر صاحب) ص:۳۹/۴۰، مطبوعہ نگار مشین پریس، ۱۳۴۶ھ۔

یہ تو فرمائیے کہ حضرت عبدالعزیز مکی، جن کی صحابیت محض حضرات قلندر یہ ان سے حسن ظن رکھنے والوں میں مخصوص ہے، کہ ان کے خواب کا انکار کرنے والا وہ بھی بہ طریق مفروضہ ان احادیث کا مخالف مان لیا جائے، اور وہ صحابۂ کرام جن کی صحابیت مسلمہ سواد اعظم امت ہے ان کے متعلق مصنف ہرنا گفتنی کہیں اور ان احادیث کی مخالفت و خلاف ورزی سے بچے رہیں۔ع

بریں عقل و دانش بباید گریست!

جناب کا ارشاد:

"بیان فضائل حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کے لیے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ مثالب و مطاعن صحابہ سے اپنی زبان آلودہ کی جائے، مگر جن واقعات کا تعلق جس کی ذات سے ہوگا وہ تولا محالہ بیان کرنا پڑیں گے۔"

اس ارشاد کا فقرۂ اوّل " زبان آلودہ کی جائے" تک تسلیم ہے، مگر فقرہ ثانی " بیان کرنا پڑیں گے"تک تسلیم نہیں۔اس میں مسلک صحیح جمہور اہل سنت وہی ہے کہ "و نکف عن ذکر الصحابہ الا بخیر"(ہم صحابۂ کرام کا تذکرہ صرف بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں)۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفا میں بعد لکھنے مختصر واقعات و محاربات جناب امیر کرم اللہ وجہہٗ تحریر فرمایا:

"ھٰذا کلہٗ کلام ابن سعد و قد احسن فی تلخیصہٖ ھٰذہ الوقائع ولم یوسع فیھا الکلام کما صنع غیرہٗ لان ھذا ھو اللائق	**ترجمہ:** یہ سارا کلام ابن سعد کا ہے،انہوں نے ان واقعات (مشاجرات صحابہ) کی اچھی تلخیص فرمائی ہے اور اس سلسلہ میں دوسروں کی طرح طوالت سے کام

بهذا المقام قال صلى الله عليه و سلم : " اذا ذكر اصحابي فامسكو". (۱)

نہیں لیا، اس لیے کہ اختصار ہی اس موقع کے (زیادہ) مناسب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" جس وقت میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو (طعن کرنے سے) باز رکھو۔

ابوداؤد شریف کی ایک طویل حدیث:

ملاحظہ فرمائیے! ابوداؤد (میں ہے):

حدثنا احمد بن یونس حدثنا زائدة بن قدامة الثقفى حدثنا عمر بن قيس الماصر عن عمر وابن ابی قرة قال : " كان حذيفة بالمدائن فكا ن يذكر اشياء قالها رسول الله ﷺ لاناس من اصحابهٖ فى الغضب، فينطلق ناس ممن سمع ذلك من حذيفة فياتون سلمان و يذكرون لهٗ قول

ترجمہ: ہم سے روایت کی احمد بن یونس نے، ان سے زائدہ بن قدامہ الثقفی نے ، ان سے عمر بن قیس الماصر نے ، ان سے عمر بن ابی قرہ نے، فرماتے ہیں کہ : "مدائن میں حضرت حذیفہ لوگوں سے بعض ان باتوں کا تذکرہ فرمارہے تھے جو حضور اکرم ﷺ ناخوشی کی حالت میں صحابۂ کرام سے فرمادیا کرتے تھے۔ لوگ یہ سن کر حضرت سلمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت حذیفہ کی کہی ہوئی تمام باتیں بغرض

(۱)- تاریخ الخلفا،ص:۱۳۶،فصل فی مبايعة علی رضی الله عنه بالخلافة و ما نشأ عن ذلك،فیصل پبلیکیشنز،دیوبند۔

حذيفة ، فيقول سلمان: حذيفة اعلم بما يقول، فيرجعون الىٰ حذيفة فيقولون لهٗ : " قد ذكرنا قولك لسلمان فما صدقك ولا كذبك". فاتىٰ حذيفة سلمان و هو فى مبقلهٖ، فقال:"يا سلمان! ما يمنعك ان تصدقنى بما سمعت من رسول الله صلى الله عليه و سلم ؟ فقال سلمان :" ان رسول الله صلى الله عليه و سلم كان يغضب فيقول فى الغضب لناس من اصحابهٖ و يرضى فيقول فى الرضالناس من اصحابهٖ، اما تنتهى حتىٰ تورث رجالا حب رجال و رجالا بغض رجال حتىٰ توقع اختلافا و فرقة

تصدیق ان سے دہرا دیں ۔ اس پر حضرت سلمان نے فرمایاکہ:" جوکچھ حذیفہ کہتے ہیں اسے وہی خوب جانتے ہیں"۔ لوگ یہ جواب پاکر حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیاکہ:" ہم نے آپ کاارشاد حضرت سلمان سے بغرض تصدیق دہرا دیا، باقی انہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی نہ تکذیب" یہ سن کر حضرت حذیفہ ، حضرت سلمان کے باڑے پر پہنچے اور کہا: "اے سلمان! تم نے میرے ان اقوال کی تصدیق کیوں نہ کی جو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنے تھے ؟ حضرت سلمان نے جواب دیاکہ:"بیشک حضور اکرم ﷺ غصہ کی حالت میں بعض سخت باتیں اور خوشی کی صورت میں اکثر روح پرور باتیں صحابۂ کرام سے فرمادیا کرتے تھے، توکیاتم ان کو دہراکر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالے بغیر نہ مانوگے ؟حالاں کہ مجھے یقینی معلوم

و لقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه سلم خطب فقال : "ايما رجل من امتي سببتهٗ سبة او لعنتهٗ لعنة في غضبي فانما انامن ولد آدم اغضب كما يغضبون ، انمابعثني رحمة للعالمين فاجعلها عليهم صلاةً يوم القيامة". و الله لتنتهين او لأكتبنّ الىٰ عمر. (۱)

ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ: "میں نے اپنی امت کے جس آدمی کو بھی بہ تقاضائے بشریت برا کہا یا اس پر لعنت بھیجی ہے چوں کہ مجھے خدائے پاک نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا خدائے پاک نے میری لعنت قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے رحمت بنادی ہے"۔ خدا کی قسم اے حذیفہ! اگر تم اس قسم کی باتیں لوگوں کو سنانے سے باز نہ آئے تو یقین مانو کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمھاری شکایت لکھ بھیجوں گا۔

جناب والا! اس حدیث کو غور سے پڑھیں اور حضرت سلمان کے اس ارشاد کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایسی احادیث صحیحہ بیان کرنے سے بھی روک دیا جو صحابہ سے لوگوں کو بغض کا باعث ہوتیں، اور اختلاف پیدا ہوتا۔ نہ کہ روایات تاریخیہ جو ظنیات سے آگے قدم ہی نہیں رکھ سکتیں، اور رطب و یابس کی تفریق ہی کرنا ممکن نہیں، دھڑی دھڑی کر کے مشتہر کی جائیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

جناب کا یہ ارشاد:

(۱) ابو داؤد، ص:۶۴۰، ج:۲، کتاب السنۃ، باب في النهي عن سب اصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم، مطبع اصح المطابع، یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند۔

"فضائل جب بیان کیے جائیں گے تو موازنہ کرنے پر دوسرے کی کمی ضرور ظاہر ہوگی، بغیر اس کے ایک کی فضیلت دوسرے پر تیسرے شخص کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی نہ واقعات نگاری ہو سکتی ہے"۔

ایک حدیث سن لیجیے:

"لا تفضلونی علی یونس بن متی" او کما قال (۱) ترجمہ: یونس بن متی پر مجھے فضیلت نہ دو (علیہما السلام)۔

حالاں کہ حضور ﷺ سید المرسلین، نبی الانبیا ہیں، اس سے مراد وہی تفضیل ہے جسے اس اسلوب یا ایسے الفاظ سے بیان کیا جائے جس سے دوسرے نبی کی تحقیر ظاہر ہو۔

احسن الانتخاب کی غیر مناسب واقعہ نگاری:

یہ ارشاد:

"ہاں اگر سوانح و واقعات نگاری امر غیر ضروری قرار دے دی جائے تو پھر کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔"

جناب والا! ایسی واقعات نگاری کرنا جیسی احسن الانتخاب میں کی گئی ہے نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ اس پر تو بہت کچھ احکام مرتب ہوسکتے ہیں کہ صراحتًا، اشارتًا، اسلوب و طرز تحریر سے صحابہ اور ائمہ اہل سنت کی تذلیل و تحقیر و اہانت میں کوئی دقیقہ و کوشش باقی نہیں رکھی گئی، نمونۃً صرف ایک مقام دیکھیے۔ حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق حبیبۂ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کا "واقعہ افک" ص:۲۰۴/ پر بایں طور تحریر کیا:

"افک کے معنیٰ کذب کے ہیں، غزوہ بنی المصطلق سے واپسی

(۱)- عمدۃ القاری، ج:۸/ ص:۵۹/ باب اذا لم یوجد الا ثوب واحد، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

کے وقت حضرت عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں وہ پیچھے رہ گیا تھا، لوگوں نے حضرت عائشہ پر زنا کا الزام لگایا جن میں حسان ابن ثابت بھی تھے، آنحضرت اس کی وجہ سے بہت متردد تھے، آنحضرت نے اس کے متعلق حضرت عمر و حضرت عثمان و جناب امیر سے رائے لی تھی، ان سب حضرات نے حضرت عائشہ کی بے گناہی کا یقین ظاہر کیا تھا۔ جناب امیر نے حضرت عائشہ کی بے گناہی بیان کرنے کے بعد یہ جملہ ضرور فرمایا تھا: "لم يضيق الله عليك والنساء سواها كثير". یعنی اللہ نے آپ کو دقت میں نہیں ڈالا، ان کے علاوہ بہت عورتیں ہیں۔ اس سے ہرگز حضرت عائشہ کے متعلق کوئی سوء وہمی پیدا ہونے کا امکان نہیں اور نہ حضرت عائشہ کو سبب ملال ہونے کا کوئی احتمال ہوسکتا ہے (مؤلف)"۔

انا لله وانا اليه راجعون۔ ملاحظہ فرمائیں! جب مصنف کا یہ اسلوب ام المومنین کے ساتھ ہے دوسرے کس شمار میں ہیں۔ کس قدر موہم الفاظ، کیسے مہتم بالشان واقعہ کے متعلق لکھے ہیں: سبب تاخیر غائب، جو اونٹ حضرت صدیقہ کے ہودج کا تھا وہ دھوکہ سے روانہ ہوگیا (غائب) بلکہ یہ الفاظ کہ " حضرت عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں وہ پیچھے رہ گیا تھا" بظاہر کچھ نہیں بباطن واقعہ کو مسخ کرنا اور الفاظ کو موہم بنانا ہے۔ معاذ اللہ "لوگوں نے اسم گرامی کے ساتھ..... کا الزام لگایا" یہاں یہ اظہار نہیں کہ اس کا مبتدی ابن ابی سردار منافقین تھا، اور منافقین نے اس کی اشاعت کی، بلکہ لفظ "لوگوں" کے ایہام کو ان الفاظ نے " جس میں حسان بن ثابت بھی تھے" بہ انداز خفی مومنین میں دائر فرمادیا۔ "آنحضرت بہت متردد تھے" کس قدر موہم ہے، حالاں کہ قبل از نزول وحی ممبر پر خطبہ فرمایا اور بہ قسم ارشاد فرمایا: "فوالله ما علمت على اهلى الا خيراً" ﴿7﴾۔ ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اپنے اہل

سے پارسائی کے سوا کچھ نہ جانا، یعنی پاک دامن۔ ذکر نزول وحی غائب۔ اگر یہ فرمائیں کہ واقعہ عموماً معلوم ہے لہٰذا تفصیل کی ضرورت نہیں تھی، تو بندہ نواز! اس فٹ نوٹ کی اور لفظ ''زنا'' لکھنے کی بھی ضرورت نہ تھی، اس دور جہالت میں سینکڑوں اردو داں ایسے مل جائیں گے جن کے کان اس قصہ سے آشنا بھی نہ ہوں گے، لہٰذا لکھا تھا تو پورا واقعہ لکھتے۔

حضرت صدیقہ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا تھا کہ ''عورت اور کتا مصلّی کے سامنے سے نکل جائے (تو کیا حکم ہے)؟۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اے منافق! ہمیں کتے کے ساتھ ذکر کرتا ہے؟''۔ حالاں کہ اس نے صرف عورت کہا تھا، مگر حضرت صدیقہ کی تکلیف کا باعث ہوا۔

حضرت امام شافعی جب حدیث بیان فرماتے، جیسا کہ سیرت حلبیہ میں ہے تو فرماتے:

فقال : لو سرقت فلانة لامرأة شريفة لقطعتها يعنى فاطمة بنت النبى صلى الله عليه و سلم فلم يصرح باسمها تأدبا معها ان تذكر فى هٰذا المعرض، و ان كان صلى الله عليه و سلم ذكرها .(۱)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: اگر چوری کرے ''فلاں شریف عورت'' تو یقیناً میں اس کے ہاتھ کاٹ لوں گا۔ یعنی حضور انور ﷺ کی صاحب زادی صاحبہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ لفظ ''سرقت'' کے ساتھ حضرت فاطمہ کا نام نامی حضرت امام شافعی بوجہ ادب بالتصریح نہیں لیتے تھے، حالاں کہ حضور انور ﷺ نے صاف ہی لیا تھا۔

اس واقعہ کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''مدارج'' میں ذکر کیا ہے:

(۱)-سیرت حلبیہ، ص:۱۳۵، ج:۱، باب ذکر رضاعه صلى الله عليه وسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۷ھ

"صریح نام فاطمہ زہرا ذکر نہ کرد و ادب ورزید و راضی نہ شد
کہ دریں مقام اسم شریف اورا ذکر کند۔"[۱]

انہیں ام المومنین کے متعلق اور ملاحظہ فرمائیے۔ احسن الانتخاب ص:۲۶۳/ بذیل واقعہ حرب جمل:

"اسی اثنا میں اعین ابن ضبیعہ یا اعین ابن مجاشعی حاضر ہوا اور
عماری میں جھانکنے لگا، حضرت عائشہ نے فرمایا: "دور ہو تجھ پر خدا کی
لعنت"، اس نے کہا کہ بخدا میں نے حمیرا (حضرت عائشہ) کو دیکھ لیا۔
حضرت عائشہ اس کے اس لفظ سے اور بھی برافروختہ ہوئیں۔ فرمانے
لگیں: "خدا تیرا پردہ فاش کرے، تیرے ہاتھ کٹیں اور نعش برہنہ پڑی
رہے"۔ یہ بددعا اس کے لیے تیر کا کام کر گئی"۔

سمجھ میں نہ آیا کہ سوائے ام المومنین کی اہانت کے اس واقعہ کے ذکر نے واقعات نگاری کو کیا خاص فائدہ پہنچایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آج نہیں تو کل ملاحظہ ہو گا کہ کتنی ارواح مقدسہ نالاں و گریاں ہیں۔ ع

آہ! گر از پس امروز بود فردائے

جناب کا ارشاد:

"کتاب "الدر المنظم" میں جو حسین بن منصور کے حال
میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا ارشاد آپ نے تحریر کیا وہ بہت
درست ہے۔ مگر اسی کے ساتھ کتاب ""الروض الازہر" کے ص:
۳۸۸/ پر جو خطبہ معاویہ بن یزید کا منقول ہے اس کے متعلق کیا
خیال کرنا چاہیے، انہوں نے تو اپنی زبان آلودہ کر ہی لی کہ اپنے "جد

(۱) مدارج النبوۃ مترجم، ج:۲، ص:۵۰۹، ادبی دنیا دہلی

امجد" و "والد ماجد" دونوں کے متعلق رائے ظاہر کردی۔ ممکن ہے
کہ ان کو باوجود تابعین یا تبع تابعین میں ہونے کے اس امر کا خیال نہ
رہا ہوگا کہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضل امت ہیں"

سبحان اللہ! کجا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد، جن کی نسبت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمائیں:

قال سفیان الثوری : الخلفاء خمسة ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز . اخرجه ابو داؤد فی سننه.(۱)	ترجمہ: سفیان ثوری نے فرمایا کہ: خلیفۂ راشد پانچ ہیں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں تخریج کی۔

کجا "معاویہ ابن یزید" جو سوا اس کے "کان شابا صالحا" جوان صالح تھے۔ ائمہ مستندین کے یہاں کسی تذکرہ میں ہی نہیں۔ ذرا تو معارضہ کرتے وقت توازن فرما لیا کیجیے۔ دوسرے انہوں نے دادا کو تو صرف "فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ" کہا، جس کے سیدھے سادھے معنیٰ "جوابدہ اعمال" یا "گرفتار اعمال ہوئے" ہاں "یزید" کو جو کہنا چاہیے تھا وہ کہا: "علمنا بسوء مصرعہ و بئس منقلبه و قتل عترت رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہ و سلم و اباح الخمر "اب اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، بوجہ اس کے اولاد رسول ﷺ کو قتل کرنے اور شراب کو مباح کرنے کے (حسب ترجمہ شاہ حبیب حیدر صاحب)

اس میں کہیں ضمیر تثنیہ (ھما) نہیں۔ بعد کو جناب نے ضرور ترجمہ میں لفظ "وبال" لکھا، یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ نیز "قلد ابی الامر" کا ترجمہ "تقلید او نمودہ"

(۱) تاریخ الخلفاء، ص:۱۷۱، تحت عنوان: عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، فیصل پبلیکیشنز، دیوبند۔

کس طرح ہوا؟۔ مجرد تابعی یا تبع تابعی ہونا مستند ہونے کو کافی نہیں، بلکہ علم وفضل وتسلیم ارباب فضل بھی ضروری ہے۔

جناب کا یہ ارشاد کہ:

یا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح شریف میں لکھتے ہیں کہ:

"حدثنا سليمان بن حرب حدثنا شعبة عن المغيرة بن النعمان شيخ من النخع عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال خطب النبي صلى الله عليه و سلم فقال : انكم محشورون الىٰ الله حفاة، عراة ،غرلا كما بدانا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين ثم ان اول من يكسىٰ يوم القيامة ابراهيم الا انه يجاء برجال من امتي فيوخذ بهم ذات الشمال فاقول يا رب اصحابي فيقال لا تدري ما احدثوا بعدك فاقول	ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: تم قیامت کے دن اللہ کے حضور ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح پھر کر دیں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں۔ پھر قیامت کے دن سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے ۔آگاہ ہو جاؤ کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے جنہیں فرشتے بائیں جانب لے چلیں گے، میں عرض کروں گا اے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو

كماقال العبد الصالح و كنت عليهم شهيدا ما دمت . الىٰ قولهٖ شهيد فيقال ان هٰولاء لم يزالوا مرتدين علىٰ اعقابهم منذ فارقتهم. اور یہی حدیث ۲۷ ویں پارہ ،صحیح شریف ،کتاب الرقاق میں بتغیر الفاظ دو مقامات پر اور بھی موجود ہے"۔(۱)

جواب ملے گا کہ: تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی باتیں نکال لیں تھیں، میں اس وقت وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کہ: میں ان پر مطلع تھا جب تک کہ ان میں رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اس کے بعد تو ہی ان پر نگراں تھا۔ تو جواب دیا جائے گا کہ: جیسے ہی تم ان سے جدا ہوئے تو یہ مرتد ہو کر اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے۔

لا الہ الا اللہ ! اب تو حضرت بجنسہٖ مطاعن روافض پر اتر آئے۔ لیکن یہ افسوس رہا کہ جناب نے صرف حدیث نقل فرمادی ماحصل کچھ نہ بتایا کہ اس حدیث کے ذکر سے جناب نے کیا مفاد حاصل فرمایا، اور کس بات پر متوجہ کیا۔ خیر میں بھی بجنسہٖ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کی عبارت "تحفہ" سے نقل کیے دیتا ہوں، اسے ملاحظہ فرما لیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ تسکین ہو جائے گی، کیوں کہ اب سے بہت پہلے صحابہ پر بھی اعتراض ہوا تھا۔

---

(۱) بخاری شریف، ج:۲، ص:۶۹۳، کتاب التفسير ،باب قولهٖ تعالىٰ كما بدأنا اول خلقٍ المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند۔

نقل از تحفہ اثنا عشریہ

آنکہ از ابن عباس در صحاح اہل سنت مرویست کہ:

سیجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال، فاقول اصحابی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول کما قال العبد الصالح "وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علیٰ کل شئی شھید" فیقال لن یزالوا مرتدین علیٰ اعقابھم منذ فارقتم۔(۱)

ترجمہ: آوردہ خواہد شد بعض مرداں را از امت من، پس گرفتہ

ترجمہ: تیسرا طعن یہ ہے کہ اہل سنت کی صحاح ستہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

سیجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال، فاقول اصحابی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول کما قال العبد الصالح "و کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علیٰ کل شئی شھید" فیقال لن یزالوا مرتدین علیٰ اعقابھم منذ فارقتم۔

میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے جنہیں فرشتے بائیں جانب

(۱)۔ بخاری شریف، ج:۲/ ص:۶۶۵/ کتاب التفسیر سورۂ مائدہ، باب قولہٖ تعالیٰ:" و کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم ...الخ"، المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند۔

خواہند برد آنہارا بجانب چپ، پس خواہم گفت یاران من اند، یاران من اند۔ پس گفتہ خواہد شد تونمی دانی آنچہ نو پیدا کردہ اند بعد از تو۔ پس خواہم گفت مثل آنچہ گفت بندۂ نیک یعنی عیسیٰ کہ بودم من بایشاں بایشاں مطلع تا وقتیکہ زندہ بودم درمیان اینہا، پس ہرگاہ بمیراندی مرابودی تونگہبان براینہا، وتوبرہرشئ گواہے۔ پس گفتہ خواہد شد کہ ایں گروہ ماندند برگشتہ برپاشنہ ہائے خود از ان باز کہ جدا شدی ازایشاں۔

جواب ازیں طعن آنکہ ایں حدیث صریح ناطق است کہ مراد از اشخاص مذکورین مرتدین اند کہ موت آنہا برکفر شد و ہیچ کس از اہل سنت آں جماعت راصحابی نمی گوید و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نمی شود، اکثر بنی حنیفہ و بنی تمیم کہ بہ طریق وفادت بزیارت آنحضرت

لے چلیں گے، میں عرض کروں گا اے رب! یہ تومیرے ساتھی ہیں۔ تو جواب ملے گا کہ: تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئ باتیں نکال لیں تھیں، میں اس وقت وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کہ: میں ان پر مطلع تھا جب تک کہ ان میں رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اس کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا۔ تو جواب دیا جائے گا کہ: جیسے ہی تم ان سے جدا ہوئے تو یہ مرتد ہو کر اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے۔

اس طعن کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صراحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ ان مذکورہ اشخاص سے مراد وہ مرتد ہیں جو کفر پر مرے، اہل سنت کا کوئی بھی شخص اس جماعت کو نہ صحابی کہتا ہے نہ ان کی خوبی وبزرگی کا معتقد ہے۔ زیادہ تر بنی حنیفہ اور بنی تمیم کے لوگ، جو بہ طریق ایلچی گری آنحضرت کی زیارت

مشرف شدہ بودند بایں بلا مبتلا گشتند وخائب وخاسر شدند۔ کلام اہل سنت در اں صحابہ است کہ بہ ایمان وعمل صالح ازیں جہاں در گذشتند و باہم بجہت اختلاف آرا مناقشات و مشاجرات نمودہ بودند و طرفین ہم دیگر را تکفیر و تبدیع ننمودند و شہادت بایمان دادند در حال ایں قسم اشخاص اگر روایتے موجود داشتہ باشند بیارند۔

سے مشرف ہو گئے تھے، بلائے ارتداد میں گرفتار ہو کر ذلیل وخوار ہوئے۔ اہل سنت کا کلام تو ان صحابۂ کرام کے متعلق ہے جو عمل صالح اور ایمان کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے، نیز جن میں اختلاف رائے کی بنا پر باہمی اختلافات و نزاعات واقع ہوئے مگر فریقین میں سے کسی نے ایک دوسرے کو نہ کافر کہا نہ بدعتی بلکہ مسلمان ہی کہتے رہے، ان حضرات کے بارے میں اگر کوئی روایت موجود ہو تو لاؤ؟۔

قصہ مرتدین مجمع علیہ فریقین است۔ حرف در قاتلان مرتدین است کہ بلا شبہ اعلام دین را بلند کردند واکاسرہ وقیاصرہ را در راہ خدا بجہاد ذلیل ساختند و ہزاران ہزار کس را مسلمان کردند وتعلیم قرآن و نماز و شریعت نمودند و بالقطع معلوم ست کہ یک کس را مسلمان کردن یا نماز آموختن یا تعلیم قرآن نمودن چہ مقدار ثواب دارد وجہاد

رہا مرتدین کا قصہ تو مسلمۂ فریقین ہے۔ گفتگو تو قاتلان مرتدین میں ہے جنہوں نے بلا شبہ دین حق کے جھنڈے بلند کر دیے، قیصر وکسریٰ جیسوں سے فی سبیل اللہ جہاد کر کے انہیں ذلیل وخوار کیا، اور ہزار ہا لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا اور انہیں قرآن، نماز اور شریعت حق کی تعلیم دی اور یقینی طور پر یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ ایک شخص کو بھی مسلمان کرنے یا نماز سکھانے یا قرآن پڑھانے کا ثواب

و قتال اعداء اللہ در دین چہ درجہ دارد، و مع ہٰذا در حق ایں اشخاص بالتخصیص حق تعالیٰ بشارتہا و وعدہاے نیک در قرآن مجید نازل فرمودہ:

(بہت) عظیم ہے اور یہ کہ دشمنان خدا سے جہاد و قتال کرنے کا دین میں کیا مرتبہ اور درجہ ہے (ان سب کے باوجود) اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ ان حضرات کے حق میں قرآن مجید میں بکثرت بشارتیں اور نیک وعدے نازل فرمائے ہیں:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ (۱)

”اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، وہ ضرور انہیں کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو حکومت بخشی تھی جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے دین کو، جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے، مضبوط و مستحکم فرما دے گا، اور وہ ضرور ان کے پچھلے خوف کو ان کے لیے امن و حفاظت کی حالت سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے“۔

در چند جا فرمودہ است:

اور کئی جگہ فرمایا:

(۱) پارہ ۱۸/ سورۂ نور، آیت ۵۵/۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰ (۱)

" اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ، اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں"۔

و نیز فرمود:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ (۲)

نیز ایک اور مقام پر فرمایا:

"پس جن لوگوں نے وطن چھوڑ دیے اور اپنے گھروں سے نکال دیے گئے ، اور میری راہ میں ستائے گئے ، اور لڑے اور مارے گئے ، تو میں ضرور ان کے گناہ ان سے مٹا دوں گا اور انہیں یقیناً ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی"۔

دراں جا دقیقہ باید دانست کہ سب و طعن انبیاء از آں جہت کفر و حرام است کہ وجہ سب یعنی معاصی و کفر در ایں بزرگان یافتہ نمی شود و موجبات تعظیم و توقیر و ثناے حسن

یہاں یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام کی شان میں طعن اور بدکلامی کرنا اس بنا پر حرام اور کفر ہے کہ کفر اور معاصی، جو طعن و تشنیع کا سبب ہوا کرتے ہیں، ان حضرات میں نہیں پائے جاتے بلکہ اس کے برعکس ان نفوس قدسیہ میں تعظیم و

(۱) پارہ ۱۱/ سورۂ توبہ آیت ۱۰۰/۔

(۲) پارہ: ۴/ سورۂ آل عمران، آیت: ۱۹۵۔

بوفور موجود دارند و چوں جماعہ باشند از مومنین کہ اسباب تعظیم داشتہ باشند و گناہان ایشاں را مغفرت و تکفیر بنص قرآن ثابت شدہ باشد بالیقین ایں جماعہ ہم در حکم انبیاء خواہند بود و در حرمت سب و تحقیر و اہانت و بد گفتن نہایت کار آن کہ انبیاء را اسباب تحقیر موجود نیست و اینہا را بعد از وجود معدوم شد ، و معدوم بعد الوجود چوں معدوم اصلی است دریں باب، و لہذا تائب را بہ گناہ تعبیر کردن حرام است ، و عوام امت غیر از صحابہ ایں مرتبہ ندارند کہ تکفیر سئیات و مغفرت گناہان ایشاں ما را بالقطع از وحی و تنزیل معلوم شدہ باشد و قبول طاعات و تعلق رضاے الٰہی با عمال ایشاں بالتخصیص متیقن شدہ باشد ، پس فرقۂ صحابہ برزخ اند درمیان انبیاء و امتیان و لہذا مذہب منصور ہمیں است کہ غیر از صحابہ ہر چند مطیع و متقی باشد

توقیر اور تعریف و توصیف کے اسباب کثرت و فراوانی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں ، (اسی طرح) اگر مومنوں کی کسی جماعت میں تعظیم و توقیر کے اسباب موجود ہوں اور اس کے گناہوں کی مغفرت نص قرآنی سے ثابت ہو چکی ہو (تو) یقیناً وہ مقدس جماعت بھی انبیا علیہم السلام کے حکم میں ہوگی۔ تحقیر و اہانت اور برا کہنے کے حرام ہونے کا مآل کار یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام میں تو اسباب تحقیر موجود ہی نہیں ہوتے ہیں اور صحابۂ کرام میں موجود ہونے کے بعد معدوم ہو گئے اور اس معاملہ میں موجود ہو کر معدوم ہو جانے والی چیز بھی معدوم اصلی کی طرح ہے ،اسی لیے تائب کو گنہگار کہنا حرام ہے۔ امت محمدیہ میں صحابۂ کرام کے علاوہ کوئی اس مرتبہ پر فائز نہیں ہے کہ جن کے سئیات کی بخشش اور گناہوں کی مغفرت ہم کو قطعی طور پر قرآن کریم سے معلوم ہو گئی ہو، اور جن کی عبادتوں کی قبولیت اور اعمال کے ساتھ رضاے الٰہی کا خصوصی تعلق یقینی معلوم ہو۔ اسی بنیاد پر صحابۂ کرام کی جماعت انبیا علیہم السلام اور ان کے امتیوں کے

بدرجۂ ایشاں نمی رسد، ایں نکتہ را بہ کمیت آں در خاطر باید داشت کہ بسیار نفیس است۔ نیز فرمودہ:

یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ (۱)

نیز فرمودہ:

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ط (۲)

از ایں آیت معلوم شد کہ اگر کسے از ایشاں مرتکب فسوق و عصیان شدہ از خطا و غلط فہمی شدہ

ما بین برزخ ہے۔ اسی لیے مذہب منصور یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی متقی و پرہیزگار اور عابد و فرماں بردار کیوں نہ ہو، مگر صحابۂ کرام کے مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اس نکتہ کو اس کی (تمام) شقوں کے ساتھ دل میں بٹھا لینا چاہیے کہ بہت نفیس ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"ان کا رب انہیں اپنی جانب سے رحمت کی اور رضا کی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے، جن میں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے"۔

نیز فرمایا:

"لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمھارے دلوں میں آراستہ فرما دیا اور کفر اور نا فرمانی اور گناہ سے تمہیں متنفر کر دیا"۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام میں اگر کوئی صحابی کسی برائی کے مرتکب ہوئے (بھی) ہیں تو غلط فہمی و خطا

(۱) پارہ:۱۰/ سورۂ توبہ، آیت ۲۱

(۲) پارہ ۲۶/ سورۃ الحجرات، آیت:۷/۔

است با وصف کراہت فسوق و عصیان دانستہ فسوق و عصیان کردن محال است زیرا کہ شوق و استحسان از مبادی ضروریہ افعال اختیاریہ است باجماع عقلا، کما تقرر فی موضعہٖ من الحکمۃ۔ و نیز فرمودہ است:

کی بنا پر نا کہ جان بوجھ کر، کیوں کہ فسق و فجور اور گناہ کو ناپسند اور برا جاننے کے باوجود اس کا ارتکاب کرنا محال ہے، اس لیے کہ باتفاق عقلا کسی فعل کو کرنے کے لیے اس فعل کا اچھا جاننا اور اس کا شوق ہونا افعال اختیاریہ کے مبادی ضروریہ سے ہے جیسا کہ کتب فلاسفہ سے ثابت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ (۱)

"یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں درجات ہیں اور مغفرت اور بلند درجہ رزق ہے"۔

پس معلوم شد کہ اعمال ظاہرۂ ایشاں از صوم و صلاۃ و حج و جہاد اصلا مبتنی از نفاق و ناشی از تلبیس و مکر نبود، ایمان ایشاں بہ تحقیق و یقین ثابت بود۔ و نیز فرمود:

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کے ظاہری اعمال صوم و صلاۃ، حج و جہاد ہرگز نفاق پر مبنی اور مکر و دغا کا نتیجہ نہ تھے، ان حضرات کا ایمان تحقیق و یقین سے ثابت تھا۔ نیز ایک جگہ فرمایا:

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ

"لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، اور انہیں

(۱) پارہ:۹ / سورۂ انفال، آیت:۴ /۔

الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ (۱)

لوگوں کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں"۔

ونیز فرمود:

ایک مقام پر فرمایا:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ (۲)

"تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا وہ (اور تم) برابر نہیں ہوسکتے، وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بلند ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، مگر اللہ نے حسن آخرت (جنت) کا وعدہ سب سے فرمادیا ہے، اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو ان سے خوب آگاہ ہے"۔

و قولہٗ : لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾ ...الیٰ آخر

نیز فرمایا: "نادار مہاجرین کے لیے ہے، جو اپنے گھروں اور اپنے اموال سے باہر نکال دیے گئے ہیں، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہی سچے مومن ہیں"۔

(۱) پارہ:۱۰/ سورۂ توبہ، آیت:۸۸/۔

(۲) پارہ:۲۷/ سورۂ حدید، آیت:۱۰/۔

الآیۃ الثانیۃ،[۱]

واین آیات نیز ابطال احتمال نفاق این جماعہ باصرح وجوہ می نمایند وقولہ تعالیٰ:

یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۚ نُوۡرُہُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ [۲]

دلالت می کند کہ ایشاں را در آخرت ہیچ عذاب نخواہد شد، و بعد از فوت پیغمبر نور ایشاں حبط و زائل نخواہد شد، والاّ نور حبط شدہ و زوال پزیرفتہ روز قیامت چہ قسم بکار ایشاں می آید۔

وقولہ تعالیٰ:

وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ

(دوسری آیت کے aخیر تک)

یہ آیتیں بھی صحابۂ کرام کے حق میں احتمال نفاق کو پوری صراحت کے ساتھ مسترد اور باطل کررہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”جس دن اللہ نبی کو اور ان اہل ایمان کو جو ان کی معیت میں ہیں رسوانہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے طرف تیزی سے چل رہا ہوگا“۔

یہ آیت بھی اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ آخرت میں ان حضرات کو کوئی عذاب نہ ہوگا اور حضور انور ﷺ کی وفات شریف کے بعد ان حضرات کا نور ایمان برباد و زائل نہ ہوگا ورنہ قیامت کے دن برباد اور زائل شدہ نور ان حضرات کے کیا کام آسکتا ہے؟۔

اور خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور آپ ان لوگوں کو دور نہ کیجیے جو

(۱) پارہ:۲۸، سورۂ حشر، آیت:۸/۹۔

(۲) پارہ:۲۸، سورۂ تحریم، آیت:۸۔

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط(۱)	صبح وشام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں"۔
نیز مبطل احتمال نفاق است و قولہ:	یہ (فرمان) بھی احتمال نفاق کو مسترد اور باطل کرنے والا ہے۔اور فرمایا:
وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لا اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ (۲)	"اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ فرمائیں کہ تم پر سلام ہو، تمھارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر لی ہے سو تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے"۔
صریح دلالت قطعیہ نمود بر آنکہ اعمال بد ایشاں مغفور است ، ہیچ مواخذہ بر آں نخواہد شد ، و قولہ تعالیٰ:	یہ آیت کریمہ صریح اور قطعی طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ان حضرات کی لغزشیں یقینا بخش دی گئیں ہیں ، جن پر کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط	" بیشک اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال ، ان کے لیے جنت کے عوض خرید لیے ہیں ، وہ

(۱) پارہ: ۷ / سورۂ انعام ، آیت: ۵۲ / ۔

(۲) بحوالہ سابق ، آیت: ۵۴ / ۔

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ط وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ (۱)

اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں سو وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اللہ نے اپنے ذمۂ کرم پر پختہ وعدہ لیا ہے تورات میں، انجیل میں اور قرآن میں اور کون اپنے وعدے کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے والا ہے"۔

پس معلوم شد کہ در حق ایشاں بدا محال است کہ ایشاں را بعد از اخبار بمغفرت و بہشت عذاب دوزخ دہند زیرا کہ در وعدہ بدا جائز نیست والا خلف وعدہ لازم آید۔ وقولہ:

پس اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کے حق میں "بدا" (وعدہ خلافی) محال ہے۔ یعنی یہ کہ ان حضرات کو مغفرت و جنت کی بشارتیں دے کر (بھی) عذاب دوزخ دیا جائے، کیوں کہ وعدہ میں بدا جائز نہیں ہے ورنہ خلف وعدہ لازم آئے گا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (۲)

"بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا"۔

ازیں آیۃ معلوم شد کہ رضا از عمل ایشاں تنہا نبود بلکہ از آنچہ در

اس آیت سے معلوم ہوا کہ محض ان حضرات کے اعمال ہی سے خداوند

(۱) پارہ:۱۱/، سورۂ توبہ، آیت:۱۱۱/۔

(۲) پارہ ۲۶/ سورۂ فتح، آیت:۱۸/

دل ایشاں از ایمان و صدق و اخلاص مستقر و ثابت شدہ بود و در رگ و پوست ایشاں سرایت کردہ و آنچہ بعضے سفہا شیعہ گویند کہ:

”رضا از کار مستلزم رضا از صاحب آں کار نمی شود“ در ایں جا پیش نمی رود کہ حق تعالیٰ ” رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ “ فرمودہ است نہ ” عن بیعۃ المومنین “ و باز ” فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ “ ۔نیز باں ضمیمہ ساختہ است و ظاہر ست کہ محل عزائم و ثبات و اخلاص دل است پس رضا بہ صاحب فعل متعلق است نہ بفعل و بہ منبع و منشاء فعل متعلق است نہ بصورت فعل۔

بالجملہ حافظ قرآن را ممکن نیست کہ در بزرگی صحابہ تردد داشتہ باشد اگرچہ حدیث و روایت را در نظر نیارد ، زیرا کہ اکثر قرآن مملو ست از تعریف و توصیف ایں

عالم راضی نہ تھا بلکہ ان کے دل میں جو ایمان اور صدق و خلوص جاگزیں اور رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھے، سب سے خدائے پاک راضی تھا۔ یہ جو بعض جاہل شیعہ کہتے ہیں کہ:

”کسی فعل سے راضی ہونا اس کے فاعل سے راضی ہونے کو مستلزم نہیں“ ان کی اس جگہ بات نہیں بنتی ہے،کیوں کہ حق تعالیٰ نے ” رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ “ فرمایا، نہ ”عن بیعۃ المومنین“ پھر ” فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ “کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ثبات و خلوص اور دیگر نیک ارادوں کا محل قلب ہے، اس بنا پر خوشنودی خداوندی فاعل سے متعلق ہے نہ کہ فعل سے اور منشا و منبع فعل سے متعلق ہے نہ کہ صورت فعل سے۔

خلاصہ یہ کہ حافظ قرآن کو صحابۂ کرام کی بزرگی میں شک کرنا ناممکن ہے خواہ وہ احادیث و روایات سے چشم پوشی ہی کرے، اس لیے کہ ان حضرات یعنی صحابۂ کرام کی تعریف و توصیف سے

جماعت، وناظرہ خواناں یک لفظ را از یک آیت گوش می کنند و سیاق و سباق آں راچوں یاد ندارند غور نمی کنند کہ در آں جا چہ قیود واقع شدہ و ضمیمہ آں لفظ کدام کدام چیز در نظم قرآنی گرانیدہ اند کہ تاویل مبطلین و تحریف جاہلین را دخلے دراں نماندہ۔ واللہ کہ اگر پدر من غیر از حفظ قرآن بمن ہیچ تعلیم نمی کرد از عہدۂ شکر آں بزرگوار عالی مقدار نمی توانستم برآمد۔

اکثر کلام مجید بھرا ہوا ہے۔ ناظرہ خواں ایک لفظ کو ایک آیت سے سن لیتے ہیں اور چوں کہ انہیں آیت کا ماسبق اور مالحق یاد نہیں رہتا اس لیے غور نہیں کرتے کہ وہاں کیا کیا قیدیں ہیں اور نظم قرآنی میں کون کون سی چیزیں اس لفظ کا ضمیمہ بنائی گئی ہیں، تاکہ مبطلین کی تاویل اور جاہلوں کی تحریف کا اس میں دخل نہ رہے۔ خدا کی قسم! اگر میرے والد ماجد (رحمۃ اللہ علیہ) حفظ قرآن کے سوا مجھے کچھ بھی نہ پڑھاتے تب بھی میں ان بزرگ عالی قدر کے عہدۂ شکر سے نہ نکل سکتا۔

روح پدرم شاد کہ می گفت باستاد
فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

(ترجمہ شعر)

"میرے باپ کی روح خوش رہے
جو میرے استاد سے فرمایا کرتے تھے کہ
میرے بیٹے کو حافظ بناؤ جس کے مقابلہ
میں سب ہیچ ہے"۔

ایں ہمہ نعمت حفظ قرآن است کہ در ہر مشکل دینی بہ آں رجوع آوردہ حل آں می کنم۔

یہ سب حفظ قرآن پاک کی برکت و نعمت ہے جس کی مدد سے ہر دینی مشکل حل کر لیا کرتا ہوں۔

والحمد للہ حمدا کثیرا

حمد ہے خدائے تعالیٰ کی، مبارک

طيبا مباركا فيه و مباركا	،طیب اور کثیر حمد جیسی کہ اسے پسند ہو،
عليه كما يحب ربنا و	اور درود و سلام کی ڈالیاں نچھاور ہوں
يرضى و الصلاة و السلام	اس رسول گرامی پر جس نے ہم تک
اتمان علىٰ من بلغ الينا	قرآن پہنچایا اور اپنے مبارک بیان سے
القرآن و اوضحه بالبيان	اس کو واضح فرمایا پھر ان کی تمام آل و
ثم علىٰ الهٖ و صحبه و	اصحاب ، پیرو کاراور ان کے وارث
اتباعهٖ ووارثهٖ من العلماء	علمائے راسخین پر خصوصًا ہمارے تمام
الراسخين خصوصا	مشائخ اور شریعت وطریقت کے اساتذہ
مشائخنا و اساتذنا فى	پر،ان سب پر اللہ کی رحمت ہو۔
الطريقة و الشريعة رحمة	
الله عليهم اجمعين۔(۱)	

محدث دہلوی کی عبارت سے استدلال کا جواب:

آپ کا ارشاد:

"کتاب الدر المنظم ج: ۲، ص: ۵۹۸ پر جو ارشاد حضرت غوث الثقلین نقل کیا گیا وہ بھی معلوم ہوا، سمجھ میں نہیں آیا کہ کون امر خلاف ارشادات سلف صالح تحریر میں آیا کہ جس سے اس عبارت کے نقل کرنے کی ضرورت آپ کو لاحق ہوئی۔ خیر اب ارشاد سلف صالح سنیے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب "ماثبت بالسنۃ" میں لکھتے ہیں کہ:

(۱) تحفه اثنا عشريه ، باب: مطاعن صحابۂ کرام عموماً بے تخصیص، طعن سوم، ص:۳۳۸ ، سہیل اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور، پاکستان، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

قال الحسن البصری افسد امر الناس اثنان عمر ابن العاص یوم اشار علی معاو یة برفع المصاحف فحملت وقال ابن الفراء فحکم الخوارج و لا یزال هٰذا التحکیم الیٰ یوم القیامة ، و المغیرة بن شعبة فانه کان عامل معاو یة علی الکوفة فکتب الیه معاو یة : اذ اقرأت کتابی فاقبل معزولاً، فابطأ عنه، فلما ورد علیه قال ما ابطأك؟ قال امر کنت اوطئه و اهیئه قال و ما هو؟ قال البیعة لیزید من بعدك، قال او فعلت؟ قال نعم، قال ارجع الیٰ عملك فلما

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ:

" دو آدمیوں نے لوگوں کا معاملہ خراب کر دیا، عمر بن العاص نے، جس دن انہوں نے حضرت معاویہ کو کلام پاک اٹھانے کی رائے دی ، چناں چہ (نیزوں پر) قرآن اٹھائے گئے۔ ابن فراء کہتے ہیں کہ :"خوارج نے مسئلہ تحکیم پیدا کیا، اور قیامت تک مسئلہ تحکیم کی بنیاد پڑ گئی" ۔ اور (دوسرے) مغیرہ بن شعبہ نے، جو حضرت معاویہ کی جانب سے حاکم کوفہ تھے، حضرت معاویہ نے انہیں لکھا کہ:" میرا یہ خط دیکھتے ہی تم اپنے آپ کو معزول سمجھتے ہوئے حاضر ہو۔ انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی ۔ پھر اس کے بعد جب وہ حضرت معاویہ سے ملے تو انہوں نے پوچھا

خرج قال له اصحابه ما ورائك؟ قال ودعت رِجل معاوية فی غرزغی لا یزال فیه الیٰ یوم القیامة. (1)

کہ: تم نے کیوں دیر کی؟، انہوں نے جواب دیا کہ: "میں ایک بڑے اہم کام میں لگا ہوا تھا"۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ: "وہ کیا کام تھا؟"۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ: "آپ کے بعد یزید کے حق میں خلافت کے حصول کی فکر کر رہا تھا"۔ انہوں نے پوچھا کہ: "کیا تم نے یہ کام کر لیا؟"، انہوں نے کہا: "جی ہاں"، حضرت معاویہ نے کہا کہ: "اپنے منصب اور کام پر دوبارہ لگ جاؤ"۔ وہاں سے جب وہ نکلے تو ان کے دوستوں نے پوچھا کہ: "کہو کیسی گذری؟"، انہوں نے کہا کہ: "میں نے معاویہ کا قدم اپنی انتہائی وفاداری میں پھانس لیا، جس میں وہ قیامت تک رہے گا"۔

شیخ محمد سلیمان حنفی نقشبندی بلخی اپنی مصنفہ "ینابیع المودہ" میں لکھتے ہیں:

عن الحسن البصری

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے

(۱) ماثبت بالسنة، ص:۳۱، ذکر شہر محرم، مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۱ء۔

قال اربع خصال کن فی معاویة لو لم یکن فیه الا واحدة منهن لکانت موبقة و اثما کبیرا ادعائه الخلافة من غیر مشورة و استخلافه ابنه یزید سکیرا بالخمر و ادعائه زیاداً انه اخوه وفی الحدیث الولد للفراش و للعاهر الحجر و قتله حجر بند عدی و اصحابه فیا و یل له من حجر و اصحاب حجر.(۱)

مروی ہے ،انہوں نے فرمایا کہ: ”معاویہ میں یہ چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک ہی ہوتی تو (وہ ایک ہی) تباہ کن اور بڑی لغزش تھی۔ پہلی یہ کہ بغیر مشورہ کے دعوائے خلافت کرنا، دوسرے اپنے بیٹے یزید شرابی کو ولی عہد بنانا ،تیسرے زیاد کے بھائی ہونے کا دعویٰ کرنا، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے کہ: ”لڑکا زانیہ کا ہے اور زانی محروم ہے“، چوتھے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا۔ پس افسوس ہے معاویہ پر، حجر اور ان کے اصحاب کی جانب سے۔

”ان عبارتوں کا مفہوم کیا خیال کیا جائے؟، کیا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی یا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما کا ارشاد قابل استناد نہیں ہوسکتا؟ یاان پر سلف صالح کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا ؟غور فرمالیجیے“۔

بندہ نواز! خوب غور کرلیا غالباً ”ماثبت بالسنۃ“ تو خالص سیرت جناب مرتضوی میں ہے، بسلسلۂ نوافل عبادات ماہ محرم ذکر شہادت کیا ہے۔ اسی ذکر میں حکومت یزید کا تذکرہ بھی

(۱) ینابیع الموده، ج:۱/ ص:۱۹۱/ الباب الثالث و الخمسون ، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۹۹۷ء۔

آگیا ہے، اور یہ روایت لکھی ہے جس کا ماحصل اتنا ہے کہ "لوگوں کے کام میں دو شخص باعث اختلاف ہوئے عمر بن العاص کہ مسئلہ تحکیم خوارج قیامت تک کو رہا، اور مغیرہ بن شعبہ کی ترغیب سے ولی عہدی لڑکوں کی، اور اگر ولی عہدی نہ ہوتی تو قیامت تک انتخاب شوریٰ قائم رہتا۔ جیسا تاریخ الخلفا میں مع اس تتمہ کے ہے:

قال الحسن فمن اجل ذلك بايع هٰؤلاء ابنائهم و لو لا ذلك لكانت شوریٰ الیٰ یوم القيامة. (۱)

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ: اسی وجہ سے ارباب حکومت اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنانے لگے۔ اگر یزید کی ولی عہدی نہ ہوتی تو یقیناً حشر تک انتخاب شوریٰ رہتا۔

اس میں سوائے افسوس کے اور فرمایا کیا؟۔ میں نے "ینابیع المودہ" کو نہیں دیکھا جس سے مصنف اور کتاب کے جلالت شان معلوم ہوتی۔ "کشف الظنون" میں دیکھا اس ینابیع المودہ کا کہیں ذکر نہ ملا۔ "فوائد البهیه" میں علماے حنفیہ کے ذیل میں اسم گرامی نظر نہ پڑا، لہٰذا کیا عرض کیا جائے۔ ﴿8﴾۔ لیکن اتنا کہنا ضروری ہے کہ صحاح کی روایات میں رواۃ مجروح و واضع ہو سکتے ہیں تو دوسری کتاب کی روایت میں بھی وہی باتیں دیکھنا ضروری ہیں۔

علاوہ ازیں اسی قسم کی ایک روایت بتغیر کثیر احسن الانتخاب میں ہے کہ:

"قاضی جمال الدین واصل کا قول ہے کہ ابن جوزی بہ اسناد متّصل حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری کا قول ہے کہ: چار خصلتیں معاویہ میں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک ہی ہوتی تب بھی یہ خلق اللہ کو ہلاک کرتے۔ اول یہ کہ معاویہ نے بغیر مشورہ و صلاح تلوار کے زور سے حکومت لی، حالاں کہ اور

(۱) تاریخ الخلفا، ص:۱۵۶، تحت عنوان: یزید بن معاویہ ابو خالد الاموی۔

اصحاب صاحبان فضیلت اس وقت موجود تھے ۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ کیا۔ تیسرے یہ کہ زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا، یہ امر بالکل خلاف شرع ہوا کیوں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:الولد للفراش و للعاهر الحجر" یعنی لڑکا زانیہ کا ہے اور زانی محروم ہے۔زیاد کو معاویہ سے مغیرہ بن شعبہ کی ہوشیاری نے ملایا،انہوں نے امر حق چھپایا، یہ جانتے تھے مگر زنا کی گواہی نہ دی جناب امیر کے خاندان سے برگشتہ کر کے زیاد کو ملا دیا یزید کو بھی انہوں نے ولی عہد کرایا۔ ابو مریم شراب فروش کا قول زیاد کی ماں سمیہ کے لیے اور زیاد کے ولد الزنا ہونے کے لیے بہت کافی ہے۔چوتھے معاویہ نے حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب کو قتل کیا(ابوالفدا)۔ (۱)

معلوم نہیں یہ قاضی صاحب کون ہیں اور ابن جوزی کی سند متّصل میں کون رواۃ ہیں۔ الفاظ روایت مختلف ہیں۔ "ینابیع المودہ" کا ساتھ "احسن الانتخاب" کا ترجمہ نہیں دیتا۔درایتًا یہ کہ گناہ کبیرہ صفت اضافی ہے کہ ہر گناہ اپنے سے خفیف کے مقابلہ میں کبیرہ ہے اور اکبر کے مقابلہ میں صغیرہ۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت حسن سے امام جلیل نے موبقات و کبائر معاویہ کو صرف چار میں کیسے محصور فرمادیا؟۔حالاں کہ حسب تحقیق مصنف احسن الانتخاب:

"شرابی تھے ، مالک بن اشتر اکو زہر دلوایا، عبدالرحمٰن بن خالد ابن ولید کو زہر دلوایا، ایک بڑی جماعت اکابر مسلمین و امرا کو زہر دلوایا، اور طماع دنیا پرست تھے ، رعایا کو دنیاوی خواہشات و معاصی

(۱) احسن الانتخاب،ص:۳۹۰ر۔

میں مبتلا کر دیا، حضرت امام حسن کو زہر دلوایا، بلکہ حضرت علی کے قتل کا ابن ملجم کو حکم دیا، اشد تر یہ کہ مقتولین بدر ولید ابن عتبہ و حنظلہ ابن ابی سفیان و عتبہ کا انتقام حضرت علی سے لیا۔ بلکہ اشد الاشد یہ کہ جناب امیر آنحضرت کے محبوب ترین اصحاب میں سے تھے، آنحضرت سے نسبت ولدیت رکھتے تھے، قرابت و محبت و فضل و شجاعت وغیرہ میں اپنے زمانہ میں بے بدل تھے، آنحضرت کے کمالات ظاہری و باطنی کا بہترین نمونہ اور مرتبۂ ولایت محمدی کے حامل تھے، ان وجہوں سے یہ ضروری تھا کہ جس طرح آنحضرت کو ابو سفیان نے تکلیفیں پہنچائیں اسی طرح ان کے بیٹے معاویہ آنحضرت کے محبوب خاص و ولد نبوی جناب امیر کو بھی تکلیفیں پہنچائیں، اور ”الولدسر لابیہ“ کا مصداق بنیں۔ (۱)

العجب ثم العجب! کہ حضرت حسن اتنے اشد ذنوب کو چھوڑ دیں اور اس کے مقابلہ میں اخف کو کبیرہ بتائیں۔ یہ جو فرمایا کہ: ”ان عبارتوں کا مفہوم کیا خیال کیا جائے؟“ وہی جو خیال کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ: ”شیخ عبدالحق ...... تا .... غور فرمالیجیے“ جو ارشاد ہے، اسے خوب غور کر لیا۔ جناب کو ایک تسامح ہو گیا۔ چار نام لکھنے سے رہ گئے ”شیخ محمد سلیمان“، ”ابن جوزی“، ”قاضی جمال الدین“، ”ابو الفدا“ کہ جہات ستہ گھر جاتیں اور جائے مفر باقی نہ رہتی، کیوں کہ جو تعلق شیخ عبدالحق کو اس مقولہ سے ہے، وہی ان حضرات کو ہے۔ پھر اگر ”ارشادِ شیخ“ کہا جا سکتا ہے تو ان بے چاروں نے کیا گناہ کیا جو لفظ ”ارشاد“ سے سرفراز نہ ہوں؟؟؟۔

---

(۱) دیکھیں احسن الانتخاب، ص: ۳۹۲۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۵۷۔ ۵۱۲۔ ۳۹۴۔ ۲۷۷۔

خوب سوچ لیجیے ! ایک گواہ پر کچھ نہیں ہوتا۔﴿9﴾ اور فیما نحن فیہ میں مبحوث عنہ جمہور ہیں۔

مناقب حافظیہ کی عبارت کی توضیح:

آپ کا ارشاد:

"مناقب حافظیہ کے مقولہ کے متعلق یہ گذارش ہے کہ اس میں سے جو حکایت آپ نے اپنے صحیفہ میں نقل کی ہے وہ میری تحریر کا منشا ہی نہ تھا۔ میرا منشا تو وہ تھا کہ جو اس حکایت کے بعد دوسرے صفحہ پر ہے اور وہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد ہے کہ:

"وقتیکہ ذکر جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام باشد در آں وقت نام ایشاں بتعظیم نباید گفت"۔

اس کا جواب میں نے دے دیا تھا کہ مناقب حافظیہ سے جو مقولہ نقل فرمایا ہے یہ مجھ پر کس بارے میں حجت ہے ؟ میں نے کب کہا کہ مصنف صاحب نے تعظیمی الفاظ کیوں تحریر نہ فرمائے۔ لیکن اس سے تذلیل و توہین معاویہ کا جواز کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟۔ حتیٰ کہ مصنف صاحب نے تو ان کے ایمان کو ضروری جزو صدق سے بھی علاحدہ فرمادیا۔ ذرا یہ اور سوچ لیجیے کہ شیخ کا "تعظیم نباید گفت" مشروط "وقتیکہ ذکر ...." کے ساتھ ہے نہ ہمہ وقت۔ خوب سوچیے۔

آپ کا ارشاد کہ:

"مجھے نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سے قبل کی حکایت نقل کردی اور اسی سے متّصل بلکہ اسی سطر سے نیچے جو کچھ درج تھا اس کو بالکل نظر انداز کردیا۔ یہ تو بقول آپ کے آپ پر زیب نہیں دیتا۔"

مجھے اس سے بھی زیادہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ میرے خط کی اتنی لمبی چوڑی عبارت جو جواب میں لکھی گئی اس سے جناب کو تحریر ہٰذا کے وقت ذہول ہو گیا، جو ابھی اوپر کے مقولہ میں گذری ہے، اور خط مؤرخہ ۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں پھر ملاحظہ فرمالیجیے۔

حضرت کا یہ ارشاد:

> "اور حکایت مذکورۂ صحیفہ سامی میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں کہ:
> "جناب پیرو مرشد برحق روزے فرمودند کہ فلاں کس کہ رافضی ست نزد من خواہد آمد، برائے حاجتے کہ اورا در پیش است"، تو یہ رافضی کے مقابلہ میں تھا، نہ کہ سنی کے"۔

بندہ نواز! ہمارے پیران عظام کا ظاہر و باطن یکساں تھا، یہ نہیں تھا کہ اندرون خانہ سنیوں کے سامنے معاویہ پر تبرا کرتے اور رافضیوں کے مقابلہ میں منتیں منواتے۔ دیکھیے مرید سامع سنی نے جب لفظ "حضرت" پر اعتراض کیا تو ارشاد ہوا کہ:

> "چرا نگویم کہ ہیچ ولی بمرتبۂ ایشاں یعنی صحابہ نمی رسد۔ عرض کردم کہ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟۔ فرمودند: "ایشاں ہم بمرتبۂ حضرت معاویہ نمی رسند"۔ (۱)

یہ ارشاد:

> "اور مجھ کو اس حکایت کے لکھنے سے کیا مطلب، اگر یہ مطلب ہے کہ میں نے اس حکایت کو نہیں دیکھا تو ایسا نہیں ہے، اس حکایت کو میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔"

اس کا مطلب تو میں نے صاف لکھ دیا تھا کہ:

(۱) مناقب حافظیہ ص: ۱۳۰/۱۳۱، مطبع احمدی کانپور ۱۳۰۵ھ، مملوکہ کتب خانہ قادری، مدرسہ عالیہ عالیہ قادریہ بدایوں۔

"ارشاد فرمائیے کہ مصنف صاحب نے جیسے مذموم الفاظ استعمال فرمائے ویسے ہی معاذ اللہ اگر کوئی بد زبان حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بکے تو کوئی صوفی مشرب بلکہ کوئی صحیح العقیدہ سنی اسے جائز رکھے گا؟"۔

میرا یہ سوال لاجواب رہا۔ غالبًا یہ پورا حصہ تحریر کے وقت زیر نظر نہ رہا جب ہی وہاں لفظ "زیب" اور یہاں یہ سوال لطف دے رہے ہیں۔

جناب کا ارشاد:

" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مصنف احسن الانتخاب نے کون مذموم الفاظ لکھے ہیں کہ جن کو آپ مکرر، سہ کرر لکھتے ہیں، اور کبھی "بخط نسخ" اور کبھی " بخط نستعلیق "اور کبھی جلی قلم سے اور مجادلہ اور عناد سے برأت کا بھی اظہار ہے"۔

غالبًا اس طویل تحریر ہٰذا کے بعد اس سوال کی ضرورت باقی نہ رہے گی، اور خوب معلوم ہو جائے گا کہ کیا مذموم یا مستحسن وقائع نگاری کی گئی ہے۔ اور پھر ضرورت پڑی تو موجود ہوں۔ الوان و خطوط متنوعہ محض اس وجہ سے تھے کہ پہلے خط پر کافی توجہ نہ ہوئی تھی، اور اصل مبحوث عنہ کے جواب تھے ہی نہیں، لہٰذا رنگوں سے ہی توجہ دلائی تھی۔ اگر یہ امر باعث وحشت ہوا تو اب سوا سیاہ اور کوئی رنگ نہ ہو گا۔

آپ کا ارشاد:

"کتاب مستطاب "غنیۃ الطالبین" کے متعلق جو ارشاد الزامی نصیحت آمیز تحریر ہوا یہ الفاظ تو اس وقت آپ کو لکھنا چاہیے تھے کہ جب میں اپنے نیاز نامۂ سابقہ میں اس امر سے انکار کرتا کہ میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اس کو تصانیف میں نہیں لکھا ہے۔

میرا مقصد جملۂ سابقہ کی تحریر سے اس امر کا اظہار تھا کہ حضراتِ علما کے اس کتاب کے متعلق یہ اقوال ہیں۔"

جناب کا یہ فرمانا تو اس وقت زیبا تھا کہ پہلے ہی گرامی نامہ میں تحریر فرما دیتے کہ میرے والد ماجد تو اسے تصنیف فرماتے ہیں مگر یہ حضرات مانع ہیں، اور مجھے ان پر اعتماد ہے، لہٰذا میں تصنیف نہیں مانتا۔ بندہ نواز! اگر میرے پاس "الدر المنظم" خرید کردہ نہ ہوتی تو میں کیا معارضہ کر سکتا تھا۔ کیوں کہ حضرت نے سوائے مانعین ثلاثہ کے مثبت واحد کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔

آپ کا ارشاد:

"اسی کتاب میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اور علمائے حنفیہ کے اس کے متعلق تحریرات ہیں ان کے متعلق کیا خیال کیا جائے؟"

وہی جو حافظ شاہ علی انور قلندر صوفی حنفی نے خیال فرما کر ارشاد فرمایا کہ حضرت کی تصنیف ہے۔

یہ ارشاد کہ:

"ہر شخص کی تحقیق علاحدہ ہے اور وہ اسی کے لحاظ سے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔"

لاریب! بالکل بجا ارشاد ہوا، مجتہد کے ساتھ اجتہاد بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس توسیع نے تو جملہ فرق اسلامیہ بلکہ جملہ مذاہب عالم بلکہ ہر خیال والے کو خوب وسعت عطا فرما دی۔ سب آزاد کوئی گرفت پر نہیں۔

یہ ارشاد:

"جن حضرات علما نے سیرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ میں کتابیں لکھی ہیں ان کو ملاحظہ کر لیجیے۔"

جی ہاں بعض دیکھی ہیں اور ان میں بھی جناب و مصنف صاحب کے خلاف بہت کچھ پایا۔ میرا مبحوث عنہ مسلک جمہور ہے وہ جس مستند عالم کی تصنیف میں دکھائیے گا، مان لوں گا۔

یہ ارشاد کہ:

''صوفی منش ہمیشہ مورد طعن و جرح رہے ۔ آپ کتاب ''قول المستحسن'' تو ملاحظہ کرتے ہی رہتے ہیں ، متقدمین اکابر صوفیہ کے متعلق کیسا کچھ ان کے زمانے والوں نے نہیں کہا۔ اکثر حکایات کتاب مذکورہ میں موجود ہیں نیز دیگر کتب میں بھی ان کو ملاحظہ فرمالیجیے''۔

بندہ نواز! یہ ماننے کو تو بڑی آسانی سے تیار ہو جاؤں گا کہ قدرت نے جناب کو مراتب متقدمین پر فائز فرما دیا، مگر یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ حضرات متقدمین بوجہ گستاخی دربارۂ صحابۂ کرام مطعون ہوئے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

مصباح الحسن

از: پھپھوند

چوتھا مختصر خط

بنام شاہ حبیب حیدر صاحب

بجناب والا مراتب مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر!

بعد تحیات مسنونہ مدعا نگار ہوں کہ آج ۹ر شہر السرور ربیع الاول شریف ہے اور جناب کو میری آخری تحریر مؤرخہ ۲۶ر محرم الحرام ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۳۳ء وصول ہوئی۔ بہ حساب شمسی و قمری پورے ۴۱ر روز ہو چکے مگر جواباً ہنوز سکوت ہے، لہٰذا بذریعہ کارڈ ہٰذا تصدیعہ دہ ہوں کہ بواپسی مطلع فرمائیں کہ ارسال جواب میں ابھی کتنا اور وقت باقی ہے، تاکہ انتظار جواب کی مزید زحمت وقت موعود سے پہلے نہ اٹھائی جائے۔ اس کارڈ کے جواب کا انتظار ایک ہفتہ کروں گا اور اس پر بھی اگر سکوت رہا تو سمجھوں گا کہ بحمد اللہ تعالیٰ حق واضح و ثابت ہوگیا۔ والحق احق ان یتبع واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

نیز در صورت سکوت ان تمام تحریرات کو شائع کر دینے پر حسب اصرار و استدعا جماعت کثیرہ اہل سنت، مقامی و بیرونی مجبور ہوں، کیوں کہ کتمان حق گناہ کبیرہ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ ج(۱) جعلنی اللہ و ایاکم منہم۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

مصباح الحسن، از: پھپھوند

(۱) پارہ:۴ر سورہ نساء، آیت:۱۳۵

شاہ حبیب حیدر کا آخری خط

از: احقر حبیب حیدر

بسامی خدمت ہمہ لطف و عنایت، مجمع الفضائل و المنن مولوی شاہ مصباح الحسن صاحب زیدت مکارمہ:

بعد سلام مسنون نیاز مشحون و دعاہاے استقامت برروش اسلاف عوالی مرتبت، حالی خاطر خطیر باد۔ ایک صحیفہ عنایت رقم، عتاب و توبیخ آگیں ۲۸ / یا ۲۹ / ماہ محرم الحرام سنہ حال کو بصیغۂ رجسٹری، اور دوسرا پوسٹ کارڈ دوازدہم ماہ ربیع الاول شریف کو بصیغۂ رجسٹری صادر ہو کر باعث امتنان و فقیر نوازی ہوئے۔

صحیفۂ عنایت رقم زدۂ ماہ محرم الحرام کے مطالعہ سے یہ معلوم کر کے کہ میرے دوسرے خط کے ملاحظہ سے آپ کو غیر ضروری اشتعال غیظ و غضب ہو گیا، اور بجاے حَکَم بنانے کے اس میری تحریر کو مناظرانہ چالوں پر محمول کیا گیا، سخت افسوس ہوا، میں نے اس تیسرے صحیفہ کا جواب دو وجہوں سے نہیں لکھا: پہلی وجہ تو یہ تھی کہ اس صحیفہ کے آخر میں سابقہ دو صحیفوں کی طرح جواب کی طلبی نہ تھی۔ اور دوسرے یہ کہ دو ایک امور ایسے درج تھے جو بالکل خارج از بحث تھے، خیال ہوا کہ ان کے جوابات لکھنے سے ایک فضول طوالت ہو گی اور آپ کو اور زیادہ ناگواری بڑھے گی۔ اس وجہ سے سکوت بہتر معلوم ہوا۔

اب اس پوسٹ کارڈ سے یہ معلوم کر کے کہ آپ نے اس سکوت کے معنیٰ یہ قرار دیے ہیں کہ حق واضح و ثابت ہو گیا، یعنی جو آپ کی راے تھی وہ ٹھیک ہے اور میری کوئی تحریر قابل تسلیم نہیں، یہ محض آپ کا خیال ہے، جن کتابوں سے حوالے دیے گئے وہ آپ نے مناظرانہ

چال پر محمول کیے۔ زیادہ اس کے متعلق لکھا جائے تو آپ کہیں گے کہ یہ مجادلہ و مکابرہ ہے۔ غرضے کہ ہر طرح پر آپ اپنی بات بالا رکھنا چاہتے ہیں، خیر "انما الاعمال بالنیات و لکل امرأ ما نویٰ"۔ کتاب احسن الانتخاب کی تردید یہاں کے ایک صاحب نے لکھی ہے اور اس کو طبع بھی کرا دیا ہے، نیز اس کی اشاعت میں ان کو خاص اہتمام ہے، عجب نہیں کہ وہ رسالہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گذرا ہو۔ اس کا جواب تحریر کیا جا چکا ہے وہ بعد طبع آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا۔

یہ کہ آپ حسب اصرار واستدعاے جماعت کثیرۂ اہل سنت مقامی و بیرونی ان تحریرات کے شائع کر دینے پر مجبور ہیں۔ اگر اس ارشاد سے مقصود مرعوب کرنا ہے تو یہ فضول ہے، مجھے آپ کے مصالح ذاتی سے واقفیت نہیں، ان کو آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ غالبًا اسی جماعت کثیرہ اہل سنت میں سے ایک صاحب وہ بھی ہوں گے جنہوں نے ایک نظم بھی "اخبار سیاست" لاہور میں " احمق پھپھوندوی" کے نام سے شائع کی ہے، اور اس میں انہوں نے اپنے اظہار خیالات مفاسدہ بھی کیے ہیں ﴿10﴾۔ غالبًا دیگر اصحاب بھی اس طرح کے ہوں گے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ .

فقط والسلام خیر ختام

از: کاکوری تکیہ شریفہ کاظمیہ

مؤرخہ ۱۶/ ماہ ربیع الاول، روز دوشنبہ

پانچواں خط

بنام شاہ حبیب حیدر صاحب

ھو الصمد:

بجناب والا مراتب مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر زید کرمہ:

حقیر پس از تحیات مسنونہ ملتمس ہے ، صحیفۂ گرامی بجواب پوسٹ کارڈ صادر ہو کر باعث تشکر ہوا۔ الحمد للہ جواب تو آیا، اگرچہ بخوف انقضاے میعاد و وضوح حق ہی سہی۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ میری تحریر مؤرخہ ۲۶ / محرم الحرام میں کیا عتاب و توبیخ تھی، سوا اس کے کہ بطور مساوات مخاطبہ تھا جس کا غالباً مزاج گرامی عادی نہ تھا۔ لیکن چوں کہ جناب میرے تحریری آداب و اجمال سے ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا مجبوراً مباحث علمی کسی قدر تفصیل و تشریح سے تحریر کرنا پڑے۔ مجھے بے جا غیظ و غضب نہیں ہوا۔ مگر جناب نے باوجود اس کے کہ تحریر میں کافی لحاظ آداب کیا گیا مگر گرامی نامہ مؤرخہ یکم محرم الحرام میں ''یزید'' کے لیے لفظ ''والد'' کے ساتھ ''ماجد'' لکھ کر اپنے غیظ قلبی کا پردہ فاش فرما دیا تھا۔

یہ غلطی ضرور ہوئی کہ آخر عریضہ میں مثل سابق طلب ہدایت نہ تھی جو شاید جناب کے نزدیک مسئلہ تحکیم میں شرط لازم ہے ، مگر متعدّد مواقع پر تقاضاے جواب تھا اور بشد و مد تھا، غالباً غیظ غضب نے پورا عریضہ پڑھنے نہ دیا، یا مفہوم ذہن نشیں نہ ہوسکا۔ میرے خیال میں تو کوئی بات بلا وجہ اور خارج از مبحث تحریر ہوئی نہیں ، لیکن جناب کے خیال میں اگر کوئی ایسی بات تھی تو اس پر تنبیہ فرماتے اور دامن کشاں گذر جاتے۔ خود جناب کی تحریرات سابقہ میں کتنی ہی باتیں خارج از مبحث تھیں، مگر میں نے ان کے خارج از مبحث ہونے پر توجہ دلاتے ہوئے جواب سب کا دیا۔

جناب ! مطمئن رہیں مجھے مباحث علمی میں کوئی ناگواری نہ ہوگی ، مگر جو اسلوب و طریق استدلال جناب اختیار فرمائیں گے وہی حق دوسرے کو بھی حاصل ہوجائے گا۔ میں نے

بلاوجہ جناب کی تحریرات کو مناظرانہ چالوں پر محمول نہیں کیا، نہ جناب کو بجائے حَکَم بنانے کے مخاطب بنایا، بلکہ عریضہ مؤرخہ ۲۹/ ذی قعدہ میں بھی جناب کو مخاطبہ سے بچاتا رہا۔ لیکن چوں کہ گرامی نامہ مؤرخہ یکم محرم الحرام میں خود جناب مد مقابل بن گئے، لہٰذا مجبوراً مخاطب بنانا پڑا، اس کی ذمہ داری جناب پر ہے، نہ مجھ پر، نہ میں اس کا کوشاں ہوں کہ ہر طرح میری بات بلند و بالا رہے، لیکن بحکم ''الحق یعلو و لا یعلیٰ'' اگر بلند رہے تو مجبوری ہے۔

بیشک ''انما الاعمال بالنیات'' صحیح، مگر ''علیم بذات الصدور'' صفت خداوندی ہے۔ احسن الانتخاب کی تردید مجھے مخدومی مولانا وصی علی صاحب نے ایک نظر دکھائی تھی، جب میں اپنا پہلا عریضہ قبل از روانگی ان کے ملاحظہ کو لے گیا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے بذات خود قیمتاً منگایا۔ میری رائے میں وہ ایک سطحی تحریر ہے، تعجب ہے کہ اس کے جواب میں اتنا وقت صرف ہوا۔ جو کچھ ارسال فرمایا جائے گا وہ بتشکر قبول کیا جائے گا۔ میرا مقصود جناب کو مرعوب کرنا نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے۔ نہ میرے اس میں سوائے اظہار حق کوئی ذاتی مصالح ہیں۔ میں اشاعت کتب سے فوائد حاصل کرنے کا عادی نہیں ہوں، نہ میرے آپ کے درمیان کوئی اشتراک خاندانی، یا تکیہ داری، یا سلسلہ ہے کہ آپ کی تحقیر میں میرا ترفع مضمر ہو۔ یہاں جو کچھ مطمح نظر ہے وہ احقاق حق ہے '' وکفیٰ باللہ شہیداً ''۔

رہا یہ خیال کہ دیگر حضرات اہل سنت مثل '' احمق صاحب '' ہوں گے، اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ '' ان بعض الظن اثم ''، اس کا صحیح فیصلہ اور کافی اندازہ جناب کو بعد اشاعت ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ و الامر بیدہٖ سبحانہ و تعالیٰ. خدا کے فضل سے میں اس سے مستغنی ہوں کہ ایسے حضرات کو اپنا مشیر بناؤں۔

احمق صاحب کا ظہور '' نان کواپریشن '' کے زمانہ سے ہوا، اور ان کی زبان و قلم سے شاذ ہی کوئی بچا ہو گا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب، مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی کفایت اللہ، خواجہ حسن نظامی، مولوی احمد سعید، ابو الکلام، مولوی ثناء اللہ امرتسری، اکبر الہ آبادی، ظفر علی

ایڈیٹر ”زمیندار“، سالک، مولانا وصی علی صاحب کاکوروی، باوجودے کہ بالمعنٰی استاذ بھی ہیں۔ غرضے کہ جو بھی ان کے ذہن و خیال میں آیا وہ کورانہ بچا، یہ سب کلام مطبوع ہے، لہٰذا میں دوسرے کے زبان و قلم و خیال کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔

جناب! اگر تکیہ شریفہ اور حلقۂ معتقدین سے باہر آکر سماعت فرمائیں تو صحیح معلوم ہو کہ احسن الانتخاب کی بدولت کیا کیا چہ می گوئیاں لوگوں میں ہو رہی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ احمق نے حماقت سے اپنے خیالات شائع کر دیے، بقیہ لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

میں پندرہ روز تک اپنے عریضہ مؤرخہ ۲۶/ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کے جواب کا انتظار کروں گا، اور اگر اس عرصہ میں بھی جواب نہ آیا تو سمجھوں گا کہ بحولہ تعالیٰ یہ عریضہ مسکت ولاجواب ہے۔

مکرر آں کہ: سلسلۂ خط وکتابت محض جناب والا کی سہولت کا لحاظ کرتے ہوئے قائم رکھا گیا تھا۔ مگر اب چوں کہ طوالت تحریر جناب کے لیے باعث زحمت ہے، لہٰذا ”اتماماً للحجۃ“ عرض ہے کہ حقیر نہ صرف ”مناظرہ“ بلکہ جو صورت بھی احقاق حق کی متصور فرمائی جائے، اس کے لیے نہایت درجہ مسرت کے ساتھ ہمہ تن تیار و مستعد ہے، براہ کرم میعاد معینہ کے اندر یا تو مراتب مناظرہ وغیرہ طے فرمائیں یا میرے عریضہ مؤرخہ ۲۶/ محرم الحرام کا جواب شافی مرحمت فرمائیں، ورنہ مجبوراً میں اس امر کے تسلیم کرنے پر حق بجانب ہوں گا کہ یہ میری تحریر مسکت ولاجواب رہی اور حق واضح و ثابت ہو گیا۔ ذلك فضل الله یو تیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم .

نوٹ: رجسٹری ہٰذا ۱۷/ جولائی ۱۹۳۳ء کو کاکوری پہنچی، اور یہ عبارت ذیل کی تحریر ہو کر ۱۹/ جولائی ۱۹۳۳ء کو واپس آئی ”انکاری واپس ہے“۔ ہرکشن دیال پوسٹ مین بقلم خود ۱۷/۷/۱۹۳۳ء۔

آخری خط...........دعوت مناظرہ

بجناب مولانا شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر!

بعد تحیات مسنونہ عرض ہے کہ حقیر کا رجسٹری شدہ آخری عریضۂ دعوت مناظرہ انکاری واپس آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

لہٰذا اگر سلسلۂ تحریر بار خاطر ہے تو حقیر اتمام حجت کی خاطر نہ صرف مناظرہ بلکہ احقاق حق کی جو صورت بھی پسند خاطر ہو اس کے لیے نہایت درجہ مسرت کے ساتھ ہمہ تن تیار و مستعد ہے۔ پس خدا کے واسطے، رسول کے واسطے، مذہب حق کے واسطے ایک ہفتہ کے اندر اندر تاریخ مناظرہ مقرر فرمائیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔﴿11﴾

منتظر جواب:

مصباح الحسن

مؤرخہ ۳۰/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ

حصہ دوم

انکشافاتِ ستم

۱۳ھ۵۳

هو الصمد

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علیٰ سيد المرسلين و علیٰ اٰلہٖ و عترته الطيبين الطاهرين و اصحابه الهاديين المهديين اولياء امته و علماء ملتهٖ اجمعين.

حضرات ناظرین کرام! ابھی" بوارق العذاب لاعداء الاصحاب" کے حصہ اول کو شائع ہوئے صرف دو مہینے گذرے ہیں اور باوجودے کہ نہ کوئی ریویو کرا گیا نہ اشتہار شائع کیا گیا، لیکن فرمائشات پر نصف جا چکیں اور چہار جانب سے روزانہ فرمائشات کا انبار لگا ہوا ہے۔ بعض جوشیلے حامیان مذہب اس کی تعریف اور توصیف میں بڑے بڑے مضامین ارسال فرمارہے ہیں، اور دوسرے حصص کے طبع کا تقاضا تو ہر جانب سے آرہا ہے، بالخصوص" خطہ اودھ" عام طور پر حصہ اول کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے، اور دوسرے حصص کے لیے بے چین و مضطرب ہے۔ ہمیں ان تمام تحریرات میں سے صرف دو خط آمدہ لکھنؤ جو زیرِ سایۂ کاکوری واقع ہے، یہاں نقل کیے دیتا ہوں، شاہ حبیب حیدر صاحب اب بھی اگر فرمائش کنندگان کو مثل" احمق صاحب" سمجھیں تو اپنی خوش فہمی و باریک بینی کی داد دیں۔

خطوط بنام مصباح ملت

نقل گرامی نامہ

جناب عالی مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی

سجادہ نشین امام العلما حضرت مولانا محمد قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرنگی محل لکھنؤ

مؤرخہ ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ

مولانا المحترم دام بالمجد والکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کتاب بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کا پہلا حصہ موصول ہوا، فقیر ممنون و مشکور ہے، جزاك الله عنا و عن جميع المسلمين خير الجزا۔ اللہ جل شانہ، عرصہ دراز تک جناب والا کی ذات گرامی کو اہل اسلام کے سروں پر سایہ گستر رکھے، حصہ اول نے دوسرے حصص کا بہت مشتاق بنا دیا ہے۔ غالبًا جناب کو علم ہو گا کہ استاذ الاساتذہ جناب مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر محض افترا ہے کہ وہ کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف شریف نہیں مانتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے در اصل ان حضرات کی تردید کی ہے، اور دعویٰ بلا دلیل بتایا ہے جو غنیہ شریفہ کو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف نہیں مانتے ہیں۔ مولانا نے اس کو اپنی کتاب مسمیٰ ''الرفع التکمیل فی الجرح و التعدیل'' میں تحریر فرمایا ہے۔

والسلام خیر ختام

فقیر قطب الدین عبدالوالی عفی اللہ عنہ

نقل عنایت نامہ

والاجناب مولانا محمد عبدالقوی صاحب فانیؔ چشتی صابری

پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی

مکرمنا و محترمنا جناب مولانا شاہ سید مصباح الحسن صاحب زاد فیوض و بر کاتہم۔ تحیہ و تسلیم

میں نے نہایت اشتیاق کے ساتھ وہ مکاتیب جو جناب شاہ حبیب حیدر صاحب کے درمیان بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کے نام سے چھپے ہیں، ایک صاحب سے عاریتاً لے کر دیکھے اور آپ کی مختصر مگر جامع تحقیق کی، جو لاجواب ہے، داد دی۔

کاکوری کے آستانۂ کاظمیہ سے جو ”رفض کا چشمہ“ ابل رہا ہے وہ عوام اہل سنت و جماعت کے لیے بہت مضر اور گمراہ کن ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے مکاتیب متذکرۂ بالا، جو کتاب احسن الانتخاب مصنفہ شاہ علی حیدر کاکوروی، برادر خورد و چیلہ شاہ حبیب حیدر صاحب، کے متعلق ہیں شائع فرما دیے اور دنیا کو حق و باطل کے امتیاز کا موقع دیا۔

تعجب ہے کہ ایک سنی مذہب، حنفی مشرب، مرشد زادے کے قلم سے جس کو صوفی مسلک ہونے کا بھی دعویٰ ہو، ایسی گندی کتاب جو مطاعن صحابہ سے بھری ہوئی ہو، کیوں کر نکلی، اور اس پر طرہ یہ کہ آپ سے اس ڈھٹائی کے ساتھ مصنف کے برادر بزرگ اور مرشد نے مصنف کے خود ساختہ اوہام باطلہ کی تائید میں خط و کتابت کی جرأت کیسے کی؟ معلوم ہوتا ہے کہ کاکوری میں بھی کسی دوسرے ”حسن نظامی“ نے جنم لیا ہے۔

خدا بھلا کرے مولوی مصطفیٰ حسن علوی کا جنہوں نے ”فصل الخطاب“ لکھ کر اس بڑھتے ہوئے فتنہ کا عین وقت پر سد باب کیا، اور آپ نے تو متذکرۂ بالا خط و کتابت میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی اس بے لاگ طریقہ سے الگ کر کے دکھا دیا ہے کہ احسن الانتخاب کے مصنف، ان کے برادر معظم اور مرشد اور ان کے دیگر متبعین و معتقدین میں کچھ بھی انصاف و دیانت اور ضمیر باقی ہے تو ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اور اس ہندوانہ ”پرکھا پوجا“ کے پرانے اصول

کو ترک کر کے جمہور اہل سنت کے صحیح عقائد کی طرف رجوع کریں گے ، مگر ضد اور ہٹ کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے، خدا ہی ہدایت دے تو دے۔ براہ مہربانی اس کتاب کی ایک جلد بذریعہ وی، پی مجھے بھی بھیج دیجیے۔

آپ کا غائبانہ قدر داں

محمد عبدالقوی فانیؔ چشتی صابری

پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی

کتاب کے طبع ہو کر آنے کے بعد سب سے پہلے شاہ حبیب حیدر صاحب ہی کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری ۲۵/ شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ مطابق ۳/ دسمبر ۱۹۳۴ء کو روانہ کی گئی، اور اسی روز بدست منشی نادر حسین سب انسپکٹر پنشنز اٹاوہ، مولوی وصی علی صاحب کی خدمت میں بھیجی گئی۔ شاہ صاحب نے رجسٹری انکاری واپس فرمائی جو مجھے ۲/ رمضان مطابق ۱۰/ دسمبر کو بعبارت مرقومہ ذیل وصول ہوئی:

"انکاری واپس ہے"۔ ہر کشن دیال بقلم خود ۶/ ۱۲/ ۱۹۳۴ء۔

میں نے اسی روز بذریعہ پیکٹ دوسری کتاب شاہ صاحب کو روانہ کی کہ دستخط کرنے سے گھبراتے ہیں تو بلا دستخط ہی سہی۔ مگر وائے محرومی کہ وہ بھی ۹/ رمضان مطابق ۱۷/ دسمبر کو مجھے بعبارت مرقومۂ ذیل وصول ہوا:

"انکاری واپس ہے۔ ہر کشن دیال بقلم خود ۱۲/ ۱۲/ ۱۹۳۴ء"۔

سمجھ میں نہ آیا کہ شاہ صاحب کی اس کارروائی نے کتاب پر کیا اثر ڈالا کہ اس میں جو نقوش تھے وہ پتھر کی لکیر تھے کہ خط قسمت کی طرح اب کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے، حالاں کہ جب کاکوری میں کتاب کی کافی اشاعت ہونے لگی تو حضرت کے سوا میں نے اس کے حصول کے دوسرے ذریعہ اختیار فرمائے۔ اس موقع پر میں جناب مولانا حافظ شاہ اکرام

علی صاحب زیب سجادۂ تقویہ آستانہ کاظمیہ کاکوری کے ایک گرامی نامہ کی نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

نقل گرامی نامہ

جناب مولانا حافظ شاہ اکرام علی صاحب

زیب سجادہ تقویہ آستانہ کاظمیہ کاکوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی ومفخمی جناب مولانا مصباح الحسن صاحب زادت محاسنکم!

پس از سلام خلاصۃ المرام ایں کہ کتب مرسلہ موصول ہو کر ازدیاد تعلقات وتازگیِ ایمان کا سبب ہوئے۔ حضرت! کتاب جس انداز میں آپ نے لکھی ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اگر ذرا بھی مصنف احسن الانتخاب وغیرہم کو غیرت اور شرم ہو تو اب محبان اصحاب رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کے مقابل آنکھ چار نہ کریں، اور اپنے خود کردہ فعل پر مدت العمر نادم وشرمندہ رہیں۔ مگر اس کی توقع ان حضرات سے نہیں۔ ان کا تو مسلک یہ ہے "حیا چہ کننی ست کہ پیش مرداں بیاید"۔

آپ کی رجسٹری اور بلا رجسٹری دونوں واپس کی۔ مقصد صرف اس سے یہ تھا کہ آپ نے تحریر گرامی کے مطابق تراش وخراش کی ہوگی، اور اس پر ہمارے طبقہ کے لوگوں کی نظریں پڑیں گی، ان کے خیالات خراب ہوں گے، اس واسطے کہ وہ لوگ تو ان کو خدا اور رسول اور اس سے بھی بڑھ کر سمجھے ہوئے ہیں اور جب کتابیں میں نے منگوائیں، اور آپ نے از راہ کرم مخلصانہ بھیج دیں، اور میں نے کتاب آنے کے بعد ہی اس کے پیکٹ لکھنؤ اور دیگر مقامات پر روانہ کرنے شروع کیے، تو پھر خیال ہوا کہ یہ تو بڑی مشکل ہوئی، کہ اس کمبخت کے ذریعہ سے یہاں بھی اشاعت ہو جائے گی، لہٰذا اب دیکھنا چاہیے کہ اس میں لکھا کیا ہے۔ چناں

چہ کل بعد مغرب منشی مشکور علی صاحب، برادرعم زاد مولوی وصی علی صاحب، مجھ سے ایک جلد بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کی لینے آئے، میں نے اس کے جواب میں کہا کہ: ’’یہ کتاب تو آپ لوگوں کے عقیدے کے خلاف ہے، آپ اسے دیکھیں گے؟‘‘۔ کہنے لگے کہ: ’’دیکھنا تو چاہیے کہ کیا لکھا ہے‘‘۔ میں نے کہا کہ: ’’لکھا تو ایسا ہے کہ آفرین و مرحبا۔ لے جائیے خود دیکھیے اور اپنے طبقہ کے لوگوں کو دکھائیے، اور اس کے سوا دو چار کی ضرورت ہو تو بھی دی جاسکتی ہیں۔ اس کتاب کا مقصد صرف سدباب ضلالت ہے اور یہ ڈنکے کی چوٹ پر کیا گیا، اور ان شاءاللہ تعالیٰ کیا جائے گا‘‘۔

ان فقرات پر وہ کتاب لے کر چلے گئے اور یہ بھی میں نے کہا کہ: ’’حضرت مصنف صاحب نے تو خود دو مرتبہ کتاب ہٰذا رجسٹری شدہ و غیر رجسٹری بھیجی تھی، مگر شاہ صاحب نے واپس کی، اب معلوم ہوتا ہے کوئی خاص ضرورت لاحق ہوئی جو آپ کے ذریعہ سے طلب کی گئی ہے۔ خیر ہمیں کوئی عذر نہیں ہے، لیجیے‘‘۔

محمد اکرام علی کاظمی، کان اللہ القوی

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب خط و کتابت کے زمانہ میں جب جواب سے عاجز آئے تو غالباً مجلس شوریٰ میں خطوط کی واپسی ہی مفر کا ذریعہ قرار پائی، اور اس پر عمل کرتے ہوئے شاہ صاحب نے میرے دو خط یکے بعد دیگرے واپس فرمائے، جس کے بعد خط و کتابت بند ہوگئی، مگر سبق ایسا ازبر ہوا تھا کہ رجسٹری یا پیکٹ پر میرا نام دیکھتے ہی ’’انکاری واپس ہے‘‘ کی صدا بلند فرمائی۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آں چہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

ترجمہ:

بس مجھ کو طوطیِ پس آئینہ جانیے
جو کہہ رہا ہوں ہے سب انہیں کا کہا ہوا

کتب شیعہ میں احسن الانتخاب کے حوالے:

میں نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا:

"انصافاً ارشاد فرمائیں کہ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد اردو داں طبقہ جو جناب کے خاندان سے عقیدت رکھنے والا ہے صحابہ کو کیا کچھ کہنے کو تیار نہ ہو جائے گا۔ اور صاحب تمیز طبقہ جو اہل سنت کے معتقدات سے واقف ہے کیسی کچھ وحشت نہ کرے گا۔"

نیز بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کے ص:۸۱/ پر لکھا تھا کہ:

"ہماری آئندہ نسلوں کے خیالات خراب کرنے اور انہیں قائل وساکت بنانے کو یہ کتاب شیعوں کے ہاتھ تیغ بے دریغ اور پیکان جاں گداز ہے۔"

افسوس کہ اس قدر جلد ہر سہ امور کو دیکھ لیا۔ رسائل شیعہ میں حوالہ جات احسن الانتخاب بمقابلہ اہل سنت آنے لگے۔ذی علم معتقدین آستانۂ کاظمیہ، ان حضرات سے متوحش ہو گئے، حتیٰ کہ مجھ سے خود ایک صاحب نے ارشاد فرمایا (اور سچ فرمایا) کہ:

" ہم نے ان صاحب زادوں کے آباے کرام کی غلامی حصول ہدایت و نجات کے لیے اختیار کی تھی، اگر ان حضرات میں "فسق اعمال" ہوتا تو ہم صبر کرتے، اور انہیں پیر زادہ سمجھتے ہوئے معظم جانتے، مگر" فساد عقائد" میں ساتھ نہیں دے سکتے۔"

جاہل مریدان کی بھی گستاخیاں صحابۂ کرام کی شان میں دیکھ لیں۔ اعراس کاکوری میں مسموع ہوا کہ: رونق بزم لکھنؤ کی "شیعوں سے ہی باقی رہ گئی ہے"۔ افسوس صد افسوس ؎

گوئیا با ور نمی دارند روز داوری
کیں ہمی قلب دوغل در کار داور می کنند

ترجمہ:

دارو گیر حشر کا شاید نہیں تم کو خیال
کرتے ہو فصل دوغل کیوں داور محشر سے تم

خدا ہی خیر کرے دیکھیے یہ فتنہ کہاں جاکر منتہی ہوتا ہے اور کیا کیا گل کھلاتا ہے۔

اللّٰھم ثبت اقدامنا علیٰ صراطك المستقیم بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیه و علیٰ آله و اصحابهٖ اجمعین.

ترجمہ: خداوندا! حضور سید المرسلین ﷺ اور ان کی اولاد امجاد کے طفیل ہمارے قدم اپنے راستہ پر قائم رکھ۔ آمین

نمونۂ تحقیق شاہ حبیب حیدر صاحب

ناظرین کرام! چوں کہ شاہ حبیب حیدر صاحب، برادر اکبر نے ہر خط میں اس پر زور دیا ہے کہ:

"جن کتابوں سے مضامین اخذ کیے ہیں انہیں دیکھیے"۔ "ناقل صرف تصحیح نقل کا ذمہ دار ہے"۔ "جن کتاب کے حوالے دیے گئے ہیں وہ آپ نے مناظرانہ چال پر محمول کیے"۔

لہٰذا میں بھی سب سے پہلے ان حضرات کے دعاوی تحقیق اور اس کی حقیقت سے روشناس کراتا ہوں۔

تحقیق کا دعویٰ اور کتاب "الروض الازہر":

کتاب "الروض الازہر" مصنفہ حضرت مولانا تقی علی صاحب ابن حضرت تراب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بڑے طمطراق اور خاص اہتمام سے شاہ حبیب حیدر صاحب نے ۱۳۳۶ھ میں طبع کرائی، اور اس پر خاص طور سے ناز فرمایا، اور اپنی محنت و تحقیق کے داد خواہ ہوئے۔ رسالہ مواہب القلندر، جو بطریق مقدمۂ روض الازہر انہوں نے لکھا ہے، اس میں ص:۸/ پر ہے:

"در تطابق عبارات از ماخذات و تصحیح آنہا سعی بالغ و جہد وافر بکار بردم۔"	ترجمہ: میں نے عبارتوں کو اصل کتابوں سے ملانے اور تصحیح کرنے میں انتہائی کوشش و جاں فشانی سے کام لیا ہے۔

ص: ۵۴ / میں ہے:

"سوم، ایں کہ بجاہائے مختلف بوجہ اختلاف کتابت اغلاط نیز راہ یافتہ و تطبیق آنہا از اصل ماخذ ضروری معلوم شدہ تا ہر آں چہ محو واثبات از سہو قلم ناسخین واقع شدہ دفع گردد و مطلب عبارات واضح شود"۔

ترجمہ: تیسرے یہ کہ مختلف مقامات پر اختلاف کتابت کی وجہ سے غلطیاں رہ گئی تھیں، لہٰذا ان عبارتوں کو اصل کتابوں سے ملا لینا ضروری معلوم ہوا، تاکہ ناقلین و کاتبین کے سہو قلم سے جو کمی و بیشی ہوئی ہو، دور ہو جائے۔ اور عبارتوں کا مطلب بالکل واضح ہو جائے۔

پھر اسی صفحہ پر ہے:

"پس اولاً کتاب را خوشخط صاف کنانیدہ مقابلہ عبارت از ماخذات نمودم و مشقت امکانی عبارتے را بلا مقابلہ از ماخذ نگذاشتم۔"

ترجمہ: لہٰذا پہلے میں نے کتاب کو خوش خط صاف لکھوا کر عبارتوں کا اصل کتابوں سے مقابلہ کیا۔ اور اپنے امکان بھر کسی بھی عبارت کو اصل ماخذ سے مقابلہ کیے بغیر نہ چھوڑا۔

پھر اسی صفحہ پر ہے:

"و ترتیب لطائف و فصول نیز کہ اتفاق نگشتہ بود ساختم در ایں جا بنظر احتیاط اسامی جملہ ماخذات کتاب مستطاب کہ بزبان تصحیح پیش نظر فقیر ماندہ مندرج می سازم تا

ترجمہ: لطائف اور فصلوں کی ترتیب بھی میں نے ہی کی ہے جو پہلے نہیں تھی، یہاں پر بہ نظر احتیاط ان تمام کتابوں کے نام لکھے دیتا ہوں جن سے روض الازہر میں

ناظرین با تمکین را شک و شبہ رو ندہد۔"

عبارتیں لی گئی ہیں ، اور جو روض الازہر کی تصحیح کے زمانہ میں میرے پیش نظر رہیں ، تاکہ ناظرین کو کسی قسم کا شک و شبہ پیدا نہ ہو۔

ص:۵٦/ پر ہے:

"در زمان تطابق عبارات عنایتے خاص در حق فقیر حقیر مبذول گردید۔ اگر چہ در تجسس و تفحص عبارات اکثر تاخیر زاید می گذشت و دودو، سہ سہ روز گاہے چہار و پنج روز می گذشتند کہ عبارت مطلوبہ میسر نمی آمد۔ لیکن بطور عجز یا کسل یا ہرب پیرامون خاطر فقیر حقیر نمی گردید، بلکہ ہر قدر توقف کہ در دستیابی می شد ہماں قدر ثبات وقوت عزم زائد از سابق روی داد۔ بہما ں حالت ورق گردانی عبارت مطلوبہ بر می آمد و اکثر چنیں نیز شد کہ نسبت عبارتے بخاطرم گذشت کہ در فلاں کتاب خواہد بود، چوں کتاب

ترجمہ: روض الازہر کی عبارات کو اصل کتابوں سے مقابلہ کرنے کے زمانہ میں خاص عنایت فقیر حقیر کے شامل حال رہی ، اگر چہ عبارتوں کے ڈھونڈنے میں دو دو ، تین تین روز، کبھی چار یا پانچ روز گذر جاتے تھے ، کہ عبارت نہیں ملتی تھی، مگر کسی قسم کا تکان یا کاہلی یا گھبراہٹ فقیر حقیر کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوتی تھی، بلکہ عبارت کے ملنے میں جتنی دیر ہوتی تھی اتنی ہی ہمت اور حوصلہ اور بڑھ جاتا تھا۔ اسی ورق گردانی کی حالت میں عبارت مطلوبہ نکل آتی تھی ۔اکثر ایسا بھی ہوا کہ کسی عبارت کے متعلق مجھے خیال ہوا کہ فلاں کتاب میں

راکشادم عبارت مطلوبہ پیش نظر یافتم۔

یک بار در تفحص عبارتے بودم یک شبانہ روز صرف شد مگر نشانے معلوم نہ گردید، روز دیگر بعد فراغ از درس باز بتلاش مصروف گشتم، قدرے طبیعت مکدر بود معًا بخیال گذشت کہ از افہام معانی و مطالب کتاب بزرگ کہ در مبشرہ مرقومہ بالا حوالہ خامہ کردہ ام، ہمیں است ۔و ایں خیال لائق مسرت و ابتہاج است نہ شایان تکدر ازیں الہام فرح انجام بغایت سرور و فرحت شد۔ باز بہ تلاش عبارت مشغول شدم فوراً دستیاب گردید"۔

ہوگی، جب اس کتاب کو کھولا مطلوبہ عبارت کو سامنے پایا۔

ایک مرتبہ ایک عبارت کی تلاش میں تھا، جس میں ایک دن اور رات صرف ہوئے، مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ دوسرے دن پڑھانے سے فارغ ہو کر پھر اسی کی جستجو میں لگ گیا۔ کسی قدر طبیعت الجھی ہی تھی کہ فوراً خیال گذرا کہ مذکورہ بالا خواب میں بڑی کتاب کے معانی و مطالب سمجھانے سے یہی مراد ہے، اور یہ خیال لائق مسرت و شادمانی ہے، ناکہ باعث کبیدگی ۔ اس فرحت انجام الہام خداوندی سے انتہائی مسرت و خوشی ہوئی ۔پھر عبارت ڈھونڈنے میں مشغول ہوگیا، فوراً مل گئی۔

ص:۵۷/پر ہے:

"باز ارشادے دیگر کہ روزے بزمان حیات بحقیر تخاطب کردہ فرمودہ بودند کہ:

اگر عزم شما وقتے بسوئے طبع

ترجمہ: پھر ایک دوسرا ارشاد جو ایک روز زمانۂ حیات میں حقیر سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا کہ:

" اگر کبھی تمھارا ارادہ ہماری

کنانیدن تصنیفے از مصنفات ما گردد، ویرا بغیر مقابلہ از ماخذات برائے طبع نباید داد کہ احتیاط در ہمیں است۔ واکثر رسائل چنیں موجودند کہ بعد تبیض نوبت نظر ثانی نیامدہ است۔ فقط بیادم آمدہ نائرہ ذوق تصحیح تکملۂ شریفہ دو بالا کرد"۔

تصنیفات سے کسی تصنیف کے چھپوانے کا ہو تو اس کی عبارات کو بغیر اصل کتابوں سے مقابلہ کیے چھپنے کے لیے نہ دینا، کیوں کہ احتیاط اسی میں ہے۔ اکثر رسالے ایسے موجود ہیں کہ لکھنے کے بعد انہیں دیکھنے کی نوبت نہیں آئی"۔ فقط اس ارشاد کی یاد نے تکملہ شریفہ کی تصحیح کی خدمت کے ذوق کی آگ کو دونا بھڑکا دیا۔

اور مولوی تقی حیدر صاحب، برادر اوسط شاہ حبیب حیدر صاحب رسالہ" کشف الآثار فی رد کاشف الاسرار" میں روض الازہر کی تصحیح کا حال ضمناً اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"اس کتاب کی تصحیح ۱۳۳۰ھ میں شروع ہوئی، اس زمانہ میں بعد مغرب تصحیح کے وقت اکثر وہ (حافظ اکرام علی صاحب مصنف کاشف الاسرار) موجود ہوتے تھے، بلکہ اسی زمانہ کا یہ واقعہ ہے کہ روض الازہر میں حضرت سرور انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال میں تحقیق سن وفات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کلینی کا قول جو حضرت مؤلف نے نقل فرمایا ہے اس پر معترض نے حضرت مؤلف مقدمہ (شاہ حبیب حیدر) مد ظلہ سے بہت اختلاف کیا تھا کہ شیعی عالم کا قول ہے نکال ڈالا جائے، معلوم ہوا کہ یہ رائے بھی خود غرضی پر مبنی تھی کہ اگر ایسا ہو جائے گا تو مجھے اظہار تحریف کا موقع ملے گا۔ نیز اسی کتاب کے لطیفۂ نہم در ذکر سماع وغنا، ص: ۴۶۷، سطر: ۲۱، میں لفظ "سعتر بری" ہے اس لفظ کے حل کرنے میں

دو روز صرف ہوئے تھے، جس میں معترض نے بھی بہت سعی لاحاصل کی تھی جس کو پھر مولوی محمد عاصم نے حل کیا تھا۔ دو برس میں تصحیح روض الازہر ہوئی تھی"۔ (۱)

نیز شاہ تقی حیدر صاحب نے نفحات العنبریہ میں تحریر فرمایا ہے:

"اصل کتاب و تکملہ کی عبارات مسودات کو حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر نے بہ فرمائش منشی حسن رضا صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن، ماخذات سے مقابلہ کر کے گویا از سر نو مرتب فرمایا، اور فصول و ابواب مدون کیے"۔ (۲)

ان عبارات سے ناظرین کرام اندازہ فرمائیں کہ کتنی جد و جہد، کدو کاوش سے مقابلۂ عبارات کیا گیا ہے، اور کس قدر وقت اس میں صرف کیا، اب اگر ذرا سی بھی غلطی یا قطع و برید کتاب میں موجود ہو تو اس کے ذمہ دار مطلقاً شاہ حبیب حیدر صاحب ہیں نہ کوئی دوسرا، کیوں کہ سولہ صفحات کا صحت نامہ شامل ہونے سے کاپی نویس کی غلطی و سہو کا بھی عذر لنگ مدفوع ہو گیا۔ اور شاہ تقی حیدر صاحب کے لفظ "گویا از سر نو" نے شاہ صاحب کو "زمرۂ مصححین" سے نکال کر "گروہ مصنفین" میں داخل کر دیا۔ لہٰذا وہی روض الازہر کے ہر رطب و یابس کے ذمہ دار ہیں۔

تکمیل الایمان کے حوالے میں قطع و برید:

ملاحظہ فرمائیں روض الازہر ص:۳۷۵/ مع ترجمہ:

"و از آں جملہ است آں چہ شیخ محقق عبد الحق دہلوی در تکمیل	**ترجمہ:** اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے جو شیخ محقق عبد الحق دہلوی

(۱) کشف الآثار ص:۱۴/ نگار مشین پریس، ۱۳۴۶ھ۔

(۲) نفحات العنبریہ، ص:۵۶۴/ اصح المطابع لکھنؤ، ۱۳۳۹ھ۔

الایمان فرمودہ:	نے تکیل الایمان میں فرمایا ہے:
”حق تعالیٰ دلہائے ما را و تمامۂ مسلمانان را از محبت و موالات ہر کہ با اہل بیت نبوت بد بودہ و بد اندیشیدہ و حق ایشاں را پائے مال کردہ، با ایشاں براہ محبت و صدق عقیدت نیست و نبودہ، نگاہ دار و مارا و دوستان مارا در زمرۂ محبان ایشاں محشور گرداند و در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشاں دارد۔ بمنه و كرمه و هو قريب مجيب .آمین“۔	اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو ہر اس شخص کی ظاہری اور دلی محبت سے محفوظ رکھے جس نے اہل بیت نبوت کے ساتھ برائی کی یا ان کا برا سوچا اور ان کے حقوق کو پامال کیا اور جسے ان کے ساتھ محبت اور سچی عقیدت نہ ہے، اور نہ تھی۔اور ان کے چاہنے والوں کی صف میں ہمارا اور ہمارے دوستوں کا حشر فرمائے اور اپنے فضل و احسان سے دنیا اور آخرت میں ان کے دین و مذہب پر رکھے۔اللہ تعالیٰ ہی قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ آمین

اب ملاحظہ فرمائیں ”روض الازہر“ص:۳۸۷/ جہاں دوبارہ بحث لعن یزید میں یہی عبارت پیش کی ہے:

”حق تعالیٰ دلہائے ما را و تمامۂ مسلمانان را از محبت و موالات وے، و اعوان و انصار وے و ہر کہ با اہل بیت نبوت.........الخ“

غور فرمائیں ! الفاظ ”وے و اعوان و انصار وے“کو شاہ حبیب حیدر صاحب نے خارج فرما کر کس خوبی سے تخصیص کو تعمیم سے تبدیل فرمایا کہ باید و شاید۔ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ترجمہ:

مردمی یہ ہے، یہ بیشک آپ ہی کا کام ہے

شاہ صاحب کی اس قطع و برید کا پورا لطف ناظرین کو جب آئے گا کہ پوری عبارت تکمیل الایمان ملاحظہ فرمائیں، کہ اس ایک عبارت کی نقل میں پانچ مقام پر ضروری و جزوِ مسئلہ ٹکڑے تراشے گئے ہیں۔ یہ عبارت روض الازہر میں ص:۳۸۵ر سے ص:۳۸۷ر کے شروع تک ہے۔ میں نے اپنے خط مؤرخہ ۲۶ر محرم ۱۳۵۲ھ میں جہاں روض الازہر کی تمام عبارات کی نقل کی ہے، وہاں یہ عبارت شیخ بھی دی گئی ہے، صرف "لعن یزید" سے چوں کہ وہ مسئلہ مبحوثہ نہیں تھا، عبارت نقل نہیں کی گئی۔ یہاں بہ ضرورت اسے بھی نقل کرتا ہوں۔

اوپر کی عبارت اس خط میں ملاحظہ فرمائیں اور بقیہ یہاں۔ تکمیل الایمان میں یہ عبارت اس مشہور اور مسلم مذہب اہل سنت جملہ سے شروع ہوتی ہے: "و نکف عن ذکر الصحابة الا بخیر"۔ مگر روض الازہر ص:۳۸۵ر میں یوں شروع کیا ہے: "و شیخ عبدالحق گوید روش اہل سنت .... الخ"۔ اس جگہ نام کتاب غائب ہے۔ پھر عبارت ہٰذا میں "آیات واحادیث عموماً" کے بعد "زیرا کہ صحبت ایشاں" ہے، اور درمیان سے پوری چھ سطریں غائب ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

"مثل محمد رسول الله و الذین معه ....الآیة. مثل: رضی الله عنهم و رضوا عنه . و اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم . و اکرموا

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے۔ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ میرے اصحاب کی تعظیم کرو کیوں کہ وہ تم میں سب سے بہتر

اصحابی فانهم خیارکم .	ہیں۔میرے صحابہ کے سلسلہ میں
و الله الله فی اصحابی ، الله	خدا سے ڈرو اور انہیں (اپنی زبان
الله فی اصحابی لا	طعن کا) نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان
تتخذوهم غرضا من	سے محبت کی تو مجھ سے محبت کی وجہ
بعدی، فمن احبهم فبحبی	سے کی ، اور جس نے ان سے بغض
احبهم ومن ابغضهم	رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر رکھا، اور
فببغضی ابغضهم و من	جس نے انہیں ستایا بیشک اس نے
اٰذاهم فقد اٰذانی ومن	مجھے ستایا ، اور جس نے مجھے ستایا
اٰذانی فقد اٰذی الله و من	بیشک اس نے اللہ کو ستایا، اور جس
اذی الله فیوشك ان	نے اللہ کو ستایا تو یقیناً اللہ اس کی
یاخذهٗ ". (۱)	گرفت فرمائے گا۔

"وآں چہ از بعض ایشاں در مشاجرات و محاربات تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی و رعایت ادب با ایشاں نقل کنند، بعد از تسلیم صحت آں اخبار، از آں اغماض کنند و تغافل در زندو گفتہ، و ناگفتہ، و ناشنیدہ انگارند"۔ اس کے بعد ایک سطر عبارت لکھ کر "معارض نہ گردد" کے بعد "ویقین بظنی متروک نشود" خاص ٹکڑا محذوف فرمایا۔ پھر دو سطر لکھ کر "بعضے امور" کے بعد "کہ قدرے مشترکہ ازاں بسر حد تواتر رسیدہ است" چھوڑ دیا، پھر اتنا لکھ کر کہ "باوجود آں سلامت در اغماض وکف لسان است" پانچ اہم سطریں نسیاً منسیا فرمائیں:

" در آثار آمده است که در	ترجمہ: آثار میں آیا ہے کہ غزوۂ
غزوۂ صفین شخصے را از جانب	صفین میں کچھ لوگ حضرت معاویہ

(۱) تکمیل الایمان، ص:۱۶۹/ بحث مومنات و غیر ہیچ کس بہ فاطمہ حسن وحسین و دیگر اہل بیت نہ رسد رسد، الرحیم اکیڈمی، ۷/۷، ای اعظم نگر، لیاقت آباد کراچی، ۱۴۲۱ھ۔

معاویہ نزد امیر اسیر کردہ آوردند، یکے از حاضران برحال وے ترحم آورد و گفت: سبحان اللہ! من می دانم کہ وے مسلمان بود و مسلمان خوب بود، حیف کہ آخر حال وے ایں چنیں شد"۔ حضرت علی فرمود کہ: چہ گوئی وے ہنوز مسلمان ست"۔ و بالجملہ سب و طعن در ایشاں اگر مخالف دلیل قطعی بود کفر است ۔ چناں چہ قذف حضرت عائشہ بزنا (معاذ اللہ من ذلك) کہ طہارت ذیل وے ازاں بنصوص قرآنی ثابت شدہ ۔ و الاّ بدعت و فسق بود۔ (۱)

کی فوج کے ایک شخص کو گرفتار کرکے جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے ۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے براہ ترحم کہا: سبحان اللہ! میں جانتا تھا کہ یہ مسلمان تھا اور بہت اچھا مسلمان تھا، افسوس کہ اس کا یہ حشر ہوا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا کہتے ہو! یہ اب بھی مسلمان ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات کی بارگاہ میں طعن و تشنیع اگر دلیل قطعی کے مخالف ہو تو کفر ہے جیسے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زنا کی تہمت لگانا معاذ اللہ من ذلک، کیوں کہ ان کی پاک دامنی نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ ورنہ بدعت و فسق ہے۔

میں نے یہ عبارت اپنے خط میں " مگر آں کہ بہ یقین معلوم شود کہ موت او بر کفر و شقاوت است" تک نقل کی ہے ۔ لعن یزید کی بحث چوں کہ مبحوث عنہ سے خارج تھی لہٰذا نقل نہیں کی تھی۔ اب بہ ضرورت محذوف مذکور سابق "وے و اعوان و انصار وے" کی وجہ سے پوری عبارت نقل کیے دیتا ہوں۔

ناظرین! میرے خط میں منقولہ عبارت اور اس مقام پر جو مقطوعہ عبارتیں دی گئی ہیں

(۱) بحوالہ سابق، ص:۱۷۰/۱۷۱۔

اور عبارت مندرجہ تحت کو یکجا فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔ اور ممکن ہو تو تکمیل الایمان اور الروض الازہر کو بھی سامنے رکھ کر مقابلہ فرمائیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس دست و برد سے شاہ صاحب نے کیا فوائد حاصل فرمائے، اور مسئلہ مبحوثہ ''کف لسان'' کو کس درجہ ہلکا کر دیا۔ اگر چہ روض الازہر میں جتنا مذکور ہے وہ ہی ان کی پریشانی کے لیے کافی ہے۔ عبارت لعن یزید حسب ذیل ہے: (دیکھیں روض الازہر از ص:۳۸۶/ تا ص:۳۸۷)

روض الازہر کی عبارت اور اس کا ترجمہ

''تا آں کہ بعضے در یزید شقی نیز توقف کنند، و بعضے براہ غلو و افراط در شان او، و موالات او روند و گویند وے بعد ازاں کہ باتفاق مسلمانان امیر شد اطاعت او بر امام حسین علیہ السلام واجب شد۔ نعوذ باللہ من ہٰذا القول و ہٰذا الاعتقاد، کہ وے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام امام و امیر شود، و اتفاق مسلمانان بر وے کے شد؟ جمعے از صحابہ کہ در زمان وے بود، و اولاد اصحاب منکر و خارج از طاعت او بودند۔ نعم جماعۃ از مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کرہاً وجبراً رفتند، و او جائزہ ہائے سنی، و

ترجمہ: یہاں تک کہ بعض لوگ یزید شقی کے سلسلہ میں بھی توقف کرتے ہیں، اور بعض اس کی شان اور اس سے اظہار محبت میں غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جبکہ وہ (یزید) مسلمانوں کے اتفاق سے امیر بنا، تو حضرت امام حسین پر اس کی اطاعت واجب ہوئی۔''

ہم اس قول اور اس عقیدے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یعنی یہ کہ یزید، امام حسین کے ہوتے ہوئے امام اور امیر ہو، اور مسلمانوں کا اتفاق اس پر کب ہوا؟ صحابۂ کرام کی ایک جماعت جو اس کے زمانہ میں موجود تھی نیز اولاد صحابہ بھی اس کی امارت کے منکر اور اطاعت سے باہر تھے۔ ہاں مدینہ

مائدہ ہائے مشتہی نزد ایشاں نہاد ۔ بعد ازاں کہ حال قباحت مآل اورا دیدند بمدینہ باز آمدند و خلع بیعت وے کردند ، وگفتند کہ وے عدو اللہ ، شارب خمر ، و تارک صلاۃ ، و زانی و فاسق ، و مستحل محارم است ، و بعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکرد و بداں راضی نبود ، و بعد از قتل وے و اہل بیت وے مسرور و مستبشر نشد۔ و ایں سخن نیز مردود و باطل است ، چہ عداوت آں بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتل ایشاں ، و اذلال و اہانت او مر ایشاں را بدرجۂ تواتر معنوی رسیدہ است ، و انکار آں تکلف و مکابرہ است۔

سے ایک جماعت بادل ناخواستہ جبراً یزید کے پاس شام گئی تھی ، اس نے بڑے بڑے انعامات اور اعلیٰ درجہ کے کھانوں سے چنے ہوئے خوان ان کے سامنے رکھے ، جب ان حضرات نے یزید کا حال بد دیکھا تو مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے ، اس کی بیعت توڑ دی اور فرمایا:

"وہ خدا کا دشمن ، شراب خور ، نماز کا تارک ، بے نمازی ، زانی ، حرام کار ، گمراہ ، محرمات شرعیہ کو حلال سمجھنے والا ہے" ۔

بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں:

" اس نے امام حسین کے قتل کا نہ حکم دیا تھا نہ اس سے راضی تھا۔ نیز ان کے اور ان کے اہل بیت کے قتل کے بعد نہ وہ خود خوش ہوا ، نہ کسی کو خوش خبری دی" ۔

یہ قول بھی مردود اور باطل ہے ، کیوں کہ اہل بیت نبوی ﷺ کے ساتھ اس بے سعادت کی دشمنی اور ان حضرات کی شہادت کے بعد اس کا خوش خبری سنانا ، اور خصوصیت کے ساتھ اہل بیت اطہار کی اہانت اور انہیں رسوا کرنا ، تواتر معنوی کے درجہ پر پہنچا ہوا ہے ۔

و بعضے گویند کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ است ، چہ قتل نفس مومن ناحق کبیرہ است نہ کفر، و لعنت مخصوص بکافران است ، و لیت شعری ، کہ ارباب ایں اقاویل باحدیث نبوی کہ ناطق اند ،بداں کہ بغض وایذا واہانت فاطمہ زہرا، اولاد امجاد او موجب بغض و ایذا واہانت رسول اللہ است صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم چہ می گویند۔ وآں سبب کفر و موجب لعن و خلود نار جہنم است ، بلا شک و آیت: ”اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴿۵۷﴾“ (۱)

ان واقعات کا انکار محض زبردستی بات بنانا اور مکابرہ ہے۔

بعض دوسرے کہتے ہیں:

”امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے، اس لیے کہ ناحق کسی مسلمان کا قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے ،نا کہ کفر، اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے“۔

کاش میں جان پاتا کہ مذکورہ بالا باتیں کہنے والے لوگ ان احادیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا اور ان کی مقدس اولاد سے بغض و عداوت اور ان کی ایذا و اہانت یہ سرکار دو عالم ﷺ سے بغض اور ان کی ایذا و اہانت کا سبب ہے اور اہانت رسول ﷺ بلا شبہ کفر و لعنت اور خلود فی النار کا سبب ہے،آیت کریمہ میں ہے:

”بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے“ ۔

(۱) پارہ:۲۲؍سورۂ احزاب،آیت:۵۷؍۔

و بعضے دیگر گویند کہ خاتمۂ وے معلوم نیست، شاید کہ وے بعد ارتکاب آں کفر توبہ کردہ باشد ، و در نفس اخیر بر توبہ رفتہ و میل امام غزالی در احیاء العلوم با ایں حکایت است ۔ و بعضے از علماے سلف و اعلام ملت مثل امام احمد بن حنبل و امثال ایشاں بر وے لعنت کردہ اند ، و ابن جوزی کہ کمال شدت و عصبیت و حفظ سنت و شریعت دارد، در کتاب خود لعن وے را از سلف نقل کردہ۔ و بعضے منع کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ اند۔

بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں: ”اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں ،شاید اس نے اس کفر و معصیت کرنے کے بعد توبہ کر لی ہو، اور اسی حال میں وہ دنیا سے گیا ہوا۔ امام محمد غزالی احیاء العلوم میں اسی حکایت کی طرف مائل ہیں“۔

بعض علماے سلف اور مشاہیر علماے امت مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان کے مثل (دیگر علما) نے اس پر لعنت کی ہے، اور ابن جوزی نے ،جو شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کی حفاظت میں نہایت سخت واقع ہوئے ہیں ، اپنی کتاب میں لعن یزید کو اسلاف سے نقل کیا ہے، اور بعض نے لعن کرنے کو منع کیا ہے، اور بعض علما نے (اس سلسلہ میں) توقف کیا ہے۔

و بالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد ما ، و کارہائے کہ آں بے سعادت دریں امت کردہ ہیچ کسے نہ کردہ۔ و بعد از قتل سید الشہدا (۱) حضرت امام حسین

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وہ (یزید) بدترین لوگوں میں سے ہے، اور جو گندے کارنامے اس بدنصیب نے اس امت میں انجام دیے، وہ کسی نے بھی نہیں کیے۔ امام حسین کے قتل کے بعد اور اہل بیت کی توہین کے

(۱) تکمیل الایمان میں یہ جملہ نہیں ہے۔ (بندہ نواز)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وا ہانت اہل بیت، لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل اہل آں فرستادہ و بقیہ از صحابہ و تابعین راامر بہ قتل کردہ۔ وبعد از تخریب مدینہ امر بہ الحاد در حرم مکہ معظّمہ (۱)وقتل عبد اللہ ابن زبیر کردہ ، و ہم در اثنائے ایں حالت از دنیا رفتہ(۲)۔ دیگر احتمال توبہ و رجوع اوراخدا داند۔

بعد مدینہ مطہرہ کے تاراج کرنے ،اور وہاں کے باشندوں کو قتل کرنے کے لیے فوج بھیج کر باقی ماندہ صحابہ و تابعین کے قتل کا حکم دے دیا، مدینہ منورہ کی بربادی کے بعد بیت اللہ شریف کے ڈھانے ،اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی دوران دنیا سے جہنم کا رستہ لیا۔ اس کے باوجود اس کی توبہ او ررجوع کا احتمال وامکان ؟ اس کو خدا جانے۔

خداوند حق تعالیٰ دلہائے ماراو تمامۂ مسلمانان را از محبت و موالات وے و اعوان و انصار وے و ہر کہ با اہل بیت نبوت بد بودہ ، و بد اندیشیدہ ، و حق ایشاں را پامال کردہ ،و با ایشاں براہ محبت و صدق عقیدت نیست و نبودہ، نگاہ دارد ، و مارا و دوستان مارا در زمرۂ محبان ایشاں محشور گرداند، و در دنیا و آخرت بر دین و کیش

اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے مددگاروں ، اور دوستوں کی نیز ہر اس شخص کی ظاہری اور دلی محبت سے محفوظ رکھے جس نے اہل بیت نبوت کے ساتھ برائی کی یا ان کا برا سوچا، اور ان کے حقوق کو پامال کیا اور جسے ان کے ساتھ محبت اور سچی عقیدت نہ ہے اور نہ تھی۔ اور ہمارا اور ہمارے دوستوں کا ان کے چاہنے والوں کے زمرے میں حشر فرمائے اور دنیا و آخرت

(۱) تکمیل الایمان میں ”امر بانہدام مکہ معظّمہ“ ہے۔ (مصباح الحسن)
(۲) تکمیل الایمان میں ”از دنیا بجہنم شافتہ“ ہے۔ (مصباح الحسن)

ایشاں دارد، بمنہٖ وکرمہٖ وھو قریب مجیب. انتھیٰ۔[۱]	میں ان کے دین و مذہب پر قائم رکھے۔ حق تعالیٰ ہی قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ فقط۔

خیال فرمائیے! جب ایک متعارف کتاب کی ایک مسلسل عبارت میں چھ مقامات پر قطع وبرید موجود ہے تو کتاب الروض الازہر کے تمام تر ساقط الاعتبار ہونے کو کیا یہی کارگذاری کافی نہیں ہے؟۔

مصباح الہدایت کی مقطوعہ عبارت:

مگر ابھی اور ملاحظہ فرمائیں! اسی بحث میں ص: ۳۸۵/ پر عبارت کتاب" مصباح الہدایت" دی گئی ہے، اور وہاں بھی نام کتاب نہیں ہے، صرف "واز اں جملہ است آں چہ ملا محمود قاشانی کہ از اجلۂ علماے صوفیہ است گوید" سے شروع ہے۔ اس عبارت میں قطع و برید صرف ایک جگہ پر ہے مگر اتنی شکم سیر ہو کر ہے کہ اس کے بعد غالباً "سوءِ ہضم" کا اندیشہ ہو جاتا۔

اول تو ملا صاحب نے اس مبحث کو شروع فرمایا ہے آیت کریمہ "وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ"[۲] سے، اور روض الازہر میں ابتدا کی گئی ہے " ہیچ شک نیست" سے جو آیت مذکورہ سے متّصلاً شروع ہوتا ہے۔ گویا آیت متن ہے اور مابعد آخر فصل تک اس کی شرح۔ سمجھ میں نہ آیا کہ آیت سے روگردانی کیوں فرمائی گئی؟۔ دوسرے، درمیان سے پوری تیس سطر عبارت مصباح الہدایت ندارد ہے، اور اتنی اہم کہ اس خاص مبحث میں شاید کسی متصلب و متقشف عالم اہل سنت نے بھی طعن صحابہ کو ان سے زائد تحریر کیا ہوگا، سچ ہے۔ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(۱) تکمیل الایمان، بحث نہایت کار معاویہ وغیرہ، ص: ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳/۔

(۲) پارہ: ۲۶/ سورۂ فتح، آیت: ۲۹/۔

الروض الازہر ص:۳۸۵ر میں ''نسبت قرابت معنیٰ ہم داشتند و علامت صحت محبت آنکہ'' تحریر ہے۔ حالاں کہ مصباح الہدایت میں ''داشتند'' کے بعد تیس سطر یعنی ڈیڑھ صفحہ عبارت کے بعد ''و علامت صحت محبت آنکہ'' آتا ہے۔

مندرجہ تحت عبارت مقطوعہ کو اس کے ماسبق و مالحق سے ملاکر، جو میرے خط مؤرخہ ۲۶ر محرم ۱۳۵۲ھ میں بہ ذیل نقل صفحات روض الازہر موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے اور شاہ صاحب قبلہ کی جرأت و دلیری پر آفرین کہیے۔ وہ عبارت مقطوعہ حسب ذیل ہے:

و کے رواداد مومن حقیقی کہ در اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قدح کند، و حال آں کہ ایشاں از جہت محبت او مہاجرت معاہد و اوطان و مفارقت اقارب و اقران اختیار کردند و اموال و ازواج خود رادر قدم مبارکش نثار کردند۔ و اگر طاعن در ایشاں از سر انصاف در نگرد، و بہ تحقیق و تدقیق، منشاء حقد و بغض ایشاں باز جوید، داند کہ مبدأ ارتسام ہیئات احقاد و ضغاین و غلول و غشوش اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رضِی اللہ عنہم در نفوس بعضے فرق اسلام آں بودہ است کہ از احوال ظاہر و آثار

ترجمہ: کیا کوئی سچا مسلمان بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخانہ لب کشائی جائز رکھے گا؟ حالاں کہ ان حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑا، اعزہ و اقارب سے منہ موڑا، اپنی جان و مال اپنے آقا و مولیٰ علیہ الصلاۃ و الثنا کے قدم پاک پر نچھاور کردیا۔ ان حضرات کی بارگاہ میں طعن کرنے والا شخص اگر از روے انصاف دیکھے اور کامل غور و خوض سے کام لے کر ان حضرات کے (بظاہر) باہمی بغض و حسد کا سبب تلاش کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ بعض اسلامی فرقوں کے دلوں میں صحابۂ کرام کے متعلق باہمی حسد و بغض اور کینہ رکھنے کا جو اشتباہ اور شک ہے وہ اس بنا پر ہے کہ ان حضرات

نفوس ایشاں در بعضے مخالفات و مشاجرات، کہ بحکم بشریت گاہ گاہ درمیان شاں رفتہ است، نقلے چند ببعضے از ارباب ظواہر و اصحاب نفوس رسیدہ است، و بکرات و مرات آں را شنیدہ و بصفات نفسانی در آں تصرف نمودہ، و قیاس بر حال خود پنداشتہ، کہ ایشاں را ظہور ایں عوارض حکمے مستمر و مقامے مستقر بودہ۔

و ایں پندار در باطن ایشاں تخم ہوا و عصبیت کاشتہ، و متاصل و متفرع گشتہ، و بطریق توارث خلف از سلف فرا گرفتہ، و ندانستہ کہ حرکات نفوس ایشاں و غلبات صفات بشری بر صفات قلبی ایشاں علی اللہ در احیانا بر سبیل ابتلا و امتحان واقع شدہ است۔ و عن قریب نفوس ایشاں از حرکت بیارمیدہ، و دلہا از تشبث کدورات صفات نفسانی خلاص

کے مابین بہ تقاضائے بشریت ونفسانیت، بظاہر کبھی کبھی جو اختلافات و نزاعات رونما ہوئے، وہی چند روایتیں ظاہر بیں اور نفس پرست لوگوں سے انہیں جیسے بعض (دوسرے) لوگوں کو پہنچی ہیں اور وہ انہیں کو بار بار سنتے اور ان میں بہ تقاضائے نفسانیت بیجا تصرفات کرتے رہے ہیں۔ نیز اپنی حالتوں پر قیاس کرتے ہوئے یہ سمجھ رکھا ہے کہ معاذ اللہ ان حضرات کو بھی یہ عوارض شیطانی ہماری ہی طرح ہمیشہ لاحق رہا کرتے تھے۔

اسی بد خیالی نے ان لوگوں کے دلوں میں نفسانیت اور ہٹ دھرمی کا بیج بو دیا، اور رائی کا پہاڑ اور ادنی سے پودھے کا ایک جھاڑ بنا دیا ہے۔ جسے یہ لوگ میراث کی طرح برابر سلفاً و خلفاً ایک دوسرے سے لیتے رہے، اور یہ نہ سمجھ سکے کہ ان حضرات سے حرکات نفسانی وصفات بشری کا ظہور اتفاقاً، نادر طور پر، بطریق آزمائش وامتحان خداوندی واقع ہوا ہے۔ جس کے بعد ہی معاً ان حضرات کے نفوس مقدسہ حرکات بشریت سے پاک اور قلوب مطہرہ نفسانی کدورت

یافتہ، و با محل صفائی صفات خود رجوع نمودہ، و در مرکز انصاف و اعتراف و انابت و استغفار قرار گرفتہ، و درجۂ دیگر شاں افزودہ۔

حفظت شيئا وغابت عنك اشياء.

ناممکن است کہ تا علاقۂ بشری باقی بودہ ، خلاص کلی از ظہور صفات نفوس دست دہد، و حکمت الٰہی را در ضمن آں اسرار نا متناہی است ، و حکم ربوبیت در محل عبودیت از جہت تصفیۂ قلوب اولیا، و تزکیۂ نفوس اصفیا گاہ گاہ اقتضاے ابتلا کند، و اصحاب رسول اگر چہ بہ برکت قبول آثار وحی سماوی ، مشاہدۂ انوار اطوار نبوی ، صفائی قلوب و طہارت نفوس یافتہ بودند ، و دیدۂ بصیرت شاں بنور یقین روشن گشتہ ، و از دنیا و لذات آں اعراض نمودہ، و روئے

سے قطعًا ظاہر اور صاف ہوکر اپنے صفائی قلبی کی طرف رجوع فرماتے ہوئے مرکز انصاف واعتذار و توبہ واستغفار پر متمکّن ہوتے ہوئے مزید ترقی درجات سے ممتاز ہوتے ہیں۔ بقولے:

اے عزیز! تو نے ایک بے بنیاد برائی کو یاد رکھنے کے شوق میں صدہا حقیقی اور واقعی خوبیوں کو بھلا دیا۔

غرضے کہ یہ محال اور ناممکن ہے کہ بشری تعلق کے باقی رہتے ہوئے انبیاے معصومین کے علاوہ کوئی بھی شخص نفسانی اور بشری صفات کے ظہور سے بالکلیہ بچ سکے۔ (مگر) اس آزمائش وامتحان کے پیچھے حکمت خداوندی کے بے شمار اسرار ہیں۔ اسی بنا پر مشیت خدوانْدی ، مقام عبودیت میں اولیا و اصفیاے کرام کے قلوب مقدسہ کی مزید صفائی اور نفوس مطہرہ کی مزید ستھرائی کی خاطر کبھی کبھی آزمائش وامتحان کا تقاضا کیا کرتی ہے۔

اگر چہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ، وحی آسمانی کے قبول کرنے اور مشاہدہ انوار نبوی کی برکت سے دلوں کی صفائی

باآخرت آوردہ۔

اور نفوس کی پاکی سے مالا مال اور نور یقین سے روشن ضمیر اور دنیا اور اس کی لذات فانیہ سے قطعًا روگردانی فرماتے ہوئے، از سر تا پا آخرت کے طلب گار اور عاقبت کے جاں نثار تھے۔

ولیکن بحکم بشریت گاہ گاہ از ظہور صفات نفوس خالی نبود۔ پس باید کہ نظر بصفات قلوب ایشاں کنند کہ اکثر اوقات در آں بودہ اند، نہ بصفات بشری و نفسانی کہ گاہ گاہ بر ظواہر ایشاں رفتہ است۔ چہ مقر و مورد ایشاں صفائی باطن و فرط رحمت بودہ است۔ چناں کہ کلام مجید ازاں عبارت کرد "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"۔ پس صاحب حقد را در فصل ایں خصومت بر حکومت الٰہی اقتصار اولیٰ، و تبدیل بغض بہ محبت سبیل جنت الماویٰ، و ہر کہ اثر منکر و مستکرہ از آثار و افعال و اقوال ایشاں بدو رسیدہ است۔ باید کہ دشمن آں اثر بود، نہ

مگر پھر بھی بہ تقاضائے بشریت بھی کبھی صفات نفسانیہ کا ظہور ہو ہی جاتا تھا۔ لہٰذا ایک سچے مسلمان کو چاہیے کہ ان ذوات مقدسہ کی صفات ملکوتیہ پر نظر رکھے، جو اکثر و بیشتر ان حضرات کے لازم حال تھیں،۔ نا کہ (صرف) ان کی کیفیات نفسانیہ و بشریہ پر، جو یوں ہی کبھی کبھی اتفاقًا ان حضرات سے ظہور پذیر ہوگئیں۔ کیوں کہ ان حضرات کا مقر اصلی و مورد حقیقی ہمیشہ قلب کی نورانی اور رحمت کی فراوانی ہی رہا ہے۔ جیسا کہ کلام مجید میں "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" سے ظاہر ہے۔ لہٰذا ان حضرات سے حسد رکھنے والے کو اس قضیہ نامرضیہ (مشاجرات صحابہ) کے تصفیہ کو حاکم علی الاطلاق کے فیصلہ پر چھوڑ دینا بہتر ہے، اور ان حضرات کی بارگاہ میں بغض قلبی کو

دشمن صاحب آں۔ چناں کہ کلام الٰہی بہ تعلیم ایں ادب اشارت کردہ است کہ "اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ؕ" و نشان صدق ایں دعویٰ آں کہ بران عمل اقدام ننماید۔(۱)

محبت اصلی سے بدل دینا یہی جنت الماویٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔
حاصل کلام یہ کہ ان حضرات کے آثار و اقوال اور افعال سے متعلق جو بھی منکرو مکروہ روایت کسی سچے مومن تک پہنچے تو اسے چاہیے کہ اس منحوس روایت کا دشمن ہو، ناکہ ان پاک باز ہستیوں کا۔ جیساکہ اس ادب کی تعلیم کا اشارہ کرتے ہوئے کلام مجید میں وارد ہے (ترجمہ) "میں تمھارے کام سے بیزار ہوں"۔ اس دعوے کی صداقت کی دلیل اول یہ ہے کہ اس فعل کو بھول کر بھی نہ کرے۔

میرے خط مؤرخہ ۲۶/ محرم ۱۳۵۲ھ سے اس عبارت کا اول وآخر شامل کرکے ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوکہ شاہ صاحب قبلہ نے اس کاریگری سے کتنا فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ اگر شاہ صاحب قبلہ کا مقصود قطع عبارت نہ ہوتا بلکہ صرف طوالت سے بچنا منظور ہوتا تو کم سے کم "الیٰ ان قال" یا "تاآنکہ گفت" تحریر فرمادیتے۔ اگرچہ جو عبارت مؤید و مدار مسئلہ ہو اس میں اس قسم کا اختصار بھی معیوب بلکہ کتمان حق ہے۔ غالباً شاہ صاحب قبلہ نے کچھ حفظ ما تقدم فرمایا ہے تب ہی تو "فصل مشاجرات" قائم نہیں کی اور اس حصہ کو اس کے ماسبق میں ہی شامل رکھا، حالاں کہ بعض ابواب میں چھوٹی سے چھوٹی فصول بھی قائم فرمادی ہیں جو اپنے

---

(۱) مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف، فصل نہم در ذکر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۲۸/۲۷، مطبع منشی نول کشور (سنہ ندارد)

ماسبق میں بلا کسی تکلف کے داخل تھیں، یہ عجیب و غریب تلبیس ہے۔ ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

تیسری شہادت اور لیجیے! روض الازہر ص:۱۳۱/ میں کتاب ''اخبار الاخیار'' شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حوالہ دیا ہے، اور خود شیخ نے اس کے متعلق جو الفاظ نتیجہ خیز تحریر فرمائے:

''خالی از غرابتے نیست باصول کتب احادیث و سیر موافق نہ۔ واللہ اعلم''۔ (۱)	ترجمہ: یہ روایت غرابت سے خالی نہیں ہے، کیوں کہ اس کی تائید حدیث و سیر کی کتابوں سے نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

اسے صاف اڑا دیا۔ یہی عبارت ''اصول المقصود'' میں ص: ۱۸/۱۹/ پر حضرت شاہ تراب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعینہٖ نقل فرمائی اور شیخ کے اس جملہ بالا کو مستور نہیں فرمایا۔ شانِ تدین اسی کا نام ہے، نہ وہ جو شاہ حبیب حیدر صاحب قبلہ کی روش ہے۔ ان شہادات ثلاثہ کے باوجود ممکن ہے کہ شاہ حبیب حیدر صاحب کے کوئی معتقد یا ان سے حسن ظن رکھنے والے شغف حب و زور عقیدت میں یہ فرما دیں:

''ان عبارتوں کو اصل مصنف صاحب نے اسی طرح تحریر فرمایا تھا، لہٰذا شاہ حبیب حیدر صاحب نے دیانتاً ویسی ہی قائم رکھیں''۔

ایسا کہہ دینا بڑی جرأت و دلیری ہوگی کہ اس کا اثر اعلیٰ پر جاتا ہے۔ جو بہر صورت نازیبا و نامناسب ہے۔ علاوہ ازیں مسودات عموماً ناقص و غیر کامل ہوا کرتے ہیں، اور بوقت نظر ثانی حوالہ جات وغیرہ کی تکمیل کی جایا کرتی ہے۔ اسی واسطے حافظ علی انور صاحب علیہ الرحمۃ نے شاہ

---

(۱) دیکھیں اخبار الاخیار ص:۱۳۲/ مطبوعہ ہاشمی، میرٹھ ۱۲۷۰ھ۔

حبیب حیدر صاحب سے ارشاد فرمایا تھا:

”اگر عزم شما وقتے بسوئے طبع کنانیدن تصنیفے از مصنفات ما گردد، وے رابغیر مقابلہ از ماخذات برائے طبع نباید داد۔[۱]	ترجمہ: اگر کبھی تمھارا ارداہ ہماری تصنیفات سے کسی تصنیف کے چھپوانے کا ہو تو اسے بغیر اصل ماخذات سے ملائے ہوئے چھپنے کو نہ دینا۔

لہٰذا اس تمام قطع و برید کے ذمہ دار شاہ حبیب حیدر صاحب اور صرف شاہ حبیب حیدر صاحب ہی ہیں۔

روض الازہر میں ”قول المستحسن “کی عبارتیں:

لیکن اب جس حقیقت سے ناظرین انصاف گزیں کو روشناس کرایا جائے گا وہاں اس قسم کے عذرات باردہ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔” قول المستحسن فی شرح فخر الحسن “سے ایک، دو نہیں، پندرہ عبارتیں مقدم و مؤخر کرکے روض الازہر میں داخل کی گئیں ہیں، زیادہ چھان بین کرنے سے ممکن ہے کہ اور بھی نکل آئیں۔ نیز ایک ایک، دو دو سطری عبارات کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ طوالت سے بچنا مد نظر تھا، اور شاہ صاحب قبلہ کا تقدس ملحوظ خاطر۔

یہ سب عبارتیں قول المستحسن کے اس حصہ سے لی گئی ہیں جو دوسرے ایڈیشن میں شامل کتاب کیا گیا ہے، جس کا سال طبع ۱۳۱۲ھ ہے۔ جیسا کہ اس کے ٹائٹل پر تحریر ہے۔ پہلے صرف شرح چھپی تھی، جو موجودہ کتاب سے تقریباً نصف تھی، کیوں کہ شرح فخر الحسن ص:۲۸۴/پر ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد بحث حدیث غدیر، تحقیق معنی المولیٰ، بحث خرقہ تحقیق حدیث العباد ولفظ اہل بیت، فصل خواتم الولایۃ، ارسال العذبہ، الحکمۃ فی العذبہ۔ لبس القلسنوۃ من السنۃ، بحث تلقین، المصافحہ، مبحث البیعۃ الصوفیۃ، طرق المصنف قدس سرہٗ یعنی مصنف فخر الحسن۔ یہ سب زوائدات مابعد ہیں جیسا کہ خود صاحب قول المستحسن قدس سرہٗ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

(۱) مواھب القلندر، مقدمہ روض الازہر ص:۵۷

ثم ليعلم ان العبد الضعيف بعد ما ختم تاليف هٰذا الكتاب الاليف وجعل يطبع ختم فی الطبع علیٰ نصف الكتاب حسب ما اقتضی ماقضی الله تعالیٰ. ثم منّ مِن رب المنن بفوائد عالية و عوائد غالية شتیٰ ،فرأيت طبع الكتاب مرة اخریٰ ،ورأيت ادخال تلك الفوائد فی الكتاب اولیٰ و احریٰ ،و قد كنت كتبت علیٰ الكتاب حواشی من غاية التحقيق نواشی ، فاستحسنت ان ادخلها كلها وجلها فی اصل الكتاب مميزا للاصل العائد والحواشی والفوائد الزوائد بفضل الله المنان بالعوائد۔[1]

ترجمہ: معلوم ہو کہ اس بندۂ ناچیز نے اس پسندیدہ کتاب کی تالیف و طباعت کو بہ مقتضائے مشیت الٰہی نصف کتاب پر ختم کر دیا تھا ۔اس کے بعد بارگاہ خداوندی سے بہت سے مفید و منفعت بخش مباحث عطا فرمائے گئے، لہٰذا میں نے دوبارہ کتاب ہٰذا کی طباعت ضروری سمجھی اور اس میں ان فوائد کا شامل کر دینا بہتر سمجھا۔ نیز میں نے کمال تحقیق کے ساتھ کچھ متعلقہ حواشی بھی اس کتاب میں لکھے تھے ۔ لہٰذا مجھے بہتر معلوم ہوا کہ خدا کے بھروسہ پر ان تمام فوائد جلیلہ اور حواشی مفیدہ کو امتیازی شان کے ساتھ اصل کتاب میں شامل کر دوں۔

اور ختم شرح پر ارشاد فرمایا:

قد تم بحمد الله تعالیٰ

ترجمہ: بحمد اللہ تعالیٰ کتاب

(۱) قول المستحسن، ص:۴/۳، مطبع: عزیز دکن، حیدرآباد، ۱۳۱۲ھ۔

شرح الکتاب المکرم فالتجز العدات السابقات.(۱)	مکرم "فخرالحسن" کی شرح مکمل ہوئی لہٰذا میں پچھلے وعدوں کو پورا کرتا ہوں۔

حالاں کہ مصنف روض الازہر رحمۃ اللہ علیہ کا زمانۂ وفات ۱۷/ رجب ۱۲۹۰ھ ہے۔ جیساکہ تکملہ میں ص:۷۶۹/ پر مرقوم ہے۔ یعنی نصف آخر "قول المستحسن "جو ص: ۲۸۴/ "حدیث غدیرخم" سے شروع ہوا ہے، وہ مصنف صاحب روض الازہر کی وفات کے ساڑھے اکیس برس بعد چھپا۔ جب ہی تو مصنف صاحب روض الازہر نے لکھا ہے:

"کاتب حروف گوید کہ خلاصۂ آں در فخرالحسن و مزید براں در شرح آں مذکور است"(۲)	**ترجمہ:** کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس کا خلاصہ فخرالحسن میں اور اس سے زیادہ اس کی شرح میں مذکور ہے۔

جس سے معلوم و متبادر ہوتا ہے کہ "شرح فخرالحسن" یعنی قول المستحسن سے اس مبحث میں کسی عبارت کو اخذ نہیں فرمایا بلکہ محض نام بطور شہادت تائیدی تحریر کردیا ہے جو طبع اولیٰ سے متعلق ہے۔ حالاں کہ روض الازہر کے ص:۲۲۲/ سے ص:۲۹۷/ تک مختلف فصول میں پندرہ عبارتیں موجود ہیں جو مجموعی طور پر بصفحات روض الازہر مع ترجمہ ۴۶/ صفحات ہوتے ہیں، اور بصفحات قول المستحسن ۳۰/ صفحے ہوئے۔ گویا قول المستحسن، روض الازہر میں تقریباً دس فیصدی کی حصہ دار ہے۔ کیوں کہ روض الازہر کے علاوہ "مقدمہ و تکملہ" کے صرف ۴۶۹/ صفحات ہیں۔ نیز مواہب القلندر میں شاہ حبیب حیدر صاحب نے بھی ص:۵۵/ میں بذیل ذکر اسمائے ماخذات کتاب روض الازہر، صراحتاً "عوارف للشیخ شہاب الدین" کے بعد "قول المستحسن فی شرح فخر الحسن" تحریر فرمایا ہے۔

---

(۱) بحوالہ سابق، ص:۲۸۴۔

(۲) مواھب القلندر، مقدمہ روض الازہر ص:۲۸۷/۔

یہاں عقل بالکل قاصر ہے کہ طبع سے قبل یہ عبارات مصنف روض الازہر کو کیوں کر دستیاب ہوگئیں؟ صاحب روض الازہر و مصنف قول المستحسن میں کہیں کوئی رشتہ اتحاد و تعارف و نیاز مندی بھی نہیں معلوم ہوتا، جس سے سمجھا جائے کہ قبل طباعت انہوں نے مسودۂ قول المستحسن حاضر کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو شاہ حبیب حیدر صاحب حسب معمول خود فہرست مفصل اسمائے ماخذات میں قول المستحسن فی شرح فخر الحسن کے بعد الفاظ ”قلمی، ازکتب خانہ فلاں“ ضرور تحریر فرماتے۔ ورنہ کم سے کم ص:۱۴۰ر پر ان کا بہ ذیل نیاز منداں ذکر کرتے۔ نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسودۂ روض الازہر صاحب قو ل المستحسن کو دستیاب ہو گیا اور انہوں نے یہ عبارات درج کتاب کر لیں۔ کیوں کہ روض الازہر میں تمام و کمال کوئی عبارت نہیں ہے، بلکہ قول المستحسن کی عبارات میں قطع و برید، مقدم و مؤخر کر کے درج کی گئی ہیں۔

دوسرے روض الازہر جب گھر والوں سے پوشیدہ تھی کہ حافظ علی انور صاحب رحمہٗ اللہ کو ۱۳۱۸ھ میں ملی، جیسا کہ مواہب القلندر کے ص:۵ر میں ہے۔ اور شاہ حبیب حیدر صاحب کو ۱۳۳۰ھ میں دستیاب ہوئی، جیسا کہ ص:۵۴ر پر تحریر ہے، تو پھر اغیار تو اغیار ہی ہیں، کیسے مشرف بہ زیارت ہو سکتے تھے؟۔ صرف ایک ”حیلۂ توارد“ باقی رہتا ہے کہ جواباً کہہ دیا جائے۔ مگر مشکل یہ ہوگئی کہ جن کتابوں کا حوالہ ہے ان میں سے اکثر کا نام نہ فہرست مفصل مندرجہ مواہب القلندر ص:۵۴ر تا ۵۶ر میں تحریر ہے، نہ خطبہ میں بطور صنعت ”براعۃ الاستہلال“ درج ہے، جس کی نسبت شاہ حبیب حیدر صاحب نے مواہب القلندر میں ارشاد فرمایا:

” اگر چہ ہمیں اسماء را در خطبہ مقدمۂ ہٰذا بطور صنعت براعۃ الاستہلال درج کردہ ام“۔[1]	**ترجمہ:** اگر چہ انہیں ناموں کو مقدمۂ ہٰذا کے خطبہ میں بطریق صنعت براعۃ الاستہلال میں نے درج کر دیا ہے۔

(۱) مواہب القلندر، ص:۵۴

لٰہذا عبارات مبحوثہ کسی دوسری ہی کتاب سے لی گئی ہیں جو قول المستحسن ہے۔

یہاں ایک لطیفۂ عجیب ہے کہ قول المستحسن کا نام فہرست مفصل میں مندرج ہے، جیسا کہ مذکور ہوا۔ روض الازہر میں:

”در فخر الحسن، و مزید براں در شرح آں مذکور است۔“	ترجمہ: فخر الحسن اور اس سے زیادہ اس کی شرح میں مذکور ہے۔

تحریر ہے۔ شرح فخر الحسن صرف قول المستحسن ہی ہے، مگر خطبہ میں کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ غالباً سہو ہوا، ورنہ لفظ قول المستحسن بہت آسانی سے کھپ سکتا تھا۔ یا کچھ حفظ ما تقدم کیا گیا ہے۔ اس لیے ان عبارات سے قبل کہیں ”چناں کہ حسن الزماں گوید“ یا ”در قول المستحسن است“، تحریر نہیں کیا۔ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ان تمام شواہد و بدیہیات کے بعد مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ یہ عبارات قول المستحسن ہی سے ماخوذ ہیں، اور ان کے ”آخذ“ جناب شاہ حبیب حیدر صاحب ہی ہیں۔ جب ہی تو دفع دخل کے لیے عبارت کے مابین ”قال الحسن عفا الله عنه“ سے ”عفا اللہ عنہ“ کو محو فرما دیا۔ حالاں کہ قول المستحسن میں چوب قلم سے خط نسخ میں لکھا ہوا ہے[1]۔ کیا اس کی ہمت ہے کہ کہہ دیا جائے کہ یہ حسن ”حسن الزماں“ نہیں ہیں، اور فلاں کتاب متقدم میں یہ عبارت یوں ہی لکھی ہے۔ ؎

حافظا می خور د رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

ترجمہ:
رندی و سرخوشی کر اے واعظ
ناز قرآن کو مگر نہ بنا

(۱) دیکھیں، ص:۵۰۹۔

سچ فرمایا برادر اوسط شاہ تقی حیدر صاحب نے کشف الآثار میں:

"ان دونوں قلمی نسخوں اور مطبوعہ کتاب کو دیکھ کر اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ کتاب (روض الازہر) پہلے کس حالت میں تھی اور اب صاحب مقدمہ مد ظلہ نے اسے کتنا درست اور اس کی تصحیح و تہذیب و تبویب میں کتنی محنت فرمائی"۔(۱)

بغرض سہولت ناظرین بترتیب صفحات روض الازہر تمام عبارات مسروقہ کی مفصل فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے، تاکہ ناظرین بآسانی غور فرما سکیں اور لطف اندوز ہوں۔ بالخصوص جن حضرات کے پاس روض الازہر و قول المستحسن دونوں ہوں گی وہ بہت محظوظ ہوں گے اور۔

بزیر دلق مرقع کمندہا دارند
دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بیں

ترجمہ:

چھپی ہیں دلق تقدس میں سو کمند ریا
فریب شیخ نہ کھا جائیو دل ہشیار

کا جلوہ آشکارا ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۱) کشف الآثار، ص:۳۴۔

تصحیح

بعد طبع کتاب ہٰذا مجھے اتفاقاً قول المستحسن مطبوعہ ۱۲۶۷ھ دستیاب ہوئی، جس میں عبارات مبحوثہ موجود ہیں۔ لہٰذا ان عبارات کے آخذ بجائے شاہ حبیب حیدر صاحب خود مصنف روض الازہر ہیں۔ باقی تمام شبہات کے جواب دہ بوجہ تصحیح و تدوین شاہ صاحب ہی ہیں۔

مصباح الحسن

فہرست

نمبر شمار	روض الازہر: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	ابتدا	انتہا	باب یا فصل	القول المستحسن: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	باب یا فصل	روض الازہر میں کیا زائد کیا	روض الازہر میں کیا کم کیا	وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے
۱	۲۲۲	۲۱	۲۲۷	۲۰	قال القشاشی فی کتاب السمط المجید	فجہادها هو الجهاد الاکبر	فصل چہارم در بیان ثبوت نبوت آں از احادیث حضرت نبوت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ	۴۹۹	۱۴	۵۰۲	۱۳	مبحث البيعة الصوفية		اوّل سے الشيخ العارف العلامه آخر سے كمايرشد اليه قوله صلى الله عليه وسلم لاصحابه قدمتم خير مقدم وقدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر مجاهدة العبد هواه اخرجه الخطيب عن جابر بن عبد الله كمافى الجامع الصغير وغيره	السمط المجید
	پانچ صفحات							چار صفحات							

فہرست

نمبر شمار	۲
روض الازہر — از — صفحہ	۲۲۷
روض الازہر — از — سطر	۲۱
روض الازہر — تا — صفحہ	۲۴۵
روض الازہر — تا — سطر	۱۱
روض الازہر	سترہ صفحات سترہ سطر
ابتدا	وطریق جہادھا علی الاستیفاء
انتہا	إلّا مِنّا انتہی
باب یا فصل	فصل سابق وفصل پنجم در تحقیق بیعت وبیان بیعت زنان ونابالغان
القول المستحسن — از — صفحہ	۵۰۲
القول المستحسن — از — سطر	۱۵
القول المستحسن — تا — صفحہ	۵۱۳
القول المستحسن — تا — سطر	۹
القول المستحسن	دس صفحات چودہ سطر
باب یا فصل	ص:۵۰۷، سطر:۳ تک مبحث مذکورہ بالا ہے اس کی سطر ۴ میں لفظ وصل ہے جسے مصنف روض الازہر نے فصل بنایا
روض الازہر میں کیا زائد کیا	(۱)-انتہی واللہ اعلم بالصواب، ص:۲۳۵، سطر:۱۱۔ (۲) فصل پنجم در تحقیق بیعت نابالغان، ص:۲۳۵، سطر:۱۲ (۳)-ولابی یعلی بہ نحوہ والضمیر فی مد لعمرہ رضی اللہ عنہ قال، ص:۲۳۷، سطر:۶ (۴)-انتہی، ص:۲۴۳، سطر:۱۲
روض الازہر میں کیا کم کیا	(۱) ای وابی یعلی، ص:۲۳۷، سطر:۲ (۲) ای مبایعۃ نساء الانصار عمر رسول رسول اللہ علیہ وآلہ سلام اللہ لیبایعنہ، ص:۲۳۷، سطر:۳ (۳) عفا اللہ عنہ، ص:۲۳۹، سطر:۲۰ (۴) الیکن فقلن مرحبا برسول اللہ ورسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، ص:۲۴۰، سطر:۵ (۵) ام المومنین فانکرتہ، ص:۲۴۱، آخر (۶) وقد ظہر بعض نتائج الامدادین فی غزوۃ ذی قروحیث استعداد الزود والذی کان المشرکون عاروا علیہ والطلب ثیابھم وکان آخر امرہ ان آسہم لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم الفارس والراجل وفی الجمع الجوامع، ص:۲۴۲، سطر:۱۳ (۷) وصل، ص:۲۴۳، سطر:۱۲ (۸) وہذا دلیل صحۃ المبایعۃ الصغیر الذی لم یحتلم فیکون کافیا لاتصال السنۃ وحصول البرکۃ فی الطریق ایضا واللہ اعلم الی ہنا کلام القشاشی وفیہ ما فیہ، ص:۲۴۵، سطر:۱۱
وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے	بخاری، فتح الباری، السمط المجید

فہرست

نمبر شمار	روض الازہر: از صفحہ	روض الازہر: از سطر	روض الازہر: تا صفحہ	روض الازہر: تا سطر	ابتدا	انتہا	باب یا فصل	القول المستحسن: از صفحہ	القول المستحسن: از سطر	القول المستحسن: تا صفحہ	القول المستحسن: تا سطر	باب یا فصل	روض الازہر میں کیا زائد کیا	روض الازہر میں کیا کم کیا	وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے
۳	۲۵۶	۶	۲۵۸	۹	روی الحفاظ الایقاظ	یبرأ آتی	فصل ہشتم در بیان اصلیت اعطاے شجرہ مشائخ کریمہ	۵۱۳	از لفظ ا ۱۱	۵۱۵	آخر ۳	وصل طرق المصنف قدس سرہ الشریف مع فوائد عالیہ و عوائد غالیہ	روی الحفاظ الایقاظ و الثقات کالزین العراقی	(۱) وصل لماتم المقال فی الاتصال لطرق والخرق مرفوعة سلسلة ومالہ بھما تعلق رایت ان اذکر حملة منہا للشیخ الامام المصنف رضی اللہ عنہ تعالیٰ تبرکا بذلک لما رواہ الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی فی مقدمة صفوة الصفوہ وتبعہ۔ (۲) قلت وھو من کبار شیوخ الحاکم وغیرہ ومن اجل اصحاب عبد اللہ بن الامام احمد، ص: ۲۵۶ سطر: ۱۵۔ (۳) قلت ھو فی النسختہ القدیمة الصحیحة من علوم الحدیث و بہجة المحافل وغیرہما بواوین واقول کما قال السیوطی، ص: ۲۵۶، سطر: ۲۵۔ (۴) وروی نحوہ ابن ماجہ وجماعة من الحافظ سہل بن ابی سہل ومحمد بن اسمٰعیل السراج وغیرہما من قول عبد السلام بن صالح احد من اتھم الشیعة الشنیعة ولکن الحق انہ من مفضلی المرتضیٰ المثنی علی الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مع العلم الکثیر وایعمل والزہد والتقویٰ الکبیر وقد رجع ابن معین من جرحہ فی آخرین الیٰ مدحہ وقال عصربہ الحافظ الفصیہ احمد بن یسار وھو من المعدودین فی الزہد وو افقہما ائمة اہل الانات فلا عبرة ببعض الظن من ذوی العجلة وباللہ العصمة ثم رأیت الحاکم قدردی فی تاریخ نیساپور، ص: ۲۵۷، سطر: ۲۶۔	
	دو صفحہ چار سطر							ایک صفحہ گیارہ سطر							

فہرست

نمبر شمار	روض الازہر: از صفحہ	روض الازہر: از سطر	روض الازہر: تا صفحہ	روض الازہر: تا سطر	ابتدا	انتہا	باب یا فصل	القول المستحسن: از صفحہ	القول المستحسن: از سطر	القول المستحسن: تا صفحہ	القول المستحسن: تا سطر	باب یا فصل	روض الازہر میں کیا زائد کیا	روض الازہر میں کیا کم کیا	وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے
۴	۲۶۴	۲۰	۲۶۶	۱۳	وقال الشیخ الامام	علی ما قدمنا سواء انتھی	فصل ہشتم در بیان اتحسان الباس خرقہ و مسنونیت خرقہ و سفید	۳۷۸	۹	۳۷۹	۱۳	بحث خرقہ		(۱) ای احد شیوخ الاجازہ للحافظ بن حجر، ص:۲۶۵، سطر:۵ (۲) من جہۃ الشیخ ابی محمد عبداللہ بن علی بن حسن الاسدی عن الامام عبدالقادر، ص:۲۶۵، سطر:۵ (۳) کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ، ص:۲۶۵، سطر:۱۳	عمدۃ المسترشدین وعمدۃ المسترشدین
	ایک صفحہ ۲۱ سطر							ایک صفحہ چار سطر							
۵	۲۶۶	۱۴	۲۶۸	۱۰	وقال الشیخ الجلیل	فی اصل الخرقۃ الصوفیۃ ایضاً	//	۳۸۰	۱۱	۳۸۱	۱۵	//	عدارد	عدارد	کتاب التصوف وسلسلۃ اتباعین
	ایک صفحہ تیئس سطر							ایک صفحہ پانچ سطر							

فہرست

نمبر شمار	روض الازہر: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	ابتدا	انتہا	باب یا فصل	القول المستحسن: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	باب یا فصل	روض الازہر میں کیا زائد کیا	روض الازہر میں کیا کم کیا	وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے
۶	۲۶۸	۱۴	۲۷۰	۱۷	ونقل بعض الاکابر عن الایضاح	والزلل انتہی	خرقہ	۳۷۶	۱	۳۷۷	۱۳	خرقہ	ندارد	ندارد	ایضاح شرح حاوی الصغیر
	تین صفحہ چوبیس سطر							ایک صفحہ چار سطر							
۷	۲۷۰	۲۰	۲۷۱	۱۳	قال الامام خاتمۃ الحفاظ جلال الدین السیوطی	لقیہ لہ ممکن	خرقہ	۳۸۱	۱۸	۳۸۲	۹	خرقہ	ندارد	(۱) قُلتُ، ص:۲۷۱، سطر:۱۰ (۲) واجمع مشائخ التصوف علی ان الحسن البصری صحب علی ابن ابی طالب لَبِسَ منہ الخرقۃ ص:۲۷۱، سطر:۱۱ (۳) بلاواسطۃ، ص:۲۷۱، سطر:۱۳	بادالسر واسنی المطالب
	بیس سطر							گیارہ سطر							

فہرست

فہرست

نمبر شمار	روض الازہر: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	ابتدا	انتہا	باب یا فصل	القول المستحسن: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	باب یا فصل	روض الازہر میں کیا زائد کیا	روض الازہر میں کیا کم کیا	وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے
۱۰	۲۷۷	۱۵	۲۷۹	۳	واما قول السخاوی	فی عقبہ	خرقہ	۳۹۸	۱۲	۳۹۹	۱۱	خرقہ	قدرے	قدرے	
	ایک صفحہ پندرہ سطر							ایک صفحہ							
۱۱	۲۷۹	۲۳	۲۸۱	۱	قال القشاشی	اصحابہ انتہی	خرقہ	۳۹۵	۱۳	۳۹۶	۱۱	خرقہ	تغیرات کثیرہ	تغیرات کثیرہ	
	ایک صفحہ آٹھ سطر							ایک صفحہ							

فہرست

نمبر شمار	روض الازہر: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	ابتدا	انتہا	باب یا فصل	القول المستحسن: از صفحہ	از سطر	تا صفحہ	تا سطر	باب یا فصل	روض الازہر میں کیا زائد کیا	روض الازہر میں کیا کم کیا	وہ کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست ماخذات میں ان کا ذکر نہیں ہے
۱۲	۲۸۱	۲	۲۸۱	آخر	قال القشاشی	ما نوی انتہی	خرقہ	۳۹۹	۱۱	۴۰۰	۵	خرقہ		متروکات	
	پچیس سطر							چودہ سطر							
۱۳	۲۸۲	۱	۲۸۴	۲۰	وقال الشیخ الاکبر	بلفظہ مختصرا	خرقہ	۳۷۱	۱۵	۳۷۳	۱۵	خرقہ		متروکات	رسائل اکرم
	دو صفحہ بیس سطر							دو صفحہ							

فہرست

دو کتابیں جن کا حوالہ اس عبارت میں ہے مگر روض الازہر کی فہرست میں ان کا کوئی پتہ نہیں			رسائل الخرقہ				
روض الازہر میں کس باب میں			ندارد		ندارد		
روض الازہر میں کس فصل میں			ندارد		ندارد		
القول المستحسن	باب یا فصل		خرقہ		باب إرسال العذبه		
	از	صفحہ	۳۷۳	ایک صفحہ تیرہ سطر	۳۷۱	پانچ سطریں	تین صفحات ایک سطر
		سطر	۱۶		۱۲		
	تا	صفحہ	۳۷۵		۳۷۱		
		سطر	۹		۱۷		
روضۃ الازہر	باب یا فصل		خرقہ		باب تعمم طریق مسنونہ در بندش عمامہ		
	انتہا		کلام القشاشی		انتہی		
	ابتدا		قال الشیخ الاکبر		وقال الشیخ الاکبر		
	از	صفحہ	۳۸۷	دو صفحہ دس سطر	۲۹۲	نو سطریں	۴ صفحات ۳ سطر
		سطر	۱۲		۲۳		
	تا	صفحہ	۳۸۹		۲۹۵		
		سطر	۳۲		۲		
نمبر شمار			۱۲		۱۵		میزان کل

غالبًا اب توشاہ حبیب حیدر صاحب کواس امر کے تسلیم فرمالینے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ میں نے قول المستحسن دیکھی ہے جس کا مجھ پر قبل ازیں طعن فرمایا تھا۔چوں کہ روض الازہر ملفوظ ہے کسی خاص علم و فن کی کتاب نہیں ہے لہٰذا باوجودے کہ غالبًا برائے تعارف ذاتی بہت کثرت کے ساتھ علاوہ معتقدین خاندانی اغیار میں بھی مفت تقسیم کی گئی، مگر مع جلد ساڑھے چھ پونڈ یعنی سوا تین سیر کی وزنی کتاب اور وہ بھی زیادہ تر گھر ہی کے معاملات سے مملو، کون بالاستیعاب دیکھتا اور مقابلہ عبارات کی کسے پڑی تھی، لہٰذا ہر سہ برادران ”خرد“ و ”بزرگ“ و ”اوسط“ کی ہمت بڑھ گئی اور کارخانۂ تصانیف قائم ہوگیا، ہر کتاب کی قیمت بھی معقول وصول ہونے لگی، کاش یہ حضرات خود ستائی و محامد خاندانی ہی تک رہتے اور مذہب و معتقدات اہل سنت میں دخل نہ دیتے تو کوئی تعرض نہ کرتا اور ان حضرات کے ”انا و لا غیری “سے کسی کو سروکار نہ ہوتا۔بقول شاہ تقی حیدر صاحب مصنف کشف الآثار:

”جائے کہ موشان خانقاہ نعرۂ انی انا اللہ بر زبان دارند ، اگر گربہائے مدارس بصدائے انی اعلم مالا تعلمون دمار از روزگار ایشاں بر آرند عجبے نیست“۔(۱)	ترجمہ: جہاں خانقاہی چوہے ”انی انا اللہ“ (اپنی خدائی) کے نعرے لگاتے ہوں، وہاں اگر مدرسہ کی بلیاں ”انی اعلم مالا تعلمون“(اپنی ربوبیت)کی صدا سے ان کا ناک میں دم کردیں توکوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

آخر میں اتنی اور عرض ہے کہ روض الازہر میں جن حضرات کی تقاریظ ہیں، اور شاہ حبیب حیدر صاحب کی تصحیح و تطبیق عبارات کی تعریف میں قلم توڑ دیے، اور دواتیں پھوڑ دی ہیں انہیں ان کارگزاریوں کو بنظر غائر دیکھنا چاہیے کہ محض اعتبار و وجاہت ذاتی سے قلم اٹھانا بسا اوقات باعث ندامت ہوتا ہے، بالخصوص جن صاحب نے شاہ حبیب حیدر صاحب کو نتیجہ

(۱) کشف الآثار، ص:۲۰/

"نوع الانسان" قرار دیا ہے، بہت غور فرمانا چاہیے کہ اتنی سخاوت شرعًا و عرفًا نازیبا و غیر مستحسن ہے۔ شاہ حبیب حیدر صاحب کی کوئی ذاتی تصنیف یا تالیف دیکھنے میں نہیں آئی مگر روض الازہر میں جو کارگزاریاں ہیں وہی شاہ صاحب کے لیے کافی پردہ برافگن ہیں۔

"غنیۃ الطالبین" اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی:

اب ذرا خطوط شاہ صاحب ملاحظہ فرمائیں، بوارق العذاب کے حصہ اول میں ص: ۸۹/ پر شاہ صاحب کا پہلا خط ہے جس میں ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو مقولہ کتاب مستطاب "غنیۃ الطالبین" سے نقل کر کے تحریر فرمایا گیا ہے، تو اس کے متعلق اکثر علمائے کرام کا یہ ارشاد ہے کہ یہ حضرت کی تصنیف نہیں ہے، صرف آپ کی جانب منسوب کر دی گئی ہے۔ چناں چہ مولانا محمد نعیم لکھنوی فرنگی محلی و مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی و مولوی حکیم وکیل احمد سکندرپوری رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو اپنے مصنفات میں تحریر بھی کیا ہے۔ اول الذکر کا ایک رسالہ موسومہ بہ "تنقید الکلام المنسوب الیٰ غوث الانام" ہے، اور ثانی الذکر کی تصنیف ایک رسالہ "الرفع و التکمیل فی الجرح و التعدیل" ہے، یہ دونوں رسالے طبع بھی ہو گئے ہیں، اور یہ دونوں حضرات طریقتاً سلسلۂ عالیہ قادریہ کے منتسبین میں بھی تھے۔ مولوی حکیم وکیل احمد سکندرپوری کے رسالہ کا نام "صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان" ہے یہ طبع ہو گیا ہے۔"

شاہ صاحب کے یہ الفاظ:

" تو اس کے متعلق اکثر علمائے کرام کا یہ ارشاد ہے کہ یہ

حضرت کی تصنیف نہیں ہے۔"

اور اس کی تقویت کو تین نام پیش فرمادیے۔ مولانا محمد نعیم و مولوی حکیم وکیل احمد کی کتابیں میں نے نہیں دیکھیں، مگر مولانا عبدالحئی کا رسالہ "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" دیکھا ہے جس نے۔ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ترجمہ:

چور کس درجہ دلاور ہے کہ رکھتا ہے چراغ

کا مصداق آنکھوں سے دکھادیا۔

ملاحظہ فرمائیں الرفع و التکمیل فی الجرح و التعدیل:

"ومنهم من قال ان الغنية ليس من تصانيف الشيخ محى الدين ،فلا قدح عليه فى ذلك عند علماء الدين ،و يشهد لهٗ قول الشيخ عبد الحق الدهلوى فى عنوان ترجمة الغنية بالفارسية :

ترجمہ: انہیں علما میں بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ غنیۃ الطالبین حضرت غوث پاک کی تصنیف نہیں ہے۔لہٰذا اس بارے میں علمائے دین کے نزدیک حضرت غوث پاک پر کوئی اعتراض نہیں،اور شیخ عبدالحق دہلوی کا یہ قول جو غنیۃ الطالبین کے فارسی ترجمہ کے عنوان سے ہے اسی کی شہادت دیتا ہے:

"ہرگز ثابت نہ شدہ کہ ایں از تصنیف آنجناب ست اگر چہ انتساب آں بآنحضرت شہرت

"یہ امر ثابت نہیں ہے کہ یہ کتاب حضرت کی تصنیف ہے،اگرچہ ان کی طرف اس کا انتساب مشہور

دارد و نظر بر ایں کہ شاید دراں حرف از آنجناب بود ترجمہ کردم، چنانچہ علامہ میر حسین میبندی در دیباچہ دیوان کہ نزد عوام منسوب بحضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ست بر ہمیں اسلوب معذرت کرد۔ انتہیٰ۔

ہے۔(مگر) یہ سوچ کر کہ شاید اس میں کوئی حرف حضرت غوث اعظم ہی کا ہو، میں نے اس کا ترجمہ کر دیا، جیسا کہ علامہ میر حسین مینبندی نے اس دیوان کے دیباچہ میں جو عوام کے نزدیک حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیوان کہلاتا ہے، اسی قسم کی معذرت کی ہے۔

و حاصلهٔ انه لم يثبت ان الغنية من تصانيفهٖ و ان اشتهر انتسابها اليه . و غير خفى علىٰ كل نقى ما فى هٰذا الجواب من التباب، اما اولا فلان نسبتها اليه مذكورة فى كتب ابن حجر وغيره من الاكابر، فانكار كونها من تصانيفهٖ غير مقبول عند الاواخر. و امّا ثانياً فلان من طالع الغنية من اولها الىٰ آخرها حرفا حرفا علم كونها من تصانيفهٖ قطعاً .

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین کا غوث پاک کی تصنیف ہونا اگر چہ عام طور پر مشہور ہے (مگر) ثابت نہیں ہے۔ خیر اس جواب میں جو نقص ہے وہ صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جس کے تین سبب ہیں:

پہلا سبب یہ ہے کہ ابن حجر اور ان کے علاوہ دیگر اکابر کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غنیۃ الطالبین غوث پاک کی تصنیف ہے، لہٰذا متاخرین کے نزدیک اس کتاب کا غوث پاک کی تصنیف ماننے سے انکار کرنا نا

و اما ثالثا فلانہٗ علیٰ تقدیر تسلیم انہٗ لیس من تصانیفہٖ بل من تصانیف غیرہٖ لا یشك من یطالعها ان مؤلفها فاضل ربانی و کامل حقانی و ان کان غیر الشیخ الجیلانی ۔(۱)

مقبول ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جس شخص نے غنیۃ الطالبین کو اول سے آخر تک حرف بحرف پڑھا ہے اسے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کتاب ہونے کا کامل یقین ہے۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ بالفرض اگر اسے حضرت غوث پاک کی تصنیف نہ بھی مانا جائے بلکہ کسی اور کی تصنیف تسلیم کرلی جائے، تب بھی اس کے مطالعہ کرنے والے کو اس کے مؤلف کے فاضل ربانی اور عالم حقانی ہونے کا یقین ہوجائے گا۔

آج تک تو یہی پڑھا اور سنا تھا کہ "من" تبعیضیہ ہوتا ہے اور "منھم" کے معنٰی "ان میں سے بعض" ہوتے ہیں، مگر شاہ صاحب نے نیا انکشاف فرمایا کہ "من" اکثر کے معنٰی دیتا ہے۔ یہاں عجیب الجھن پیدا ہوگئی کہ مولانا عبد الحئی نے اس مبحث میں دس "منھم" لکھے ہیں "تین" مبحوث عنہ "منھم" سے قبل اور "چھ" بعد کو۔ کیا یہ سب اکثریت کے معنٰی میں ہیں؟ اگر نہیں تو اس چوتھے "منھم" میں کیا خصوصیت ہے؟ یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے؟ کیا مرجح شاہ صاحب کے ذہن شریف کو مان لیا جائے؟۔ اور اگر یہ سب اکثریت ہی کے معنٰی دے

---

(۱) الرفع التکمیل ص:۳۸۰/۳۷۹، تحت عنوان "تذنیب نبیه نافع لکل وجیه" اتحاد بک ڈپو دیوبند۔

رہے ہیں تو اقلیت کہاں گئی اور ان کا کیا خیال ہے ؟۔ یہ ایسی گتھی پڑ گئی ہے کہ جس کے حل کرنے سے بڑے بڑے متبحر عالم قاصر ہوں گے، ممکن ہے شاہ صاحب اپنی زور کرامت یا خدا داد ذہانت سے اسے حل فرمادیں تو کچھ تعجب نہیں۔ کرامات الاولیاء حق۔

دوسرے مولانا عبدالحی نے کیا "غیر خفی علیٰ کل نقی ما فی ھٰذا الجواب من التباب" لکھ کر اس قول کو بالکلیہ درجہ اعتبار سے ساقط نہیں کر دیا؟۔ پھر ایسے مرجوح و مردود قول کو استناد میں پیش کرنا کہاں کی ایمان داری اور دیانت ہے ؟۔ یہی تو برادر اصغر و مسترشد رشید شاہ علی حیدر نے احسن الانتخاب میں بھی کیا ہے کہ عموماً روایات مرجوحہ و مردودہ پر تمام عمارت کھڑی کر دی، اور بزعم خود آفتاب پر خاک ڈال دی، سچ ہے چھوٹے، بڑوں ہی سے سیکھا کرتے ہیں۔

اس قسم کے معارضات سے شاہ صاحب تکیہ کی چار دیواری کے اندر ممکن ہے ناواقف مسترشدین سے "اعجاز اعجاز" کی صدا سن لیں لیکن تکیہ سے باہر اضحوکۂ طفلاں (بچوں کا مذاق) بننے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ تیسرے کیا مولانا عبدالحئ نے وجہ اول میں اس کے تصنیف غوث الثقلین ہونے پر کتب اکابر سے حوالہ نہیں دیا ؟۔ چوتھے کیا وجہ ثانی میں "علم کونھا من تصانیفہٖ قطعاً" لکھ کر قول فیصل نہیں بیان کر دیا؟۔ پانچویں مولانا عبد الحئ نے وجہ ثالث میں بر تقدیر تسلیم اس کے مؤلف کو فاضل ربانی و کامل حقانی ظاہر کر کے غنیۃ الطالبین کو قابل استناد و استدلال نہیں ظاہر فرمادیا؟۔ اس جرأت و دیدہ دلیری میں شاہ صاحب قبلہ غالباً متفرد ہیں۔

پھر بوارق العذاب حصہ اول ص: ۔۔۔ پر شاہ صاحب کے دوسرے خط میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"اسی کتاب (غنیۃ) میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے اور علمائے حنفیہ کی اس کے متعلق تحریرات

ہیں ان کے متعلق کیا خیال کیا جائے؟"

میں نے اس وقت "تفنن طبع" کے طور پر جواب دے دیا تھا کہ "جو آپ کے والد نے خیال کیا ہو وہی خیال فرمالیجیے"۔

ناظرین! غنیۃ الطالبین کو اول سے آخر تک پڑھ جائیں کہیں امام اعظم کے متعلق کوئی لفظ برا یا خلاف ادب نہیں مل سکتا، بلکہ جہاں نام لیا ہے لفظ "امام" کے ساتھ ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں: فصل فی بیان وقت الصلوٰۃ "خلاف ما قال الامام ابو حنیفة". پھر فصل الصلوٰۃ خطرها عظیم "و قال الامام ابو حنیفة". اس سے بھی زیادہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت غوث اعظم نے امام ابو حنیفہ کو ہی امام اعظم مانا اور "ترضی" فرمائی:

"و هو مذهب الامام الاعظم ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه"۔(۱)

انصاف فرمائیے! کہ اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے امام اعظم کی ذات پر کوئی جرح فرمائی؟۔ کیا شاہ صاحب میں ہمت ہے کہ غنیۃ الطالبین سے ایک لفظ بھی خلاف شان امام اعظم دکھا سکیں؟ بات یہ ہے کہ شاہ صاحب دوسروں کے بھروسہ پر سنی سنائی اڑا دیا کرتے ہیں، خود تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا کرنا غالباً خلاف شان ہے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین میں بذیل ذکر حال "فرق ضالہ" یہ لفظ آ گئے ہیں:

"و اما الحنفیة فهم بعض	**ترجمہ:** ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
اصحاب ابی حنیفة النعمان	کے بعض اصحاب کو حنفیہ کہتے ہیں۔
بن ثابت زعموا ان الایمان	جن کے گمان میں اجمالی طور پر توحید
هو المعرفة و الاقرار بالله و	و رسالت اور تمام احکام خداوندی

(۱) غنیة، جز ثانی، ص:۵۲/۔ فصل فی الاختلاف فی قدر التکبیر فی هذه الایام۔ تجار الکتب، جالی محلہ، ممبئی

رسولہٖ و بما جاء من عندہ جملۃ ". (۱) کی معرفت اور اقرار کا نام ایمان ہے۔

اس پر روافض بغلیں بجانے لگے کہ حضرت غوث رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ کو مرجیہ ضالہ میں داخل کیا ہے۔ جیسا کہ مولانا عبد الحئ لکھتے ہیں:

"وقد استند بھٰذہ العبارۃ جمع من الشیعۃ، فطعنوا بہٖ الزاما علیٰ اتباع ابی حنیفۃ و زعموا انہ من المرجیۃ الضالۃ ". (۲)

ترجمہ: شیعوں کی ایک جماعت نے اس عبارت کو بطور سند پیش کیا ہے، اور امام ابو حنیفہ کی پیروی کرنے والوں پر اسی بنیاد پر طعن کیا ہے، اور (اپنے خیال میں) یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ گمراہ فرقے مرجیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

چوں کہ اس فرقہ کی باتیں حضرت کو مرغوب طبع ہیں اس لیے اس طعن کو بھی لے لیا ہے۔ حالاں کہ امام اعظم کا مسلک و مذہب اس زعم مذکورۂ غنیہ سے بالکل پاک و صاف ہے، بات وہی ہے جیسا محققین نے فرمایا کہ یہ الفاظ حضرت غوث کے انہیں بعض لوگوں کی نسبت ہیں جو اپنے آپ کو فروع میں حنفی کہتے تھے۔

یوں ہی شاہ صاحب نے مطاعن روافض سے حدیث رد حوض اٹھا کر مجھے لکھ دی تھی (ملاحظہ فرمائیں: شاہ صاحب کا دوسرا خط، بوارق العذاب حصہ اول ص:۱۱۴ر میں) اس پر میں نے عبارت تحفہ جواباً نقل کر دی تو دم بخود ہو گئے۔ ان حضرات کی خود کمائی کچھ نہیں ہے، دوسروں کے بھروسہ پر ہی محقق بننے کا شوق ہے۔

شاہ صاحب کے شاگرد رشید و مرید صادق و برادر خرد شاہ علی حیدر صاحب نے، جو بزعم

(۱) بحوالہ سابق، جز اول، ص:۹۱، فصل واما المرجیۃ۔

(۲) الرفع و التکمیل ص:۳۶۷ر۔

خود محقق و مؤرخ سب کچھ ہیں، احسن الانتخاب میں ص:۱۳۰/ پر قصہ یتیم واسیر بیان کر کے امام بخاری کا حوالہ دے دیا، اس پر صاحب ''فصل الخطاب'' نے اپنی کتاب میں اعتراض کر دیا کہ بخاری میں یہ مذکور نہیں، جس کے جواب میں کس ڈھٹائی سے ارشاد ہوتا ہے:

''اس کا ماخذ ''خلفاے راشدین'' مصنفہ مولوی حاجی معین الدین ندوی ہے، کتابت کی غلطی سے ماخذ درج ہونے سے رہ گیا''۔

خیال فرمائیے! کہ بخاری سی متداول کتاب کا بھی جو مقابلہ نہ کرسکے وہ مدعی تحقیق ہو؟ تعجب بالاے تعجب ہے۔ رہی کاتب کی غلطی، یہ پرانا چلتا ہوا جواب ہے، جسے احسن الانتخاب کے صحت نامہ نے، جس میں ایکس سونواسی غلطیاں درست کی گئی ہیں اور ایک نقطہ کی غلطی کو بھی نہیں چھوڑا ہے، دفع کر دیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں بھی کاتب ہی قصور وار قرار پائے۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کی کائنات یہی اردو رسائل اور سنی سنائی باتیں ہیں، باقی خدا کا نام ہے۔

غنیۃ الطالبین کی مزید تحقیق:

چوں کہ غنیۃ الطالبین کا ذکر آگیا ہے لہٰذا اس کی مزید تحقیق کر دینا بھی مناسب ہے۔ شاہ حبیب حیدر صاحب نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا کہ اس کے متعلق اکثر علماے کرام کا ارشاد ہے کہ یہ حضرت کی تصنیف نہیں ہے صرف آپ کی جانب منسوب کر دی گئی۔ ''رفع الحجاب'' جو بجواب ''فصل الخطاب'' شائع کی گئی، اس میں ص ۴۸/۴۹ پر لکھتے ہیں:

''علامہ تو مدعی تحقیق و تنقید معلوم ہوتے ہیں، کیا کتب غیر معتبرہ پر استدلال بھی تحقیق وصحیح تنقید کے تحت میں آجاتا ہے؟۔ اس کتاب کے متعلق زیادہ تلاش کی دردسری بھی نہ کرنا پڑتی اگر فرنگی محل ہی کے علما سے، جن کے اقوال کو علامہ بھی قابل استناد سمجھتے ہیں، دریافت فرماتے، تو وہاں کے ذی علم حضرات تو درکنار شاید بچے بھی علامہ کو مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کی کتاب ''تنقید الکلام المنسوب الی

غوث الانام'' کا حوالہ دیتے۔ اس کتاب کے متعلق بیشتر علما کا مقولہ یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت غوث پاک کی تصانیف سے نہیں ہے، مولانا محمد نعیم نے اسی مبحث پر تنقید الکلام لکھی ہے۔ اسی میں اس وقت صرف دو مقولے غنیۃ الطالبین کے متعلق ناظرین کے سامنے پیش کیے دیتا ہوں، اگر ناظرین زیادہ تحقیق و تلاش کے خواستگار ہوں تو وہ خود تنقید الکلام کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا محمد نعیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

''انتساب ایں کتاب بجناب مستطاب قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ بودن کلام مخدوش الزام از کلام بلاغت نظام آں قطب الانام محل صحیح کلام اند، توضیح و تلویح مرام آں کہ انتساب کتاب بجناب مستطاب پیش علمائے اعلام محل تامل و کلام ست۔ (۱)	ترجمہ: غنیۃ الطالبین کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ کی طرف انتساب کی بات مخدوش ہے۔ مقصد کی وضاحت یہ ہے کہ مشاہیر علما کے نزدیک غنیۃ الطالبین کا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب انتساب، محل نظر ہے۔

و تنقید الکلام ص: ۸/ (پر ہے):

''ہر گز ثابت نشدہ کہ ایں (غنیۃ الطالبین) از تصنیف آں جناب است، اگر چہ انتساب بآں حضرت شہرت دارد، و نظر بریں کہ	غنیۃ الطالبین کا تصنیف غوث اعظم ہونا اگر چہ عام طور پر مشہور ہے (لیکن) یہ امر ثابت نہیں ہے کہ یہ حضرت کی تصنیف

(۱) ....

شاید دراں حرف ازاں جناب بود ترجمہ کردم۔"(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ترجمہ غنیۃ الطالبین)	ہے۔(مگر) یہ سوچ کر کہ شاید اس میں کوئی حرف حضرت غوث اعظم ہی کا ہو میں نے اس کا ترجمہ کر دیا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ترجمہ غنیۃ الطالبین)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے الرفع و التکمیل میں بھی یہی لکھا ہے۔

پھر ص:۹۰/ پر لکھتے ہیں:

"اس کتاب کی حیثیت میں دیباچہ میں پیش کر چکا ہوں کہ اکثر علما کے نزدیک یہ حضرت غوث پاک کی تصنیف نہیں"۔

الرفع و التکمیل سے تو استدلال کی کیفیت آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ جس کا طنز دوسرے پر کرتے ہیں اسی میں خود مبتلا ہوتے ہیں۔ فرنگی محل جانے کی جو دعوت دی ہے اس کا قدرتاً جواب حضرت قطب میاں صاحب کے گرامی نامہ میں دیکھ لیجیے، جو اسی کتاب کی تمہید میں موجود ہے۔

آؤ بغداد چلیں:

میں نے بوارق العذاب کے حصہ اول میں جہاں غنیۃ الطالبین کو شاہ صاحب کی پانچ پشت کا مسلمہ خاندانی ہونا ثابت کیا ہے، وہاں لکھا تھا کہ "اگر گھر سے باہر نکلنے پر اصرار ہو تو سیدھے "بغداد شریف" چلیں"۔ اب ملاحظہ فرمائیں کتاب "الفتح المبین فی ما یتعلق بتریاق المحبین" مؤلفہ ابوالظفر ظہیر الدین السید عبدالرحمٰن سابق نقیب الاشراف بغداد شریف، ارشاد فرماتے ہیں:

"و لیعلم ان للشیخ مصنفات منھا الغنیۃ و	ترجمہ: واضح رہے کہ شیخ (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کئی تصنیفات ہیں،

هو كتاب جليل فيه المنية و منها فتوح الغيب. انتهیٰ"

جس میں سے ایک غنیۃ الطالبین ہے، یہ بڑی بابرکت کتاب ہے، اور انہیں میں سے فتوح الغیب ہے۔فقط

پھر ارشاد فرماتے ہیں:

" ثم اعلم ان كتاب الغنية مغنية للسالك المريد و الطالب المزيد فانهٗ جامع لفوائد العقائد و قواعد الطاعات من العبادات و الاخلاق الحسنة التى عليها مدار المبرات و احوال القيامة من اهوال الندامة مشحونا بالآيات و الاخبار و روايات الآثار وحكايات الاولياء من الاسرار و الانوار ما يتجلىٰ به خواطر الابرار"

ترجمہ: بیشک کتاب غنیۃ الطالبین ،مرید سالک اور طالب معرفت کو(دیگر کتابوں سے) بے نیاز کر دیتی ہے ، اس لیے کہ وہ طاعات و عبادات اور اخلاق حسنہ سے متعلق ان عقائد اور مفید قواعد، نیز قیامت کے احوال مثلاً ندامت کی ہولناکیوں (کے بیان) کو جامع ہے جن پر ہر عمل خیر کا دار و مدار ہے ۔ کتاب آیات و احادیث، آثار و روایات اور اولیاء اللہ کے اسرار وانوار کی ان حکایات سے بھری ہوئی ہے جن سے نیک لوگوں کے دل چمک اٹھتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

"قال الامام الحافظ قاضى القضاة مجير الدين

ترجمہ: حافظ ،قاضی القضاۃ ، امام مجیر الدین علیمی نے اپنی کتاب

العلیمی فی تاریخہٖ:

”کان سیدنا الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الحنابلۃ و شیخھم فی عصرہٖ، لہٗ کتاب الغنیۃ لطالبی طریق الحق و کتاب فتوح الغیب و غیرھما“.[1]

میں فرمایا:

ہمارے سردار شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں حنبلیوں کے امام اور پیشوا تھے، ان کی ایک کتاب غنیۃ الطالبین اور ایک کتاب فتوح الغیب ہے اور ان کے علاوہ (اور بھی) ہیں۔

عریضہ بخدمت سیف الدین سید ابراہیم قادری:

میں نے اپنے قیام ممبئی میں حضرت مولانا سیف الدین السید ابراہیم دامت برکاتہم، نزیل ممبئی کی خدمت میں ایک عریضہ بدست مسٹر قاسم بھائی، ساکن محلہ خوجہ، ممبئی حاضر کیا تھا ،جس کے جواب سے حضرت نے سرفراز فرمایا۔ یہاں اپنا عریضہ اور حضرت کا صحیفۂ شریفہ دونوں نقل کیے دیتا ہوں، ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور ان شاہ صاحبان کی ہٹ دھرمیوں کو بنگاہ عبرت دیکھیں:

نقل عریضہ

بحضرۃ المکرم ، ذی المجد و الفضل و الکرم دامت علینا برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

یوم حضوری بجنابکم نسیت ان اسئل من حضرتکم وھو یختلج فی بالی کثیرا ان بعض الناس

(۱) دیکھیں فتح المبین، ص:۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳/ مطبع خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ۔

يزعمون الكتاب المستطاب المسمىٰ بغنية الطالبين المنسوب الیٰ امام الدين ،غوث الانام، قدوة العلما الراسخين ، زبدة الاولياء و المتقين ، سند السادات، منبع السعادات سيدنا الشيخ محى الدين عبد القادر الجيلى البغدادى رضى الله عنه ، ليس من مصنفاته و مؤلفاته. فالمامول المرجو من حضرتكم ان اكتبوا ما عندكم ، و هو يكون لنا قولا محكماً ، لانّ اهل البيت ادریٰ بما فى البيت، و التمس من جنابكم العفو فى هٰذا التكليف و ارجو الدعاء.

الراجى الیٰ كرمكم

مصباح الحسن

ترجمہ: بخدمت اقدس معزز و مکرم، صاحب فضل و کرم، دامت علینا برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضری کے روز میں ایک بات پوچھنا بھول گیا، جو اکثر میرے دل میں کھٹکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین ، جو امام دین ، غوث انام، سردار علمائے کاملین، پیشوائے اولیا و متقین ، سرداروں کے سردار ، سخاوتوں کے مخزن سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب ہے (یعنی حضرت کی کتاب کہلاتی ہے)، کی نسبت یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ حضرت کی تصنیفات و تالیفات سے نہیں

ہے ، لہٰذا حضرت والا سے بہ کمالِ ادب ملتجی ہوں کہ جو بات اس معاملہ میں حضرت کے نزدیک حق ہو وہ تحریر فرمادی جائے ، وہی ہمارے لیے قوی سند ہوگی، کیوں کہ گھر والے ہی گھر کی حالت سے کما حقہ آگاہ ہوتے ہیں ، آخر میں بہ کمال ادب حضرت والا سے اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں اور دعاے خیر کی استدعا کرتا ہوں۔

امیدوار کرم والا
مصباح الحسن

نقل صحیفۂ کریمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله والصلوٰة و السلام علیٰ سیدنا محمد رسول الله و آلهٖ و صحبهٖ و اولياء امتهٖ اجمعين

من الفقير اليه سبحانه السيد ابراهيم سيف الدين القادری

الیٰ العالم الفاضل المولوی السيد مصباح الحسن سلمه الله تعالیٰ.

اما بعد :

فقد اخذت كتابك الذی استفسرت به عن الكتاب المبارك غنية الطالبين فاعلم حسب ما تلقيناه متواترا عن الآباء كبارا عن كبار و كذا المشهور بين الخاص و العام انه تاليف الغوث

الاعظم قطب الاقطاب ، سلطان الاولياء جدنا ، و مرشدنا سيدنا الشيخ محی الدين عبد القادر الجيلانی قدس سره، و ان اردتم الاستيضاح مفصلاً فعليك بكتاب "فتح المبين" الذی هو تاليف العالم الفاضل و الشيخ الكامل سيدی و جدی ابو الظفر ظهير الدين السيد عبد الرحمٰن المحض القادری ، نقيب الاشراف بغداد مستوفيا . و السلام عليكم ورحمة الله و بركاتهٗ

الفقير محمد ابراهيم سيف الدين گيلانی زاده

٤ / شعبان ۱۳۵۳ھ

ترجمہ: تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور درود و سلام نازل ہو ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اولیا پر۔

فقیر سید ابراہیم سیف الدین القادری کی جانب سے

عالم وفاضل مولوی سید مصباح الحسن سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف

حمد وصلاۃ کے بعد:

واضح ہو کہ مجھے آپ کا وہ خط ملا جس میں آپ نے کتاب مبارک غنیۃ الطالبین کی نسبت دریافت کیا ہے، تو معلوم ہو کہ ہم نے بطریق تواترا اپنے باپ دادا سے یہی سنا ہے اور ایسا ہی عام و خاص میں مشہور بھی ہے کہ کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین غوث اعظم قطب الاقطاب، سلطان اولیا، ہمارے جد امجد ومرشد و سردار شیخ محی الدین

عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی تالیف ہے، اگر اس سے زیادہ تفصیل و وضاحت منظور ہو تو کتاب ''فتح المبین'' پوری ملاحظہ فرمائیں جو عالم و فاضل شیخ کامل سیدی و جدی ابو الظفر ظہیر الدین السید عبد الرحمٰن المحض قادری، نقیب الاشراف بغداد کی تالیف کردہ ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فقیر محمد ابراہیم سیف الدین گیلانی زادہ

۴/ شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ

پھر ملاحظہ فرمائیں کتاب کشف الظنون:

''غنية الطالبين لطريق الحق'' للشيخ عبد القادر الكيلاني الحسنى المتوفىٰ احدىٰ و ستين و خمس مائة.[1]	ترجمہ: کتاب غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، متوفیٰ ۵۶۱ھ، کی تصنیف ہے۔

ناظرین کرام! شاہ حبیب حیدر صاحب کے خاندانی شواہد، بوارق العذاب حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیں، اور فرنگی محل کی شہادت کتاب ہٰذا کی تمہید میں معائنہ فرمائیں، اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاندانی گواہیاں یہاں دیکھیے اور شاہ صاحب کے علم و فضل و دین و دیانت کا مرثیہ پڑھیے۔

(۱) کشف الظنون، (کاتب چلپی) ج:۲، باب الغین، ص:۱۲۱۱، احیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان۔

نمونۂ تحقیق برادر اوسط شاہ تقی حیدر صاحب

برادر اوسط جناب شاہ تقی حیدر صاحب کی تحقیق بھی نمونتہً ملاحظہ فرمائیں ۔ ان کی صرف دو تصانیف نظر سے گذریں، ایک ''کشف الآثار'' جو اپنے عزیز قریب حافظ شاہ اکرام علی صاحب کی کتاب '' کاشف الاسرار'' کے جواب میں لکھی ہے، جس میں متانت و سلیم الطبعی کو بالکل رخصت فرمادیا ہے۔ چوں کہ وہ دو عزیزوں کا معاملہ ہے، لہٰذا غیر کو کیا تعلق، ہاں اس میں مبحث خواب ضرور ہر مسلمان کی توجہ کے قابل ہے، جس پر آئندہ کچھ لکھا جائے گا۔ دوسری تصنیف '' نفحات العنبریہ'' دیکھی جو ۱۳۳۹ھ میں چھپی۔ اس میں ص: ۲/ پڑھیے:'' حتیٰ الامکان پوری تحقیق سے لکھنا شروع کر دیا''۔ پھر اسی صفحہ پر اپنے برادر اکبر و مرشد شاہ حبیب حیدر صاحب کا فرمان لکھا:''غیر معتبر واقعات سے حتی المقدور احتراز کرنا''۔

یہ کتاب در اصل ''اصول المقصود'' کا ترجمہ ہے ،صرف فرق قائم رکھنے کو کچھ اور بزرگوں کے حالات بھی لکھ دیے ہیں۔مگر لطف یہ ہے کہ بلا ضرورت بھی بعض مباحث کو طویل کر دیا ہے اور اچھی خاصی طوالت دے دی ہے، مگر ضروری مواقع پر ایسی خاموشی اختیار فرمائی کہ ایک لفظ بھی لکھ دینا بمنزلۂ گناہ ہو گیا۔

دو چیز تیرۂ عقل ست دم فرو بستن
بوقت گفتن گفتن بوقت خاموشی

ترجمہ:

بے خرد رہتے ہیں ساکت بات کہنے کی جگہ
اور گویا ہوتے ہیں خاموش رہنے کی جگہ

ایک واقعہ:

مثلاً ملاحظہ فرمائیں، نفحات العنبریہ میں اپنے جد اعلیٰ شاہ کاظم صاحب کے حال میں تحریر کرتے ہیں:

"پھر آپ زیارت سے مشرف ہوئے تو عرض کیا کہ حضور! مجھ سے علاوہ مسلمانوں کے اہل ہنود بھی بہت ربط رکھتے ہیں۔ میں ان کو درود شریف بتاتا ہوں۔ ارشاد ہوا: کس قدر؟ عرض کیا کہ "ہزار بار" ۔ارشاد ہوا کہ" ان کی نجات کے لیے اسی قدر کافی ہے" ۔(۱)

یہ واقعہ شاہ تراب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی "اصول المقصود" اور "مطالب رشیدی" میں تحریر کیا ہے، مگر دونوں کتابوں میں علاوہ مسلمانان نہیں ہے۔ یہ واقعہ آیت کریمہ:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ"(۲)	ترجمہ: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کی جائے، اور اس سے کمتر جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

کے قطعًا خلاف ہے، نص قرآنی قطعی الدلالت یقینی ہے اور کشف و واقعہ ظنی ہے، کیوں کہ علاوہ انبیا علیہم السلام ہر صاحب واقعہ و مکاشف کی غلطی و سہو کا امکان موجود ہے۔ یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے کہ کافر کی نجات نہیں ہو سکتی، جیسا شاہ تراب علی صاحب "مطالب رشیدی" کے ص: ۱۵/ پر فرماتے ہیں:

"پروردگار کفر رانہ بخشد"۔ **ترجمہ:** اللہ تعالیٰ کفر کو نہیں بخشے گا۔

اور ص: ۱۷/ پر حضرات صوفیہ کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

---

(۱) نفحات العنبریہ، ص: ۳۴۹، شاہی پریس لکھنؤ، ۱۳۵۷ھ۔

(۲) پارہ: ۵/ سورۂ نساء، آیت: ۴۸/۔

"خداوند تعالیٰ راضی نیست مر بندگان خویش را بہ کفر و معصیت۔"

ترجمہ: خداوند عالم اپنے بندوں کے کفر و معصیت سے راضی نہیں ہے۔

پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:

"جملہ مسلماناں از اہل بہشت اندو جملہ کافران از اہل دوزخ۔"

ترجمہ: تمام مسلمان جنتی ہیں اور جملہ کفار دوزخی۔

پھر ص:۸ر پر تحت مسائل مجمع علیہ صوفیہ تحریر فرماتے ہیں:

"و اجماع دارند بر آنکہ کمال ایمان اقرار بزباں و تصدیق بدل و عمل کردن ست باعضا ۔ پس تارک اقرار کافر ست و تارک تصدیق منافق و تارک عمل فاسق و تارک اتباع مبتدع و بر آنکہ آدمیان تفاضل دارند در ایمان و بر آنکہ معرفت قلبی سود نہ کند تا تکلم نہ کند بہ کلمۂ شہادت الا آنکہ باشد عذرے مقبول در شرع۔"

ترجمہ: صوفیاے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ قلبی تصدیق، زبانی اقرار اور اپنے اعضا سے نیک اعمال کرنے پر ہی ایمان کی تکمیل موقوف ہے۔ لہٰذا ضروریات دین کا منکر کافر، اور دل سے تصدیق نہ کرنے والا منافق اور بد کردار فاسق اور پیروی نہ کرنے والا بدعتی ہے، نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ لوگ آپس میں بہ لحاظ ایمان متفاوت ہیں، نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ توحید و رسالت کے زبانی اقرار کے بغیر قلبی معرفت کچھ سود مند نہیں جب تک کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

ہندو اپنے عقیدے میں اور پختہ ہو گئے:

باوجودے کہ یہ واقعہ نص صریح قرآنی اور اجماع علمائے اہل سنت و صوفیہ کرام کے قطعاً خلاف ہے پھر بھی اس نجات کی کوئی تشریح نہیں فرمائی کہ اس سے کیا مراد ہے، اور کیا صورت ان کی نجات کی ہوگی، کیوں کہ مسئول عنہم کا ذکر بمقابلہ مسلمانوں کے کیا گیا ہے جو ان کے شرک و کفر پر صریح دال ہے، ایسا بھی کوئی واقعہ نہیں لکھا جس سے معلوم ہوتا کہ اس خاندان کے وابستگان ہندو آخر میں مسلمان ہوئے اور دنیا سے باایمان گئے، بلکہ بر خلاف اس کے ایسے واقعات موجود ہیں جن سے انہیں اپنے خیالات مذہبی میں اور پختگی ہو جانا ضروری ہے مثلاً: نفحات العنبریہ میں زبانی "بابو اودھ بہاری لعل" مرید حافظ شاہ علی انور صاحب، پدر بزرگوار شاہ حبیب حیدر صاحب و مصنف نفحات، بذیل بیان کرامات تحریر کیا ہے:

"**کرامت:۔** مجھے کبھی کبھی یہ خطرہ آتا تھا کہ میں ہندو ہوں اور حضرت پیر و مرشد مسلمان، پھر نباہ کیسے ہوگا؟۔ ایک روز میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ پنڈت کی شکل میں آپ زرد ریشمی دھوتی، جس کو "پتام بھر" کہتے ہیں، باندھے ہوئے ہیں، ٹیکا صندل کا پیشانی پر لگا ہوا ہے، "جنیو" (زنار) تین انگل چوڑا، جس پر "رام رام" ہر مقام پر کڑھا ہوا ہے، پہنے ہوئے ہیں (یہ جنیو، بڑے بڑے رشی منی استعمال کرتے ہیں) اور پوتھی کا بستہ کندھے پر رکھے مرگ چھالا لپٹا ہوا، بغل میں دبائے، سنکھ بجا رہے ہیں ﴿12﴾۔ یہ دیکھ کر مجھے یقین ہوا کہ ہر شکل و ہر مقام پر آپ ہیں"۔ (۱)

فرمائیے! یہ ہندو اپنے عقائد کفریہ میں اور پختہ ہوا یا مذبذب؟۔ نیز اسی نفحات العنبریہ میں بذیل واقعات مرض وفات حافظ صاحب مذکور ہے:

(۱)-نفحات العنبریہ، ص:۵۴۰ر۔

"بابو اودھ بہاری لعل صاحب بیان کرتے تھے کہ اسی زمانہ میں ایک روز لکھنؤ سے شام کو حاضر ہوا، آپ اس وقت لیٹے تھے اور چند احباب حاضر تھے، ان سے کچھ فرما رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ: "بابو جی! رام نام ست ہے، ست بو بو مکت ہے"۔ (۱)

گہ بت شکنی گاہ بہ مسجد زنی آتش
از مذہب تو گبر و مسلمان گلہ دارد

ترجمہ:

بتوں پر ہے کبھی حملہ کبھی دھاوا ہے مسجد پر
ترے مذہب سے نالاں ہیں مسلماں بھی برہمن بھی

یا نفحات العنبریہ میں منشی شکور احمد صاحب کی زبانی تحریر کیا ہے:

"ایک مرتبہ عرس شریف میں، میں اور راجہ صاحب (یہ راجہ صاحب ہندو مذہب کے تھے اور حافظ علی انور صاحب کے معتقد خاص تھے۔ مصباح الحسن) ملا پور حاضر تھے کہ حضرت تشریف لائے اور راجہ صاحب سے فرمایا کہ "ہم فقیر بے نوا ہیں، آپ کو یہ دعا دیتے ہیں کہ حسب خواہش آپ کو کرشن جی کے درشن ہو جائیں" اور رخصت کر دیا۔ حالاں کہ گزشتہ مرتبہ عرسوں میں حضرت کے والد بزرگوار ان کو کوئی کپڑا یا مٹھائی، و میوہ دے کر رخصت کیا کرتے تھے، غرضے کہ میں اور راجہ صاحب ملا پور روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر چار، پانچ روز کے بعد معلوم ہوا کہ راجہ صاحب گھر نہیں جاتے، اور پوجا پاٹ کے لیے بھی باہر نہیں نکلتے، اپنی کوٹھی کے آرام کمرہ میں لیٹے رہتے ہیں، راجہ

(۱)-بحوالہ سابق، ص:۵۶۹/ر۔

صاحب کی اس حالت سے ان کے گھر والوں کو بہت تشویش ہوئی۔

چناں چہ رانی صاحبہ نے مجھ کو بلا کر کہا کہ "تم جاکر دریافت کرو کہ کیا معاملہ ہے"۔ میں گیا اور بعد مزاج پرسی، گوشہ نشینی کی وجہ دریافت کی، راجہ صاحب نے کہا:

"نہ میں بیمار ہوں اور نہ مجنوں، بلکہ حضرت کے ارشاد و توجہ سے مجھ کو کرشن کے درشن ہورہے ہیں، جتنی صورتوں میں کرشن جی نے لیلا کیا تھا ان سب کا مشاہدہ ہو رہا ہے، اس مشاہدہ سے مجھ کو اس قدر لذت و سرور ہے جو بیان سے باہر ہے، جس کے سامنے کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، بولنا، چالنا سب ہیچ ہے"۔ (۱)

اسی طرح بہت سے واقعات اس کتاب میں مذکور ہیں، مگر کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس سے ہندو مریدین کو اپنے خیالات و عقائد کفریہ و شرکیہ سے تنفر و انحراف ہوتا، بلکہ ایسے واقعات ہیں جن سے اپنے خیالات قدیم میں اور پختہ اور مضبوط ہو جائیں۔

نفحات العنبریہ کی پریشان کن روایات:

صاحب نفحات العنبریہ نے اس قسم کی روایات جو ہر شخص کے خیالات پریشان کر دینے والی ہوں، بہت جمع فرمائیں، لیکن تشریح و توضیح کہیں نہیں فرمائی، مثلاً اسی کتاب میں ہے:

"آپ اکثر واقعات میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک روز آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے تناسخ کے متعلق پوچھا، ارشاد ہوا کہ "امم سابقہ میں تھا، مگر میرے زمانہ سے موقوف ہو گیا"۔ (۲)

(۱) بحوالہ سابق، ص:۵۲۵ر۔

(۲) بحوالہ سابق، ص:۳۴۹ر۔

یہی واقعہ ''اصول المقصود''میں شاہ تراب علی صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

''روزے در واقعہ و مکاشفہ با حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و سلم ملاقی شدند، درباب تناسخ سوال کردند ، بجوابش سر فراز شدند کہ ''سابق در عہد برادرم موسیٰ ، و عیسیٰ و غیرہم علیہم السلام تناسخ بود، اما در عہد و بعثت من ، ازیں پارۂ زمین موقوف شد، یعنی از مکہ و مدینہ۔''(۱)	ترجمہ: ایک دن شاہ کاظم صاحب مکاشفہ اور واقعہ میں حضرت رسالت پناہ ﷺ سے ملے اور حضور اکرم ﷺ سے تناسخ کے متعلق سوال کیا، تو اس جواب سے سرفراز ہوئے کہ ''اس سے پہلے میرے بھائی موسیٰ، وعیسیٰ وغیرہم علیہم السلام کے زمانہ میں تناسخ تھا، مگر میرے زمانہ میں اس حصہ زمین یعنی مکہ، مدینہ سے موقوف ہوگیا''۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ ''اصول المقصود''اور ''نفحات العنبریہ''میں یہ فرق کیوں رکھا گیا، یعنی ''ازیں پارۂ زمین''کو کیوں محذوف کیا؟، اور شاہ تراب علی صاحب کی تفسیر یعنی ''از مکہ و مدینہ'' کو کیوں چھوڑ دیا؟ کیا دو واقعے جدا جدا ہیں یا ایک، اور بہر صورت کس روایت سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ اعتقاد تناسخ کا کسی نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا؟۔

تناسخ نام ہے ''آواگون''کا جو عموماً ہندوؤں کا مشہور عقیدہ ہے، وہ بوجہ روح کو قدیم ماننے کے کہتے ہیں کہ روحیں محدود ہیں، جو تبدیل قالب حسب اعمال کرتی رہتی ہیں، اسی واسطے ان کے یہاں جنت و دوزخ اسی اچھے برے قالب کا نام ہے۔ اگر اس روایت میں تناسخ سے یہی مراد ہے تو حسب روایت اصول المقصود صرف ''مکہ و مدینہ'' سے موقوف ہونا کیا معنی؟، اور حسب روایت نفحات العنبریہ تخلیق عالم کا نظام تبدیل ہونے کی کیا صورت؟''لا

(۱) اصول المقصود، ص:۳۹۳، اصح المطابع، لکھنؤ، ۱۳۱۲ھ

تبدیل لخلق اللہ'' ناطق ہے۔ علاوہ ازیں ایک تناسخ مان لینے سے خواہ وہ کسی زمانہ میں کیوں نہ ہو بہت سے کفریات قطعیہ ماننے پڑیں گے ''روح کی قدامت''، ''کم سے کم ایک وقت محدود کے بعد تخلیق روح موقوف''، ''ثواب و عقاب تبدیل قالب میں منحصر''، ''جنت و دوزخ غائب''، ''قیامت و حشر اجساد بے کار''۔ عالمگیری میں ہے:

''یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الیٰ الدنیا و بتناسخ الارواح.''(۱)

ترجمہ: ارواح کے تناسخ اور مردوں کے دنیا کی جانب لوٹنے کے قائل ہونے کی بنا پر روافض کی تکفیر واجب ہے۔

خود روض الازہر میں ''مسئلہ ہشتم فرق در میان بروز و تناسخ'' میں تناسخ کو تمام صوفیہ کرام کے نزدیک باطل و غلط بتایا، حتیٰ کہ فرمایا:

تناسخ زآں سبب شد کفر و باطل
کہ آواز تنگ چشمی گشت حاصل (۲)

ترجمہ:

تناسخ اس لیے ہے کفر و باطل
کہ اس سے بخل حق ہوتا ہے حاصل

ایسے اہم معاملہ کو اتنا بیگانہ وار چھوڑ دینا تعجب بالائے تعجب ہے۔ نفحات العنبریہ باعتبار اکثر حصہ کے اصول المقصود کا ترجمہ ہے، صرف برائے گفتن مستقل تصنیف ہے، لیکن بعض جگہ دونوں میں عجیب اختلاف ہے۔ نفحات العنبریہ میں شاہ کاظم صاحب کے ایک مسترشد خاص سے کچھ واقعات، شاہ صاحب کی معراج وغیرہ کے لکھنا شروع کیے ہیں، آخر میں ص:۳۴۵

(۱) فتاویٰ عالم گیر، ج:۲، ص:۲۶۴، الباب التاسع فی احکام المرتدین، دار الکتاب دیوبند۔
(۲) روض الازہر، ص:۴۱۹/۴۲۱۔

ر میں لکھا:

”پھر ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے، اور شاہ محمد کاظم بر **قلب** محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس طرح کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھے“۔

یہی واقعات انہیں مسترشد کی زبانی اصول المقصود میں ص:۲۸۵ر سے لکھنا شروع کیے ہیں اور ۲۸۶ر پر تحریر ہے:

”ونیز یک بار دیدم شخصے می گوید کہ ہر ولی بر قدم نبی باشد، شاہ محمد کاظم بر قدم محمد صلی اللہ علیہ اند، چناں کہ غوث الاعظم بودہ اند۔“

ترجمہ: ایک مرتبہ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ ”ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور شاہ محمد کاظم، محمد ﷺ کے قدم پر ہیں، جیسے کہ حضرت غوث الاعظم تھے“۔

معلوم نہیں اس ایک واقعہ میں فرق ”قلب“ و ”قدم“ کیوں ہے۔ قدم کا ترجمہ قلب تو ہو ہی نہیں سکتا، سہو قلم ناسخین بھی نہیں ورنہ اصول المقصود کے صحت نامہ میں قدم کی جگہ قلب ہوتا، یا نفحات العنبریہ کے صحت نامہ میں قلب کا قدم ہوتا، جو دونوں میں نہیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ اپنے جد اعلیٰ کے لیے ان کے (صلی اللہ علیہ وسلم) قدم پر ہونا اچھا نہ معلوم ہوا جنہیں قبل ازیں شاہ کاظم صاحب کے مزدوروں کی ہمراہی دے چکے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

پیغمبر اعظم مزدوروں کی صف میں:

”آپ (شاہ کاظم صاحب) کی حسب خواہش شیخ طفیل علی صاحب نے اسی دالان پر کمرہ بنوا دیا، جس میں آخر عمر تک آپ رہے۔ جس زمانہ میں وہ کمرہ بنتا تھا تو حضرت غوث ملت (شاہ تراب

علی صاحب) نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مزدوروں کے ساتھ ٹوکری سر مبارک پر رکھ کر بالا خانہ پر لے جاتے ہیں، یہ واقعہ انہوں نے آپ سے بیان کیا، آپ نے خوش ہوکر فرمایا کہ " یہ بہت بڑی بشارت ہے، یقین ہے کہ یہ مکان نہایت متبرک و پائدار آباد ہوگا"۔[۱]

لا الہ الاّ اللہ ! جہاں جرأت و بے باکی اس معراج کمال پر ترقی کرگئی وہاں ہم سے خاک نشیں کیا دم مار سکتے ہیں۔ درجۂ مساوات تو "عبدہٗ و رسولہٗ" بن کر حاصل کر لیا تھا[۲] ترقی باقی تھی، وہ یہاں حاصل ہوگئی۔ یہی مصنف شاہ تقی حیدر صاحب "کشف الآثار فی رد کاشف الاسرار" میں، بجواب اعتراض حافظ اکرام علی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ واقعہ اسی "مجاہدات الاولیا" میں بصفحہ:۱۵/ خود حضرت مؤلف کتاب کے ہاتھ کا لکھا ہوا حاشیہ پر موجود ہے۔ جو نفحات العنبریہ کی فہرست ماخذات میں بصفحہ:۴/ سب سے آخر سطر میں درج ہے۔ جس کو شک ہو اصل کتاب آکر دیکھ سکتا ہے۔ یہاں وہ اصل عبارت نقل کی جاتی ہے:

"در باغ مقابر جدی خود کہ ملصق از تالاب است، یک حجرہ تنگ و تاریک فرمایش کردند، مہاراجہ، یک دالانی پختہ مع چار دیواری پختہ، ویک حجرہ، چناں کہ

ترجمہ: شاہ کاظم صاحب نے اپنے جدی قبرستان والے باغ میں، جو تالاب سے متّصل ہے، ایک مختصر کٹھریا بنوانے کی فرمائش کی۔ جس پر مہاراجہ نے ایک پختہ دالان، مع پختہ

(۱) نفحات العنبریہ، ص:۳۳۸/
(۲) دیکھیں نفحات العنبریہ، ص:۳۴۱/

می خواستند، تیار کنانیدہ داد۔ ازاں وقت سکونت آں جا مقرر شد، شب وروز مع چند خادمان می ماندند وچلہ ہم ہماں جامی کردند۔

چوں کثرت خادمان و مسافران بسبب جاہ و جلال مہاراجہ بسیار شد خواستند کہ مکانے بالائے ایں دالان ساختہ، خود ہماں جا باشند، و مردم دیگر در دالان۔ ایام گرانی بود، کہ شیخ طفیل علی بالا خانہ تیار کنانیدہ دادند۔ پس تا آخر عمر سکونت حضرت ہماں جا می ماند۔

ہنگام تیاری آں مکاں فقیر کہ خورد سالہ بود، دید کہ پیغمبر علیہ السلام مثل مزدوران ٹوکرہ بر سر نہادہ بہ بالا خانہ می برند۔ مردے گفت کہ ایں پیغمبر علیہ السلام اند کہ بر سر ٹوکرہ می دارند، آداب بجا آر، پس آداب بجا آوردم، چوں ایں واقعہ از حضرت صاحب بیان

چار دیواری کے اور حسب خواہش ایک حجرہ بنوا دیا۔ اس وقت سے وہیں سکونت مقرر ہوگئی۔ خود مع چند خادموں کے رات دن وہیں رہتے تھے اور چلہ بھی وہیں کرتے تھے۔

جب مہاراجہ کے جاہ و جلال کی بدولت مسافروں اور خادموں کی کثرت ہوئی تو دالان مذکور پر ایک مکان بنوا کر خود وہاں رہنا چاہا، تاکہ اور لوگوں سے علاحدگی اور تنہائی ہو جائے۔

قحط سالی کا زمانہ تھا کہ شیخ طفیل علی نے حسب منشا بالا خانہ تیار کرا دیا جس میں آخر عمر تک حضرت کی سکونت رہی، اس بالاخانہ کی تعمیر کے زمانہ میں فقیر (شاہ تراب علی صاحب) نے باوجودے کہ بچہ تھا، یہ دیکھا کہ حضرت رسول کریم ﷺ مزدوروں کی طرح سر پر ٹوکرہ رکھ کر لے جارہے ہیں۔ ایک شخص نے کہا: "یہ سر پر ٹوکرہ لے جانے والے

کردم، بسیار خوش شدند و فرمودند کہ ''ایں بشارتے است عظیم، یقین است کہ ایں مکان پائدار، متبرک شود''، ازاں وقت تا ایں دم آں بالا خانہ قائم است و فقیر ہماں جا می گزارد''۔ (۱)

پیغمبر خداہیں، انہیں سلام عرض کرو'' تو اس کے کہنے پر میں نے آداب و سلام عرض کیا۔ جب میں نے اس واقعہ کو حضرت صاحب سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ ایک بہت بڑی بشارت اس مکان کے پائدار و متبرک ہونے کی ہے''

جب سے اب تک یہ بالا خانہ بدستور قائم ہے، جس پر فقیر رہا کرتا ہے۔

پس کسی اصل واقعہ کی نقل سے مؤلف نفحات پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ کیوں کہ ''ناقل سے تصحیح نقل کے سوا اور کسی سوال کا حق ہی نہیں ہے'' یہ بات ان حضرات کے خوب زبان زد ہے کہ ناقل سے تصحیح نقل کے سوا اور کسی سوال کا حق ہی نہیں۔ پہلے تصحیح نقل ہی کو دیکھیے:

شاہ حبیب حیدر صاحب کی حالت الروض الازہر کی عبارات میں دیکھ لی۔ ان صاحب کی کیفیت اوپر دو نقول میں دکھا چکا کہ '' قدم'' کا'' قلب'' کیا، ''ازیں پارۂ زمیں'' اور '' مکہ و مدینہ'' کو محذوف فرمایا۔ تیسرے اس میں بھی ملاحظہ فرمائیے '' فقیر کہ خورد سالہ بود'' کو حذف فرما گئے، تاکہ کوئی شخص یقین کرنے میں مذبذب نہ ہو جائے کہ خواب ہے، اور وہ بھی بچہ کا۔ دوسرے لفظ ''دید'' کے ترجمہ میں ''خواب'' کو متعیّن کر دینا کس قرینۂ صارفہ کی بنا پر ہے؟۔ ''مثل مزدوران'' اور ''مزدوروں کے ساتھ'' میں فرق بین ہے۔ اس مثل کو معیت میں منحصر کر دینا اور تشبیہ ''بر سر نہادن'' سے نکالنے کی کیا وجہ ہے؟۔ ''مردے گفت'' سے ''بجا آوردم'' تک متروک کر دینے کا کیا سبب ہوا؟۔ یہ واقعہ علاوہ ازیں کہ موہن و منقص ذات و مراتب سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ

(۱) کشف الآثار، ص: ۳۷۔ نگار مشیں پریس، مطبوعہ ۱۳۴۶ھ۔

وسلم ہے، خود صاحب واقعہ شاہ تراب علی صاحب اور ان کے قابل فخر فرزند مولانا تقی علی صاحب اور ان کے جانشین حافظ علی انور صاحب، سب کے نزدیک غیر معتبر ہے، جبھی تو شاہ تراب علی صاحب نے ''اصول المقصود'' میں سب کچھ لکھا مگر اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا، حالاں کہ اصول المقصود شاہ کاظم صاحب کا مفصل ملفوظ اور ۳۲۳/ جز کی کتاب ہے، نفحات العنبریہ ص:۳۹۱/ میں ہے:

> ''کتاب مستطاب اصول المقصود ہے جو در اصل حضرت عارف باللہ کا مفصل ملفوظ ہے۔''

مولانا تقی علی صاحب نے الروض الازہر میں کہیں ذکر نہ کیا، حالاں کہ وہ بھی شاہ تراب علی کا ملفوظ ہے، اور شاہ کاظم صاحب اور شاہ تراب علی کے حالات موجود ہیں۔ نفحات العنبریہ ص:۴۹۴/ ''ذکر روض الازہر'' میں ہے:

> ''جس کو حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کا ملفوظ کہنا چاہیے۔''

نہ حافظ علی انور صاحب نے اسے کہیں تحریر فرمایا، ورنہ مصنف جواباً صرف ''مجاہدات الاولیا'' کو نہ پیش کرتے۔ تعجب ہے کہ خواب ہٰذا اس کتاب میں تحریر کیا جس کے متعلق نفحات العنبریہ ص:۳۹۲/ میں لکھا ہے:

> ''اس میں اولیاے متقدمین و متاخرین و حضرات قلندران عظام کے حالات ریاضات و مجاہدات تحریر فرمائے ہیں۔''

یعنی اس کتاب سے اور اس خواب سے کوئی لگاؤ ہی نہیں۔ اس خواب کا ذکر تحریر کرنے کو موزوں صرف کتاب ''اصول المقصود'' ہی تھی، اس میں ص:۳۹۳/ پر ذکر تعمیر دالان موجود ہے۔ شیخ طفیل علی صاحب بانی بالاخانہ کا مستقل حال ص:۴۹۴/ سے ۴۹۶/ تک تحریر کیا، مگر خواب ہٰذا نادارد ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان حضرات کو معلوم نہیں تھا، کیوں کہ شاہ تراب علی صاحب تو خود صاحب واقعہ ہیں، شاہ تقی علی صاحب نے اگر بفرض اپنے والد ماجد یعنی صاحب واقعہ سے

نہیں بھی سنا تھا تو مجاہدات الاولیا تو ضرور دیکھی ہوگی، کیوں کہ شوق کتب بینی اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حافظ شوکت علی صاحب کی ''دو، تین ہزار کتابیں'' جو بوجہ فتنۂ غدر، تکیہ میں چند دنوں کو امانت رکھی تھیں، ''کئی بار'' ملاحظہ فرمالیں (۱)۔ پھر گھر کی کتاب نہ دیکھنا، اور اس سے بے خبر رہنا خلاف عقل ہے۔ حافظ علی انور صاحب نے بھی اجتماع حالات وکرامات میں جو جدوجہد فرمائی وہ خطوط مولانا حبیب علی صاحب اٹاوی وحکیم سید مشرف حسین صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہما، مذکورہ کشف الآثار ص:۳۱، ۳۲/ سے ظاہر ہے۔ پھر اس واقعہ کو کیوں نظرانداز فرمایا۔ ع

یار در خانہ من گرد جہاں می گردم

اس قول کی حقیقت کہ ناقل صرف تصحیح نقل کا ذمہ دار ہے:

اب قول ''ناقل سے تصحیح نقل کے سوا اور کسی سوال کا حق ہی نہیں'' کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ الرفع و التکمیل مصنفہ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی، (میں ہے):

''و منهم من قال ان الشيخ لم يذكر ذلك من عند نفسهٖ بل نقلهٗ عن غيرهٖ و الناقل ليس عليه الا تصحيح النقل و انما العهدة على ما منه النقل ، و فيه سخافة ظاهرة عند اهل الفضل ،فان العالم المتبحر والصوفى المتبصر

ترجمہ: انہیں علما میں بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں: '' غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اپنی طرف سے ذکر نہیں کی ہے، بلکہ دوسروں کا قول نقل کیا ہے، اور ناقل پر تصحیح نقل کے علاوہ کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے، ہاں اس کا قائل ضرور ذمہ دار ہے۔''

اس قول کی نامعقولیت اہل فضل

(۱) دیکھیں مواہب القلندر، مقدمہ روض الازہر ص:۱۴۰/

لا یعذر فی نقل مثل ھٰذا الباطل بل لا یحل نقله الا للرد علیه و القدح فیه علیٰ الوجه الکافل و ان شئت تفصیل ھٰذا فارجع الیٰ رسالتی "تذکرة الراشد برد تبصرة الناقد" (۱)

سے پوشیدہ نہیں، کیوں کہ کوئی بھی متبحر عالم اور صاحب بصیرت صوفی ایسی رکیک بات نقل کرنے میں معذور نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ پوری ذمہ داری کے ساتھ رد و ابطال کے علاوہ ایسے قول کا نقل کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ اگر اس کی تفصیل مد نظر ہو تو میرے رسالہ "تذکرۃ الراشد وتبصرۃ الناقد" کو دیکھو۔

نگاہ بصیرت ہو تو شرمائیں اور عبرت حاصل کریں۔ آخر میں اتنا اور عرض کرنا ہے کہ اصول المقصود ص:۳۹۸؍ پر شاہ تراب علی صاحب فرماتے ہیں:

" مخفی مباد کہ نزد آنحضرت (شاہ کاظم) رویائے صالحہ وواقعات کشف و کرامات را ہرگز قدرے واعتبارے نبودہ است۔"

ترجمہ: پوشیدہ نہ رہے کہ آنحضرت کے نزدیک سچے خوابوں، واقعات اور کشف و کرامات کا ہرگز کوئی اعتبار نہ تھا۔

یہی شاہ تقی حیدر صاحب نے بھی نفحات العنبریہ ص:۳۵۱؍ پر لکھا ہے:

" آپ کے نزدیک رویائے صالحہ و واقعات وکشف وکرامات کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ "

چوں کہ لفظ "اعتبار" لکھ دینے سے نفحات العنبریہ کے بہت سے واقعات ناقابل اعتبار ہوئے جاتے تھے، جن پر زیادہ تر مدار کتاب ہے، لہٰذا لفظ "قدرے" کا ترجمہ " وقعت " لکھ

(۱) الرفع والتکمیل، ص:۳۷۹؍

دیااور ''اعتبارے'' کاترجمہ محذوف فرمادیا۔ ولنعم ما قیل ؎

نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

ترجمہ:

میں شب نہیں جو کہوں تجھے خواب کی باتیں
غلام مہر ہوں پوچھ آفتاب کی باتیں

شاہ تقی حیدر صاحب نے کشف الآثار میں اس خواب کی جو تاویلات فرمائیں اور استناد میں جو امور اور واقعات پیش کیے وہ سب ''دور از کار'' اور ''قیاس مع الفارق'' کی واقعی مثال ہیں کہ کجا ''سنگ بنیاد رکھنا'' اور کجا ''مزدور بننا''، کجا ''کعبۃ اللہ شریف اور مسجد قبا'' اور کجا ''شاہ صاحب کا کوٹھا''، کجا ''غزوۂ خندق میں صحابۂ کرام کو شرف معیت سے سرفراز فرمانا'' اور کجا ''کاکوری کے پاسیوں کے ہمراہ مزدوری کرنا''۔ ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ترجمہ:

ہرمرتبہ کا حکم جدا ہوتا ہے
جو فرق مراتب نہ کرے ہے گمراہ

اس کتاب ''نفحات العنبریہ'' میں تعلیلات لاطائل بھی بہت فرمائی ہیں، لیکن ان سے تعرض کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ چوں کہ یہ کتاب بھی در اصل حالات بزرگان سلسلہ میں تحریر کی گئی اور زیادہ تر ''اصول المقصود'' کا صرف ترجمہ ہے۔ بغرض اظہار فرق و امتیاز چند اور بزرگوں کے حالات بھی درج کردیے ہیں، لہٰذا عموماً غیر متعلق اہل علم تک نہیں پہنچی کہ تعرض کیا جاتا، اس لیے ان حضرات ثلاثہ کی جرأت ترقی پذیر رہی۔

نمونۂ تحقیق برادر اصغر علی حیدر صاحب

برادر اصغر شاہ علی حیدر صاحب کو بھی بزمرۂ مصنفین مشہور ہونے کی ہوس دامن گیر ہوئی۔ یہ اپنے ہر دو برادران اکبر و اوسط سے ''گوئے سبقت'' بھی لے گئے کہ ان دونوں حضرات نے جو کچھ بھی کوشش فرمائی وہ صرف اسی میں محدود تھی کہ تمام مراتب باطنی و مدارج ولایت گھر سے باہر نہ جا سکیں اور تمام عالم ان امور میں انہیں کے خوان کرم کا ریزہ چیں رہے۔ مگر انہوں نے اس میدان کو غالبًا پامال یا تنگ سمجھا اور وہ مبحث اختیار فرمایا جو تیرہ سو برس سے ''عبداللہ ابن سبا یہودی'' کی امت اور جماعت حقہ اہل سنت میں آماجگاہ، وما بہ الامتیاز بنا ہوا ہے، جس سے ہر دو فریق کا بچہ بچہ واقف ہے۔

روافض حتی الامکان دائرۂ صحابیت کو تنگ کرنا اور ان ذوات مقدسہ پر طعن و تشنیع کرنا ضروریات دین سے جانتے ہیں، اسی کی تقلید حضرت نے فرمائی اور ایک کتاب بنام '' السیرۃ العلویہ'' لکھی، اور شاہ حبیب حیدر صاحب نے اپنے خط مورخہ یکم محرم الحرام بایں الفاظ اس کی تصدیق و توثیق فرمادی:

> ''اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ خلاف ارشادات علمائے اہل سنت و جماعت نہیں۔''

پھر یہ الفاظ بھی معائنہ کیجیے:

> '' سمجھ میں نہیں آیا کہ کون امر خلاف ارشادات سلف صالح تحریر میں آیا؟''۔ (۱)

(۱) دیکھیں بوارق العذاب حصہ اول۔

احسن الانتخاب ”ارجح المطالب“ کا دوسرا نام ہے:

اسی کتاب السیرۃ العلویہ کی پہلی جلد کا نام ”احسن الانتخاب“ ہے جس پر مجھ سے تقریظ کی فرمائش ہوئی تھی، اور اسی پر میرے اور ان حضرات کے درمیان اختلاف شروع ہوا۔ اس میں تحقیق و تنقید کے ڈھول تو بہت بجائے ہیں مگر حقیقتاً یہ ”ارجح المطالب“ مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری کا دوسرا نام ہے(۱)۔ بلکہ السیرۃ العلویہ کی دوسری جلد ”نفائس المنن“ کی بھی یہی حالت ہے، اور بقیہ جلدوں کے مضامین کا جو اشتہار مندرجہ ٹائٹل نفائس المنن و رفع الحجاب شائع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور جلدوں میں بھی ”ارجح المطالب“ ہی زیادہ کارفرما ہے، صرف بغرض اظہار فرق تقدم و تاخر کر دیا ہے یا مترادف الفاظ میں تبدیلی عبارت کر دی گئی ہے اور کچھ مضامین دوسری کتابوں سے شامل کیے گئے ہیں، مگر ان کا ماخذ بھی ”اردو رسائل“ مثل ”خلفاے راشدین“ و ”المرتضیٰ“ وغیرہ ہی ہیں۔ کہیں کہیں عبارات میں کچھ کمی، زیادتی کر دی ہے۔

مصنف ”المرتضیٰ“ کی تاریخ دانی پر ظریفانہ تبصرہ:

”المرتضیٰ“ اور ”ارجح المطالب“ کا حوالہ شاہ حبیب حیدر صاحب نے بھی اپنے دوسرے خط میں مجھے دیا ہے۔ مصنف ”المرتضیٰ“ کی تاریخ دانی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ ص:۳۲۳، پر ارشاد فرماتے ہیں:

> ”صاحب صحیح مسلم نے باب المناقب میں لکھا ہے کہ ابو جہل نے بی بی فاطمہ کی زندگی میں اپنی بیٹی علی مرتضی کو دینا چاہی تھی، مگر رسول کریم نے علی مرتضیٰ کو اس نکاح سے روک دیا، اور کہا کہ ”میری بیٹی میرا ایک ٹکڑا ہے اور جس سے اس کو ایذا ہو مجھ کو ایذا ہوتی ہے۔“

(۱) مزید تفصیل کے لیے مقدمہ ملاحظہ کریں۔ عابد چشتی۔

کیا جناب شاہ حبیب حیدر صاحب اس ''صحیح مسلم'' کا پتہ بتا سکیں گے جس میں یہ لکھا ہو کہ ابو جہل نے بی بی فاطمہ کے نکاح کے بعد اپنی بیٹی علی مرتضیٰ کو دینا چاہی ؟۔ کیا ابو جہل غزوۂ بدر میں نہیں مارا گیا، جو بقول اصح ۱۷/ رمضان ۲/ ہجری میں واقع ہوا؟۔ کیا بی بی فاطمہ کا نکاح بعض کے نزدیک ۳/ ہجری میں نہیں ہوا، اور جن بعض کے نزدیک نکاح رمضان ۲/ ہجری میں ہوا ان کے نزدیک بھی رخصت ذی الحجہ ۲/ ہجری میں نہیں ہوئی ؟؟۔ یعنی بر بنائے ہر دو روایات نکاح یا رخصت ابو جہل کے مارے جانے کے بعد نہیں ہوا؟ خود المرتضیٰ میں بھی غزوۂ بدر کو ۲/ ہجری میں اور نکاح کو بعد غزوۂ بدر ۳/ ہجری میں بیان کیا ہے۔ ذرا شاہ صاحب تکلیف فرما کر بذریعہ مکاشفہ اتنا دریافت فرما دیں کہ حسب تحریر شاہ تقی حیدر صاحب کیا'' تناسخ ''اس وقت تک منسوخ نہیں ہوا تھا کہ ابو جہل جون بدل کر اپنی بیٹی دینے آ گیا؟۔ ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

ترجمہ: یہی مکتب ہے گر یہی ملا
کام بچوں کا بس تمام ہوا

یہ بزرگوار یعنی مصنف ''المرتضیٰ'' شاہ حبیب حیدر صاحب کے نزدیک علمائے اہل سنت میں داخل ہیں اور ان سے استناد کیا گیا ہے۔ جن کی حالت یہ ہے کہ سر رشتہ تعلیم پنجاب کے ایک معمولی ملازم ہیں، انہیں اپنے نام کے ساتھ عہدہ لکھتے ہوئے شرم معلوم ہوئی، نہ مستند عالم، نہ مشہور علامہ، مذہباً شیعہ و سنی میں ''حد اوسط''، جنہوں نے دو رسالے ''الصدیق'' و ''المرتضیٰ'' محض اس لیے تصنیف کیے کہ شیعہ و سنیوں کو ملا دیں۔ لہٰذا وہی روایات جمع کیں جو شیعوں یا سنی نما شیعوں کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ چناں چہ ''الصدیق'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''اور آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ ان بزرگوں کو جس قدر رسول خدا کے ظل حمایت میں مل کر بیٹھنے کی مسرت تھی، سنی اور شیعہ کو اسی

قدر بعد المشرقین کے فاصلہ پر رہنا پسند ہو گیا۔ حالاں کہ دونوں فریق ایک خدا کے ماننے والے اور اس کے ایک نبی کا کلمہ پڑھنے والے ہیں ۔ میں نے یہ حالات دیکھ کر دونوں بزرگوں کی سوانح عمریوں کو علاحدہ علاحدہ قلمبند کیا ہے ، اور صرف انہیں روایتوں کو لیا ہے جو محققین کے نزدیک پختگی کو پہنچ چکی ہیں ۔ خوش اعتقاد مصنفوں کی تحریروں کو، جو فسانہ ہائے شبینہ کی کہانیوں سے کچھ زیادہ قابل قدر نہیں ہیں، بالکل چھوڑ دیا ہے۔ مسائل متنازعہ خصوصًا مسئلۂ خلافت کی تاریخی روایات اور مذہبی تحقیقات کو ایسی وسیع الخیالی سے لکھا ہے جو اس رسالہ کے مناسب تھا۔ مدعا یہ ہے کہ صحابہ اور اہل بیت کے متبعین ان رسالوں کو پڑھیں اور بطور تاریخی واقعات ہر ایک بزرگ کی دینی خدمات پر غور کریں۔ "

ان بزرگ نے " المرتضیٰ " کے دیباچہ میں بھی بجنسہٖ یہی لکھا ہے ۔ان کے پٹھو مصنف احسن الانتخاب ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل تشیع و اہل تسنن کے مناظرہ کی کتابوں اور کتب تواریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ جس سے یہ پتہ لگے کہ کس افراط و تفریط نے امت محمدیہ میں یہ تفریق پیدا کر دی ہے۔ جس کی بنا پر شیعہ اکابر صحابہ پر طعن کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت اپنے اصل مسلک سے ہٹ کر جناب امیر علیہ السلام کے نام اور حالات پر چہ می گوئیاں کرنے لگتے ہیں"۔ (۱)

(۱) احسن الانتخاب ص:۴۰ / کتب خانہ انوریہ، کاکوری، لکھنؤ، ۲۰۰۰ء۔

مصنفِ احسن الانتخاب کی دیانت:

مصنف احسن الانتخاب کی دیانت کی تو یہ کیفیت ہے کہ ص:۱۲/۱۱ پر ایک فہرست ۶۷/ کتابوں کی دی ہے، جس میں متقدمین و متاخرین کو ایک ذیل میں مخلوط فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

> "ان کتابوں کی اور ان کے مصنفین کی ایک جماعت علمائے عالی مرتبت نے توثیق و توصیف کی ہے، کتب اکابر قوم مثل تذکرۃ الحفاظ ذہبی، و طبقات الشافعیہ للشیخ تقی الدین سبکی، و تاریخ امام یافعی، و ابن خلکان وغیرہ سے مصنفین کی وثاقت و اعتبار و جلالت شان ظاہر ہوسکتی ہے"۔(۱)

ذرا جناب شاہ حبیب حیدر صاحب تکلیف فرما کر ذہبی، و سبکی، و یافعی، و ابن خلکان کے ان صفحات کا حوالہ دیں جن میں شیخ عبد الحق، شاہ عبد العزیز، مولوی ولی اللہ، مولوی محمد مبین، علامہ رشید الدین خاں، مولوی اسلام الدین، مولوی عاشق علی خاں کاکوروی، مولوی حسن الزماں، حافظ شاہ علی انور، مولوی عبید اللہ بسمل، حافظ عبد الرحمٰن لاہوری، وغیرہم کا تذکرہ اور ان کے مصنفات کی توثیق و توصیف کی گئی ہے۔ کیا فریب و دھوکہ دہی کی یہ بدترین مثال نہیں ہے؟۔

ارجح المطالب پر غاصبانہ قبضہ:

ناظرین کرام! اب ذرا "ارجح المطالب" سے اخذ مضامین کی حالت ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد اور لطائف دکھائے جائیں گے۔ میں یہاں چند مقام کی عبارتیں بالمقابل پیش کرتا ہوں اسی کے ساتھ ایک فہرست بھی بالمقابل ہر دو کتب کے مضامین کی دوں گا، جس سے ناظرین خوب اندازہ فرمالیں گے کہ ارجح المطالب پر کیسا "غاصبانہ قبضہ" کیا گیا ہے، اور فریب دہی کی کیسی زندہ مثال پیش کی گئی ہے:

(۱) بحوالہ سابق، ص:۱۲/۱۱۔

عبارت احسن الانتخاب
از ص:۳۸ تا ص:۴۰

دنیا میں اب تک جتنے مشاہیر گذرے ہیں ان میں بحیثیت جامعیت صفات کمالیہ حضرت علی مرتضیٰ ہی فرد الافراد نظر آتے ہیں، جو ہر طبقہ کے سر آمد مشاہیر میں شمار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلال خداوندی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان بادشاہ نظر آتے ہیں، جن کے دربارِ دربار میں ایوان کسریٰ کے حاضر باش، دست بستہ مؤدب و خاموش کھڑے رہتے ہیں، معرکۂ کار زار میں ایک بے مثل شجاع پائے جاتے ہیں، جو اپنی خدا داد قوت و طاقت سے مرحب اور عمرو ابن عبدود جیسے مشہور پہلوانوں اور دیو نژادوں کو مغلوب کرتے ہیں۔ ممبر پر ایک فصیح اللسان

عبارت ارجح المطالب
ص:۳۰(۱)

دنیا میں جتنے مشاہیر گذرے ہیں اور جن کی سوانح عمریاں آب زر سے لکھی گئی ہیں ان میں سے جناب امیر ایسے فرد الافراد ہیں کہ ہر طبقہ کے مشاہیر میں سر آمد نظر آتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلال الٰہی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان سلطان ہیں کہ جن کے دربار میں قیصر وکسریٰ کے سفیر، دست بستہ نہایت ادب سے سر نیچے کیے ہوئے خاموش استادہ ہیں، معرکۂ کار زار میں آپ ایسے یکہ تاز شہسوار ہیں کہ آستین چڑھا کر عمرو مرحب جیسے عرب کے رستم نژادوں کو پچھاڑ کر ان کے سینے پر چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں، ممبر پر ایک شیوہ بیان اسپیکر ہیں کہ فصحائے عراق و بلغائے عرب آپ کے خطبہ کی فصاحت سے جوش

(۱) مولوی عبید اللہ امرتسری، بہاول پریس، لاہور۔ ۱۳۱۷ھ۔ ۱۸۹۹ء۔

اور بلیغ البیان خطیب دکھائی دیتے ہیں ، جن کے سامنے فصحاے عراق و بلغاے عرب کی زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔علم وفضل کی درسگاہ میں ہمہ دانی کا وہ آفتاب بن کر چمکتے ہیں جو علم الٰہی کے نور بسیط کو یہود و نصاریٰ تک، شریعت بنی اسرائیل کے غرفہ،اور اہل فلسفہ تک، حکمت یونانی کے روزن سے پہنچاتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت ابو البشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا کہ جو ایک طرف سراپا خاک بنا ہوا ہو اور دوسری طرف نور پاک، جس کو زبان نبوت کبھی "قم یا ابا تراب" کے معزز لقب سے مخاطب کرے اور کبھی "انا و علی من نور واحد" کے شرف سے سر فراز فرمائے ، نور محمدی کوئی غیر نہیں کہ ہستی خالق کے مقابل عدم سے پیدا ہوا ہو، بلکہ اس کی تخلیق یہی ہے کہ حضرت میں آکر کچھ پوچھنے کے لیے اٹھتے ہیں اور پھر بے خود بت بن کر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں، علم وفضل کی درسگاہ میں آپ ایک طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ انبیاے بنی اسرائیل کی شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرمارہے ہیں۔

غرض کہ مسند فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں اور چار بالش امارت پر آپ ایک ذی شوکت امیر ہیں، اگر عدالت میں آپ نوشیرواں ہیں تو شجاعت میں رستم دستاں ہیں، اگر سخاوت میں آپ حاتم نوال ہیں تو شہامت میں کیخسرو مثال ہیں ۔ ایسے صفات متضادہ کا بشر، ابو البشر کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا، اور ایسے اوصاف متقابلہ کا آدمی جناب آدم کی ذریت میں ہویدا نہیں ہوا ۔ انہیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھ کر نصیریہ نے آپ کو خدا جانا اور

حق نے اپنے نور سے کہا تھا کہ "کن محمدا" اسی عالم حیرت میں نصیری مدہوش ہوکر دیوانوں کی طرح ان کو خدا کہنے لگے، اور حضرات صوفیہ با ہوش رہ کر علی، ولی کا وظیفہ پڑھنے لگے۔

صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا۔

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانے یا خدا جانے

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانے یا خدا جانے

حضرات! یہ دونوں عبارات ہر دو کتب میں تمہیدی بطور دیباچہ ہیں اور کس قدر مماثلت موجود ہے کہ صفحات وہی رہے ممکن تھا کہ حسن ظن کرتے ہوئے توارد مان لیا جاتا مگر ارجح المطالب چوں کہ بوقت تصنیف پیش نظر تھی جیسا کہ احسن الانتخاب ص: ۱۷ سے ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا سوائے اس کے کہ یہ عبارت اسی سے لی گئی ہے اور کوئی خیال قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اور لطف یہ کہ ارجح المطاب کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا اور بلا شرکت غیرے شاہ صاحب چند لفظوں کے الٹ پھیر سے قابض ہو گئے۔

اگر ارجح المطالب کا نام ظاہر کر دیا جاتا تب بھی فعل محمود نہ تھا کہ دوسرے سے اخذ واقعات یا مباحث کا بہ اظہار نام کیا جا سکتا ہے۔ نہ کہ تمہیدی سطور کا، یہ سرقہ کی ایک بدترین مثال ہے، جو سوائے شاہ صاحبان ہر اردو داں مصنف یا مؤلف بھی اپنے لیے شرمناک سمجھے گا۔

"رفع الحجاب" میں بھی جو بجواب "فصل الخطاب" تکیہ کی کتب فروش ایجنسی سے شائع کی گئی ہے، اور حقیقتاً انہیں حضرات کی تصنیف کردہ ہے، صرف برائے گفتن دوسرے صاحب نامزد کر دیے گئے ہیں، تمام دور از کار جوابات دیے گئے ہیں، مگر یہ بات پردۂ خفا میں رکھی گئی ہے کہ اس عبارت کے ذمہ دار ہم نہیں بلکہ مولوی عبید اللہ ہیں۔ حالاں کہ یہ آسان تر جواب تھا۔ یہ

عجیب لطیفہ ہے کہ عبارت لکھی جائے مولوی عبید اللہ امرتسری کی، اور استثنا پیدا کیا جائے۔

شاہ علی حیدر کے الفاظ: "انبیاء اللہ ...." کے بعد سے جو اس عبارت سے ۳۵/ سطر پہلے ہے منجملہ ان سطور کے ۲۶/شعری قصیدہ خود ساختہ یا اخذ کردہ درمیان میں فاصل موجود ہے، قصیدہ کے بعد جو عبارت: "دنیا میں اب تک ......" سے شروع ہوئی ہے، یہ عبارت مستانفہ ہے جس کا اوپر سے کوئی تعلق نہیں، بالخصوص جب یہ عبارت دوسرے سے ماخوذ ہے تو اصل کو دیکھنا چاہیے کہ وہاں کوئی استثنا کیا گیا ہے یا نہیں۔ ارجح المطالب میں اول سے لے کر اس عبارت کے آخر تک کہیں ایسا لفظ موجود نہیں جس سے حضرات انبیا علیہم السلام مستثنیٰ ہو جاتے، لہٰذا رفع الحجاب میں جتنے جوابات دور از کار دیے گئے ہیں وہ "عذر گناہ بدتر از گناہ" سے بھی کئی قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ارجح المطالب میں صرف "پیدا نہیں ہوا اور ہویدا نہیں ہوا لکھا ہے"، لیکن احسن الانتخاب میں "پیدا ہی نہیں ہوا" لکھ کر محاصرہ کل کر لیا گیا، لہٰذا یہاں حضرات انبیا علیہم السلام کا استثنا منجملہ واجبات ضرور یہ تھا، جس سے عمداً پہلو تہی کی گئی، ورنہ رفع الحجاب میں اقرار سہو کر لینا کچھ باعث شرم نہ تھا۔

احسن الانتخاب کی فہرست کتب:

احسن الانتخاب میں ص:۱۱/ سے ص:۱۲/ تک ایک فہرست کتب ہے جس سے پہلے تحریر ہے "مخصوص سیرت اہل بیت پر حسب ذیل کتابیں ہوئیں" یہ ہی فہرست ارجح المطالب میں ص:۶، ۷/ پر ہے صرف دس کتابیں احسن الانتخاب میں زائد ہیں، انہوں نے بایں الفاظ یہ فہرست لکھی ہے:

> "اس کتاب کی تالیف میں کتب مشہورہ حدیث مثل صحاح ستہ وغیرہ کے سوا جن کتابوں سے خصوصیت کے ساتھ اخذ مطالب کیا گیا ہے، ان کے نام درج ذیل ہیں۔"

پھر احسن الانتخاب میں ص:۱۳/ تا ص:۱۶/ پر فہرست اسمائے مصنفین مع سن وفات

درج ہے، جس کے اول میں تحریر ہے:

"ان کتابوں کے علاوہ قریب قریب تمام محدثین و مفسرین و مؤرخین نے حالات و مرویات اہل بیت خصوصاً جناب علی مرتضیٰ و حضرات حسنین علیہما السلام اپنی تصانیف میں درج کیے ہیں، جن میں سے مشہور حضرات کے اسما حسب ذیل ہیں۔"

ارجح المطالب میں ص: ۴،۵/ پر یہی اسما مع سن وفات مذکور ہیں، صرف ایک نام احسن الانتخاب میں نمبر: ۷۷/ پر دیلمی صغیر صاحب مسند الفردوس کا زائد ہے، مگر سن وفات غائب ہے، ارجح المطالب میں یہ نام بایں طور ذکر کیے ہیں:

"میں اپنے امامیہ احباب سے نہایت شرمسار ہوں کہ میں اس تالیف میں ان کی کتابوں سے اخذ مطالب میں قاصر رہا ہوں۔ اور حضرات اہل سنت و جماعت کی کتب حدیث پر ہی اس کتاب کی تدوین کا مدار رکھا ہے، اس لیے اہل سنت و جماعت کے ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے مبارک کی ایک فہرست مع ان کی سن وفات کے دیباچہ میں درج کر دی ہے۔"(۱)

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں وہی اسمائے کتب وہی اسمائے رجال جو ارجح المطالب میں مذکور ہوئے احسن الانتخاب میں تحریر کر دیے ہیں۔ صرف طریقۂ ذکر بدل دیا ہے اور مقدم، مؤخر کر دیا ہے تا کہ ناظرین مصنف احسن الانتخاب کی وسعت نظری و تبحر علمی پر بے چون و چرا یقین کر لیں، حالاں کہ دیلمی صغیر صاحب مسند الفردوس کا نام جو زائد کیا گیا ہے، چوں کہ ارجح المطالب میں مذکور نہ تھا، لہٰذا شاہ صاحب کو ان کا سن وفات بھی نہ معلوم ہو سکا کہ تحریر کر دیتے۔ ناظرین کرام اب ایک کھلی ڈکیتی کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ارجح المطالب، ص: ۳، بہاول پریس، لاہور ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء

احسن الانتخاب اور ارجح المطالب۔۔تقابلی عبارات:

عبارت احسن الانتخاب
ص:۵۷ر تا ص:۶۰

جس رات کفار نے قتل کا ارادہ کیا تھا، آنحضرت پر وحی آئی کہ آج ہی رات مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جاؤ ہجرت کی اجازت ملنے پر آنحضرت نے یہ تجویز کی کہ حضرت ابو بکر اس سفر میں ساتھ رہیں اور جناب امیر آپ کے بستر پر شب بسر کریں تاکہ کفار کو روانگی کا حال نہ معلوم ہو۔ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ جب کفار نے بوقت شب آنحضرت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل نے آکر آپ کو آگاہ کر دیا کہ آج رات کو اپنے بستر پر شب باشی نہ کریں۔ جب رات کا اندھیرا کافی طور پر ہو گیا تو کفار قریش آنحضرت کے مکان کے گرد جمع ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ آنحضرت سو جائیں

عبارت ارجح المطالب
از ص :۲۲۸ر تا ص:۲۲۹ر

جبریل جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور یہ خبر بیان کی، اور کہا:

"آج شب کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں، خدائے تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم بھیجا ہے۔"

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکر سے آگاہ ہو گئے تو آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور فرمایا:

"ہماری ردائے حضرمی اوڑھ لو، تم کو ہرگز کوئی امر مکروہ نہیں پہنچے گا۔

پھر آپ نے ان کو وصیت کی کہ یہ لوگوں کی امانتیں جو ہمارے پاس ہیں ان لوگوں کو سب کے سامنے دے دینا، یہ کہہ کر آپ گھر

تو ہم ان پر حملہ کریں ، جب آنحضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے جناب امیر سے فرمایا کہ یہ میری سبز چادر جس کو میں اوڑھتا ہوں ، تم اوڑھ کر بستر پر سو رہو ، تمہیں کوئی خطرناک بات پیش نہ آئے گی ، خدا تمھارا حافظ و ناصر ہے اہل مکہ کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ تمھارے سپرد کرتا ہوں ، میرے جانے کے بعد جو امانت جس کی ہے اس کو دے دینا اور مدینہ چلے آنا۔ آنحضرت اس انتظام کے بعد نکلے اور ایک مٹھی بھر خاک کفار پر ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان سب کی آنکھیں بند کر دیں ، آنحضرت ان کے سامنے سے گذرے ہوئے چلے گئے اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہنچ کر ان کے ساتھ غار حرا ہوتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

جناب امیر کی جاں نثاری

سے باہر بر آمد ہوئے اور مٹی کی ایک مٹھی بھر کے کفار کے سر پہ ڈالی ، اللہ تعالیٰ نے تمام کفار کی آنکھیں بند کر دیں ، اور حضرت ﷺ ان کے سامنے سے گذرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت علی، حضرت کے بستر مبارک پر سو رہے ، تمام مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری اور قتل کے لیے مجتمع تھے ، اور تمام رات حضرت علی پر پتھر پھینکتے تھے ، نہ آپ مضطرب ہوئے نہ اندوہ گیں ، پھر کفار نے تمام گھر کا محاصرہ کر لیا اور تلواریں کھینچ کر گھر میں گھس پڑے اور ان کو کہنے لگے آہا ! آپ علی ہیں ؟ آپ کے دوست کہاں ہیں ؟ آپ نے فرمایا" میں نہیں جانتا"۔ کفار گھر سے نکل گئے اور آپ تنہا وہیں رہے ، خدائے تعالیٰ نے حضرت علی کو کفار کے شر سے بچالیا۔

کا عدیم النظیر کارنامہ : جناب امیر کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ سولہ یا سترہ برس کی ہوگی اس عنفوان شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لیے پیش کرنا جناب امیر ہی کا کام تھا، حسب الحکم سبز چادر اوڑھ کر نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ بستر مبارک پر سو رہے، تمام رات کفار کا محاصرہ رہا ہر طرف برہنہ تلواروں کی جھنکار اور چمک سے ظلمت شب میں رعد و برق کا دھوکا ہوتا تھا، محاصرہ کی حالت میں کفار سے ایک شخص نے آکر کہا کہ آنحضرت نکل گئے، تم کس دھوکے میں ہو۔ ان لوگوں نے کواڑوں کے دراز سے جھانک کر دیکھا تو جناب امیر آنحضرت کی سبز چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ و سلم تو ابھی تک سو رہے ہیں،

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد تین دن اور رات مکہ میں رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امانتیں ادا کیں، اس وقت مکہ میں آپ کے سوا کوئی مسلمان باقی نہیں تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے کلثوم بن ہرم کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئے، پس اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوت، شجاعت اور استواری اور ثبات نفس اور شہامت کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہوتا تو آپ ضرور ایسی ہولناک جگہ میں مضطرب ہو جاتے اگرچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے آپ بستر نبوی پر سو رہنے میں شر کے پہنچنے سے بے خطر تھے لیکن نفوس بشری باوجود یقینی ہونے عدم خوف کے، جبکہ ڈرانے والے امور ان کی آنکھوں

مشرکین تمام رات اسی دھوکے میں رہے صبح کے وقت جناب امیر بستر پر سے اٹھے تو کفار ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم جس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کی خبر دی تھی وہ سچا تھا۔

(سیرت ابن ہشام)

مستدرک، ومطالب السؤل، وکفایۃ الطالب میں ہے کہ آپ آنحضرت کے چلے جانے کے بعد بے خوف و خطر بستر مبارک میں سو رہے، کفار رات بھر پتھر پھینکتے رہے ، آپ ذرا بھی مضطرب و غمگین نہ ہوئے، صبح کے وقت کفار حسب قرار داد اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے جب اندر آئے تو دیکھا کہ آنحضرت کے بجائے آپ سو رہے ہیں۔مشرکین اپنی غفلت پر سخت خجل ہوئے ، آپ سے پوچھا کہ آپ کے دوست کہاں ہیں ؟ آپ نے لاعلمی ظاہر کی ، کے سامنے آجاتے ہیں تو وہ ان کو دیکھ کر مضطرب ہوجاتے ہیں۔

چناں چہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو باوجود حاصل ہونے درجہ نبوت کے و نیز خدا کے حکم کے کہ یا موسیٰ! تو مت خوف کر، جب خدائے تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اپنے عصا کو پھینک دے اور جناب موسیٰ نے اپنا عصا پھینک دیا اور وہ سانپ بن گیا۔حضرت موسیٰ اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : یا موسیٰ ! مت ڈر، اس کو پکڑ لے ہم ابھی اس کی پہلی حالت کی طرف اس کو لوٹا دیتے ہیں ۔کیوں کہ جناب موسیٰ اس حکم سے کسی طرح پر مخالفت نہیں کر سکتے تھے ، آپ نے اپنی ردا کے کونے کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس کو پکڑنا چاہا، پروردگار نے فرمایا: یا موسیٰ !تمہیں کیا ہو گیا ہے، اگر ہم تمھارے ایذا کے لیے اس

انہوں نے غلط سمجھ کر مجادلہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سب نے مل کر مارا اور قید رکھا، لیکن آپ نے نہ بتایا، پھر آپ کو چھوڑ کر آنحضرت کی تلاش میں چلے گئے، جناب امیر کی زندگی میں یقیناً یہ سب سے پہلا واقعہ ہے کہ جو وعدہ آپ نے بنی ہاشم کے مجمع میں آنحضرت کی امداد و اطاعت کا کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ آنحضرت کی سلامتی ذات کے لیے اپنی جان قربان کرنا قبول کیا، اس سے بڑھ کر اور کیا محبت ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوت و شجاعت و شہامت و ثبات نفس کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا ہوتا تو یقیناً آپ باوجود ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہولناک موقع پر مضطرب ہو جاتے۔ اگر چہ مخبر صادق کے ارشاد کے موافق آپ کفار کی ایذا رسانی سے بے خطر

کو حکم دیں تو کیا تمھارا کپڑا تم کو اس کی ایذا سے بچا سکتا ہے ؟۔ جناب موسیٰ نے عرض کیا: نہیں بچا سکتا، مگر میں ضعیف ہوں اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں۔ پس نفوس بشری کی طبیعت تو یہ ہے۔

اسی طرح سے جناب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا حال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ "تم اپنے لڑکے کو دریا میں پھینک دو، اور غم و اندیشہ مت کرو، ہم پھر اس کو تمھارے پاس پہنچا دیں گے"۔ جب انہوں نے جناب موسیٰ کو دریا میں ڈال دیا، بتقاضائے نفس بشری ان کے دل میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ قریب تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کر موجب فضیحت و رسوائی ہو جاتا، خدا کی مہربانی نے ان کو بچا لیا اور باوجود دلی اضطراب کے بول نہ سکیں۔

اگر جناب علی کو اپنی مہربانی

تھے ، لیکن نفوس بشری ایسے مواقع پر مضطرب ہو جایا ہی کرتے ہیں ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود درجۂ نبوت اور ارشاد باری خوف آگیا تھا۔

نوٹ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ ان سے ارشاد ہوا تھا کہ اے موسیٰ! خوف نہ کرو اپنے عصا کو پھینک دو، انہوں نے عصا پھینکا، وہ سانپ بن کر چلا ، حضرت موسیٰ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! ڈرو مت اس کو پکڑ لو ہم ابھی اس کو اس کی سابقہ حالت کی طرف لوٹا دیں گے ، چوں کہ حضرت موسیٰ اس حکم کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ، انہوں نے چادر کا کونہ ہاتھ پر لپیٹ کر اس کو پکڑنا چاہا، اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ: اے موسیٰ! تمھیں کیا ہو گیا ہے، اگر ہم تمھاری ایذا کا اسے حکم دیں تو کیا یہ تمھارا کپڑا

سے پروردگار نے دل کی قوت تامہ، جس کا نام شجاعت ہے، عطا نہ فرمائی ہوتی تو وہ بھی باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم کو ہرگز کوئی امر مکروہ نہیں پہنچے گا ، ایسے خوفناک مقام میں بہ تقاضاے نفس بشری مضطرب ہو جاتے ، کیوں کہ اکیلے آدمی کا دشمنوں کی جماعت میں سونا ، جو اس کی گرفتاری اور اس کے قتل کے در پے ہوں اور اس کے دین کے معاند اور اس کی دشمنی کو ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد تین دن اور راتیں انہیں دشمنوں کے درمیان ٹھہرے رہے ، اور پھر شہر سے نکل کر ان کی زمینوں اور پہاڑوں میں، باوجود ان کی کثرت اور اپنی تنہائی

تم کواس کی ایذا سے بچا سکتا ہے ؟۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ : ہرگز نہیں ،مگر میں ضعیف اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں، اور نفوس بشریہ کا خاصہ حالت مصیبت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے ۔حضرت موسیٰ باوجود ارشاد الٰہی مضطرب ہو گئے، یا ان کی والدہ کا قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کو دریا میں پھینک دو اور کسی طرح کا غم و اندیشہ مت کرو، ہم اس کو پھر تمھارے پاس پہنچا دیں گے ۔ جب انہوں نے حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈال دیا تو بہ تقاضاے نفس بشری ان کے دل میں اضطراب پیدا ہو گیا ،قریب تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کر باعث فضیحت ورسوائی ہو جاتا، لیکن خدا کی مہربانی نے ان کو بچا لیا کہ وہ باوجود دلی اضطراب کے نہ بول سکیں۔ **مؤلف**

کے سیر کرتے رہے ۔ یہ تمام امور ایسے واضح دلائل ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جوہر شجاعت سے مخصوص کیا تھا۔

و ليلة المبيت ،كا نت ليلة الخميس اول ليلة من شهر ربيع الاول سنة ثلاث وعشر من المبعث، وعمر على خمسة عشرين سنة. (سیرۃ نبویہ)

جناب امیر کو بوجہ کمال موہبت الٰہی اضطراب بھی نہ ہوا ، ایسی خوف ناک حالت میں تنہا دشمنوں کی جماعت میں ، جو قتل کے در پے ، دین کے سخت دشمن تھے ، سونے کے لیے آنحضرت کا بہ ایں الفاظ حکم دینا کہ ” ہر گز تم کو کوئی امر مکروہ پیش نہ آئے گا“ بہ تقاضاے نفس بشری لائق اضطرار و اضطراب نہ ہونے سے یہ امر پورے طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوہر شجاعت سے مخصوص کر دیا تھا اور آنحضرت کے ساتھ اتنی محبت عطا فرمادی تھی کہ آپ اپنی جان کو آنحضرت کے معاملہ میں کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔

کلام مجید میں بھی اس ارادۂ قتل اور کفار کی ایذا رسانی اور آنحضرت کے اس سے نجات پانے کا مختصر طور پر ذکر ہے، ارشاد ہے:

وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ

كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ (۱)

ترجمہ: یعنی اے پیغمبر ! اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر تم پر داؤں چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو گرفتار کریں یا مار ڈالیں یا جلاوطن کر دیں، اس وقت کافر اپنا داؤں کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤں کر رہا تھا اور اللہ سب داؤں کرنے والوں سے بہتر داؤں کرنے والا ہے۔

مفسرین اور اہل سیر اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کفار کی مشاورت دربارۂ قتل آنحضرت تھی ، جب آنحضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ان کو مغالطہ میں ڈالنے کے واسطے جناب امیر کو اپنے بستر پہ لٹا گئے ، یہ تمام رات بغیر کسی فکر و اضطراب کے آنحضرت کے بستر پر لیٹے رہے، ”لیلۃ المبیت“

(۱) پارہ:۹/ سورہ انفال، آیت:۳۰/۔

یعنی جس رات جناب امیر
آنحضرت کے بستر مبارک پر
سوئے اور آنحضرت نے مکہ سے
ہجرت فرمائی، وہ شب پنج شنبہ، یکم
ربیع الاول ۱۳ر بعثت تھی، یعنی
بعثت کا تیرہواں سال تھا۔

(سیرت نبویہ)

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ صرف چند الفاظ کے تغیر کر دینے سے شاہ صاحب کتنی آسانی سے مؤلف و محقق و مصنف بن گئے اور دیدہ دلیری یہ کہ ارجح المطالب کے متن کو درمیان سے کاٹ کر ''نوٹ'' بنا لیا اور بارہ کے ہندسہ کے بعد لفظ مؤلف لکھ کر بلا شرکت غیرے قابض ہو گئے۔ یہاں تو حافظ علیہ الرحمۃ کا مصرعہ۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بھی کچھ ناکافی معلوم ہوتا ہے۔ کوئی پیشہ ور سارق مضامین بھی اتنی بے باکی نہ دکھا سکے گا، سچ ہے:

''بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا''

ارجح المطالب میں تو باوجود ذکر واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی نام نہاد سنیت قائم رکھنے کے لیے کسی قدر تفضیل سے بچنے کی کوشش کی ہے، لیکن شاہ صاحب نے باوجود پشتینی سنی ہونے کے اس سے کچھ باک نہ کیا، اور کیوں کرتے جبکہ احسن الانتخاب کے ص:۳۰ر پر ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ:

''حق یہ ہے کہ حضرت ابو البشر کی اولاد میں ایسی صفات
حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔''

چناں چہ جلد دوم موسومہ بہ ''نفائس المنن'' میں ہے:

"حضرت عزیر کو مسئلہ قضاو قدر میں جب شبہ ہوا تو انہوں نے مناجات کی، حکم ہوا کہ اس سوال سے باز رہو، ورنہ دفتر نبوت سے نام محو ہو جاے گا۔ حضرت علی پر بعنایت الٰہی و مواہب حضرت رسالت پناہی اسرار قضاو قدر کھلتے گئے، جن کو آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا، اس سے مقصود حضرت عزیر پر حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنا نہیں، بلکہ مماثلت دکھانا ہے۔"(۱)

دنیا کا کون عقل مند سوائے شاہ صاحب اور ان کے حواریین کے اسے فضیلت نہیں مماثلت کہے گا؟، جبکہ حضرت عزیر کو صرف سوال پر تہدید فرمائی گئی اور حضرت علی نے انہیں امور کو علی الاعلان بیان فرمایا کہ ہر کہ و مہ واقف ہو گیا۔ ان حضرات نے تو صرف یہی نہیں کیا، بلکہ اس سے بھی ترقی کر گئے اور مماثلت حقیقی با سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی ہو گئے۔(۲) حالاں کہ اہل سنت کا بچہ بچہ بے مثلی سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنا منجملہ ضروریات مذہب جانتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ آئندہ خطاے جبرئیل کے بھی قائل ہو جائیں۔

---

(۱) نفائس المنن، ص:۲۲۵/ مطبع مدینہ پریس بجنور، جنوری ۱۹۳۴ء۔

(۲) چناں چہ نفائس المنن میں جہاں دیگر انبیا کے ساتھ حضرت علی کی مماثلت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے وہیں پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ نہ صرف مجازی بلکہ حقیقی مماثلت دکھاتے ہوئے لکھا ہے:

" حضرت علی کو آنحضرت ﷺ سے جو مشابہت تامہ حاصل تھی اس کی دو حیثیتیں ہیں "مجازی و حقیقی"، ہم ہر حیثیت کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں"

اور پھر اپنی گفتگو کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس حدیث نور سے جس طرح کا شرف و قرب و معیت و اتحاد بہ حسب ظاہر و باطن حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے حاصل ہوتا ہے اس میں اہل بیت عظام اور صحابہ کرام میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔"

(نفائس المنن ص:۲۵۱/)۔ عابد چشتی

احسن الانتخاب کا بیان نسب:

ناظرین کرام! اب جو نمونہ پیش کیا جاتا ہے اسے غور سے ملاحظہ فرمائیے، یہ ایک چند سطری نمونہ بہت سی باتوں پر روشنی ڈالتا ہے:

۱۔کتاب احسن الانتخاب ارجح المطالب کی نقش ثانی ہے۔

۲۔متقدمین کی کتابوں کے نام محض اردو رسائل سے دیے ہیں، دیکھا کچھ نہیں۔

۳۔اگر شاہ صاحب کا مستند علیہ کوئی غلطی کر گیا ہے تو اس سے قاصر ہیں کہ تصحیح کر دیں۔

۴۔چچا، بھتیجی کا رشتہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

۵۔محرمات قطعیہ قرآنیہ سے بے خبر کہ چچا، بھتیجی میں نکاح ابدی حرام ہے۔

۶۔بیوی اور ماں کا فرق سمجھنے سے مجبور ہیں۔

۷۔تکیہ میں "تحقیق و تنقید" بے معنیٰ الفاظ رہ گئے ہیں۔

۸۔جن کتابوں کے نام لکھتے ہیں ان کے دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرماتے۔

۹۔اپنے اس نام نہاد تحقیق کے ذریعہ دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالنے اور اپنا سکہ بٹھانے کی سعی لاحاصل فرماتے ہیں۔

۱۰۔جو ایسے معمولی رشتے سمجھنے سے قاصر اور محرمات قرآنیہ سے جاہل ہو، وہ مشاجرات صحابہ اور واقعات تاریخیہ میں اردو رسائل کے بھروسے پر محاکمہ کرنے کا مدعی ہو، اور اہل سنت کے منہ آئے، خدا کی قدرت ہے۔

تلک عشرة کاملة۔فاعتبروا یااولی الابصار

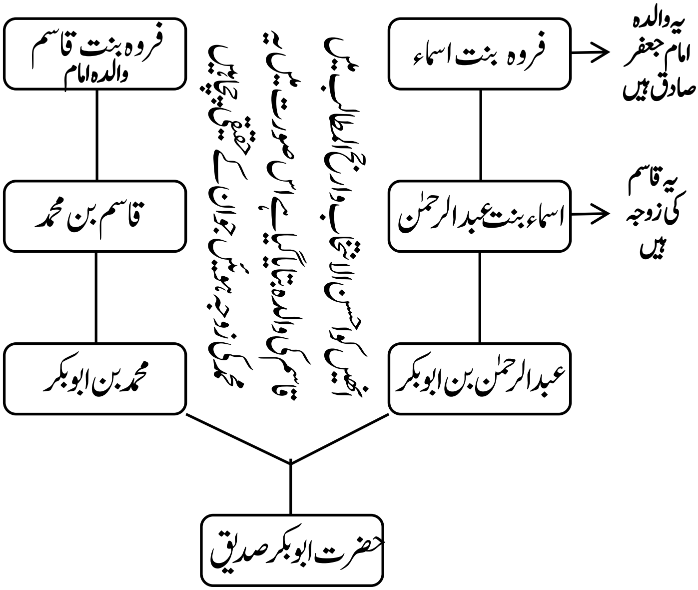
احسن الانتخاب ص:۴۸۲ر	ارجح المطالب ص:۴۵۲ر
امام جعفر صادق علیہ و علیٰ آبائہٖ السلام کی والدہ " فردہ بنت قاسم" ابن محمد ابن ابی بکر صدیق تھیں،	امہٗ فردة بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق و ام القاسم اسماء بنت عبد

اور حضرت قاسم کی والدہ "اسماء بنت عبد الرحمٰن" بن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا تھیں۔

الرحمٰن بن ابو بکر و لذلك كان يقول ولدنی ابو بكر مر تين (طبقات الحفاظ للذهبی، وطبقات المنادی)

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہے اور قاسم کی ماں کا نام اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابوبکر ہے۔ اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔

میں عام اردو داں ناظرین کی سہولت کو بطور شجرہ واضح کیے دیتا ہوں۔



امام کے اس ارشاد کا" ولدنی ابو بکر مرتین" مقصود یہ ہے کہ امام کی والدہ فردہ یعنی اسما حضرت صدیق اکبر کی پوتی، اور فردہ کے باپ قاسم حضرت ابو بکر کے پوتے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ترجمہ:

زمان قد تفرغ للفضول — زمانہ نے پلٹا کچھ اس طرح کھایا
یسود کل ذی حمق جهول — کہ ہے جاہلوں کو مصنف بنایا
فان احببتم فیه ارتفاعا — جو چاہو کہ تم کو ترفع ہو حاصل
فكونوا جاهلین بلا عقول — انہیں بے وقوفوں میں ہو جاؤ شامل

اب میں مختصر احسن الانتخاب و نفائس المنن اور ارجح المطالب کی ایک فہرست بنائے دیتا ہوں جس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ شاہ صاحب کی کائنات کتنی ہے۔ مولوی مصطفیٰ حسن صاحب نے صاحب ارجح المطالب کے "خط" کا فوٹو "سبل السلام" میں شائع کر کے مولوی عبید اللہ امرتسری کے مذہب کا پردہ توفاش ہی کر دیا ہے کہ وہ اس وقت شیعی تھے، اب قادیانی ہیں[1]، لیکن یہاں ایک لطیفہ دکھا دینا خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ مصنف احسن الانتخاب نے ص:۱۸/۷ار پر تحریر فرمایا ہے:

"اس بندۂ عاجز محرر سطور کو اس کتاب مسطور میں اس ذخیرہ سے بہت مدد ملی، مرویات و مناقب کا استخراج، ارشادات فضائل کا استقصا جس قدر اس کتاب سے ہو سکا ویسا اور کسی کتاب سے نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث و آثار و حالات صحابہ پر یہ ایک تنہا کتاب جمیع کتب احادیث کو حاوی اور جامع ہے۔"

اس کے بعد وہ ۵۶ر کتابوں کے نام لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:

"ان کتابوں کے دیکھنے سے ناظرین کو یہ پتہ چل جائے گا کہ

(۱) تفصیل کے لیے مقدمہ ملاحظہ کریں۔ عابد چشتی۔

میں نے کسی شیعہ مؤرخ یا مصنف کی تالیف سے کوئی مدد نہیں لی ہے
اور نہ کسی حصۂ کتاب میں ایسے کسی مصنف یا مؤرخ سے آخذ ہوں،
اتنا ضرور ہے کہ وقتاً فوقتاً کتب اہل تشیع میرے مطالعہ میں رہیں،
لیکن ہر امر کو جہاں تک ممکن ہوسکا میں نے تحقیق و تنقید سے لکھا۔ ''

پہلے اس دعویٰ ہی کو ملاحظہ فرمائیے کہ شاہ صاحب کسی شیعہ مصنف یا مؤرخ سے آخذ نہیں ہیں۔ پہلے وہی مثال لیجیے جہاں صادق آجائے کہ '' جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے ''۔ احسن الانتخاب ص:۴۸۶/۴۸۷، پر ہے:

'' خراج '' اور '' فے '' اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو، اس مال میں سے مویشی اور اسباب حاضرین لشکر کو تقسیم کر دیا جاتا تھا، اور آراضیات خالصۂ سرکار متصور ہو کر ان کا خراج بیت المال میں جمع ہوتا تھا، پھر عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آمدنی کو تمام مسلمانوں میں بحصہ رسدی تقسیم کر دیا کرتے، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو تفریق مراتب کے لحاظ سے اس کی تقسیم کا قاعدہ مقرر کیا تھا۔ سبقت فی الاسلام، شرافت نسب، اور فوجی خدمات کو اس تقسیم کی کمی، بیشی کا معیار قرار دیا تھا۔

حضرات شیعہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر '' فے '' کی آمدنی کو موافق سنت نبوی تمام مسلمانوں میں بحصہ مساوی تقسیم کر دیا کرتے تھے، اس معاملہ میں انہوں نے حضرت عمر کے قواعد کی پابندی نہیں کی تھی۔ ''

یہاں کھلے بند اقراری مجرم ہیں اور در پردہ حضرت عمر کو خلاف سنت نبوی عامل بنا رہے ہیں۔ اب بالمقابل ارجح المطالب و احسن الانتخاب و نفائس المنن کے مضامین کی جداول معائنہ فرمائیے۔ اور ان شاہ صاحبان کی شجاعت و مردانگی کی جتنی ممکن ہو داد دیجیے۔

نمبر شمار	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری: صفحات از	صفحات تا	مضمون	کیفیت	عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب: صفحات از	صفحات از	مضمون	کیفیت
۱	۲	۳	اگر حسنِ عقیدت سے قطع نظر کر کے		۳	۴	دنیا میں اب تک جتنے مشاہیر تا یا نبی جانے یا خدا جانے	(۱)- روافض کا تتبع ہے (۲) محال ہونا غلط ہے (۳) یہ الفاظ استعمال کرنا ناروا ہیں (۴) ان الفاظ میں کوئی تعریف نہیں (۵) بحیثیت محقق ہر بات کے ذمہ دار ہیں۔ حوالہ غائب
۲	۶	۷		طمہ بنت	۱۱	۱۲	فہرست کتب	(۱) فہرست وہی ہے صرف دس کتابیں زیادہ ہیں (۲) کتب متذکرہ صدر کے بعد انھیں اور ان کی تصانیف کو ممدوح ذہبی کہنا صریح عوام کو مغالطہ و دھوکا دینا ہے (۳) صرف کنزالعمال پر اخذ مطالب کا مدار رکھنا اور اصل ماخذ یعنی ارجح المطالب کو صفائی کے ساتھ ذکر نہ کرنا سخت تلبیس ہے اور اپنی نادانی کو ہمہ دانی کا روپ دینا ہے۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۳	۴۴۵	۴۴۷	جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت	اس میں انھوں نے فاطمہ بنت اسد اور محمد ابن طلحہ کا قول اور حضرت امام زین العابدین کی روایت بیان کی ہے	۱۹	۲۱	واقعاتِ ولادت	انھوں نے فقط فاطمہ بنت اسد اور حضرت امام زین العابدین کی روایت لکھی ہے اور محمد ابن طلحہ کا قول اوپر بیان کر دیا لیکن حوالہ صرف پہلی روایت میں عروۃ الوثقیٰ کا دیا ہے جو ارجح المطالب کا ایک باب ہے۔ یہ محض زیادتی ماخذ کو فریب ہے۔
۴	۴	۵	فہرست اسماء وسنِ وفات		۱۲	۱۶	فہرست اسماء وسنِ وفات	(۱) صرف ایک نام زیادہ کیا ہے اور آخری نمبر میں اپنی کورانہ تقلید کا پورا پورا پتہ دیا ہے یعنی صاحبِ ارجح المطالب نے آخری نمبر کا سنِ وفات نہیں دیا، لہٰذا جناب بھی دم بخود رہ گئے۔ (۲) نیز برائے رفع اشتباہ سنینِ وفات وغیرہ میں بھی کچھ ضروری اصلاحیں کیں۔
۵	۳	۳	میں اپنے امامیہ احباب تا درج کر دئے ہیں		۱۸	۱۸	ان کتابوں کے دیکھنے سے تا تنقید سے لکھا	محض لفظ امامیہ اور شیعہ کا فرق ہے اور سنیوں پر مفت کا احسان ہے۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
٦	٩	١١	قال ابن الاعرابی تا اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔		٢١	٢٣	کتب سیر و مناقب میں تا اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔	(ا) حوالہ ارجح المطالب غائب، حوالہ مسلم جلد دو، صفحہ ١٥ا غلط ہے، نووی میں ہے اس میں واقعہ خواب نہیں۔
٧	١١	١٥	کنیت ابو الحسن تا غائبو اس سے آگاہ کرے		٢٣	٢٧	کنیت احادیث میں تا ابو تراب علی ست	حوالہ کفایۃ المہمہ کا ابوالرکانتیں غائب ہے، خدا معلوم اس میں کیا مصلحت ہے کفایۃ المہمہ کا حوالہ دینا جو ارجح المطالب کا ایک باب ہے بدترین فریب ہے جب کہ کتاب موصوف ماخذات میں لیجا چکی ہے۔
٨	١٥	٥٤	امیر المومنین تا ہاتھ کا میل ہے		٢٧	٢٧	جناب امیر کے تا القاب پر اکتفا کی گئی	صرف سات لقب زیادہ ہیں باقی بجنسہ وہی ہے۔
٩	٤٤٧	١٥٦	جناب امیر علیہ السلام کی سبقت اسلام کی تحقیق	ستائیس حدیثیں روایت کی گئیں۔	٣٣	٣٨	احادیث متعلق بہ سبقت اسلام	
١٠	٢١١ سطر ١٣ و ٤٦٨	٢١٢ و ٤٧١	واقعۂ شبِ ہجرت بہ تفصیل برحضرت موسیٰ علیہ السلام		٥٨ سطر آخر و ٦٠	٥٩ سطر آخر و ٦٢	وہی واقعہ شبِ ہجرت	واقعہ مختصر لکھا مگر ارجح المطالب کے متن کو فٹ نوٹ بنایا اور اپنی جانب منسوب کیا، ارجح المطالب میں پانچ حدیثیں ہیں اور انھوں نے اس میں سے تین حدیثیں لی ہیں۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۱۱	۴۷۳	۴۸۱	بحث سدابواب	انھوں نے حضرت علی و حضرت ابوبکر کے واقعات کی تطبیق دی	۷۱	۸۰	وہی	بجنسہٖ وہی سب باتیں مگر تطبیق سے انکاری بلکہ حضرت ابوبکر کے واقعہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
۱۲	۲۱۴	۲۱۴	غزوہ کدر		۸۰	۸۰	وہی	بجنسہٖ وہی حوالہ غائب
۱۳	۲۱۴	۲۱۷	غزوہ احد		۸۰	۸۵	غزوہ احد	احسن الانتخاب میں مفصل ہے روایات ارجح المطالب کی یہی سب ہیں، حوالہ غائب ہے۔
۱۴	۲۱۷	۲۲۰	غزوہ خندق		۸۵	۹۰	وہی	سب وہی، صرف قدرے تفصیل ہے، حوالہ غائب ہے۔
۱۵	۲۲۰	۲۲۲	غزوہ خیبر		۹۲	۹۶	وہی	زائد مفصل ہے
۱۶	۳۷۲	۳۷۴	سبقت اسلام اہل بیت کی تحقیق		۱۰۷	۱۰۹	احادیث متعلق بہ سبقت اسلام اہل بیت	بہ ادنیٰ تغیر بجنسہٖ ہے۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۱۷	۳۹۷	۴۰۰	عترت کی تحقیق ، احادیث و فضائل عترت	تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں	۱۱۵	۱۱۶	عترت	تیرہ حدیثوں میں صرف پانچ روایت کیں لیکن صرف حدیث نمبر ایک میں کواکب المضیئہ تیسرے باب ارجح المطالب کا حوالہ دیا ہے، تحقیق عترت میں صواعقِ محرقہ سے ایک روایت زائد لکھی ہے۔
۱۸	۵۶ و ۳۷۳	۶۰ و ۳۷۷	انما یرید اللہ تا آیۂ تطہیر نازل ہوئی	آیۂ تطہیر کے متعلق گیارہ حدیثیں لکھی ہیں.	۱۲۱	۱۲۵	انما یرید اللہ تا کافی ہے ارجح المطالب کے دونوں مقاموں کا مجموعہ ہے	صواعق کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے سراسر فریب محض ہے، ترجمہ حدیث نمبر (۴) ونمبر (۶) کا غلط کیا ہے، باقی بجنسہٖ وہی ہے۔
۱۹	۶۰	۶۲	آیۂ مباہلہ فقل تعالوا تا کوئی نہیں ہے۔	اس میں چار روایتیں ہیں۔	۱۲۵	۱۲۶	آیۂ مباہلہ فقل تعالوا تا کوئی نہیں ہے۔	وہی چار روایتیں ہیں اور بعینہ وہی ترتیب ہے البتہ صواعق کا حوالہ غلط ہے، ترجمہ آیت و حدیث حضرت سعد ابن ابی وقاص غلط کیا ہے۔

			عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب	
۲۰	۶۲	۶۲	آیت مودت قل لا اسالکم علیه اجرا	اس میں دو روایتیں ہیں ابنِ عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے صفحہ ۴۰۰ پر یہی مضمون بجنسہ ہے۔	۱۲۶	۱۲۶	آیت مودت ترجمہ غلط ہے	اس جگہ وہی دو روایتیں مجملاً اور صفحہ ۱۲۰/ پر مفصلاً بیان مودی القربیٰ میں ہیں۔
۲۱	۶۲	۶۳	آیۂ وقفوھم تاقیامت کے دن علی کی ولایت سے	صرف ابوسعید کی روایت	۱۲۶	۱۲۷	آیۂ وقفوھم تا آں حضرت نے تین مرتبہ فرمایا	ابوسعید کی روایت میں محبتِ اہلِ بیت کا اضافہ کیا، نیز صواعقِ محرقہ کا ایک قول اور اذکرکم فی اھل بیتی زائد کیا۔
۲۲	۹۲	۹۲	آیٔ تصلیه ان الله و ملئکته	ایک روایت کعب بن عجرہ کی، اس آیت کا نمبر (۵۱) ہے۔	۱۲۷	۱۲۸	آیۃ تصلیه	دونوں مقاموں کا مجموعہ ہے، نمبر آیت جدید ہے۔
۲۳	۸۱	۸۲	آیۃ سلام الله علی الیاسین	ایک روایت ابنِ عباس کی اور چند مفسرین کے نام ہیں۔	۱۲۸	۱۲۸	سلام علی الیاسین	وہی روایت، وہی مفسرین، وہی ترجمہ، اس آیۃ کا نمبر (۶) ہے۔
۲۴	۸۵	۸۶	آیۃ اعتصام و اعتصموا بحبل الله	امام جعفر صادق کی روایت۔ صواعق محرقہ کا حوالہ۔	۱۲۸	۱۲۸	آیۃ اعتصام	وہی روایت، وہی حوالہ، آیت کا نمبر (۷) ہے۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۲۵	۸۵	۸۵	آیۃ ام یحمدون الناس	صرف ایک روایت آیت نمبر(۴)	۱۲۸	۱۲۸	وہی آیۃ	وہی روایت صرف یہ الفاظ زائد ہیں: اس سے مراد بعثتِ رسول، نبوت، کتاب، نصرت ، اعزاز، آیت نمبر:۸ ہے۔
۲۶	۹۵	۹۶	آیۃ وما کان اللہ لیعذبھم	صرف صواعق محرقہ کا حوالہ، آیت نمبر:۶۲	۱۲۸	۱۲۹	وہی آیۃ	صواعق محرقہ کے ساتھ کنزالعمال بھی، آیت نمبر:۹۔
۲۷	۷۹	۷۹	ولسوف یعطیك	ایک روایت حضرت ابن عباس کی، آیت نمبر:۲۶	۱۲۹	۱۳۰	وہی آیت	سب وہی خفیف زیادتی اس ضمن میں آیت:۲۳، ۶۳، ۷۷، کو ذکر کر دیا بجائے ارجح المطالب حوالہ میں النص الجلی جو ارجح کے ایک باب کا نام ہے، گویا ناواقفوں کے لیے ایک ماخذ زیادہ کر دیا۔
۲۸	۶۳	۶۵	یطعمون الطعام	واحدی اور زمخشری کی روایت	۱۳۰	۱۳۲	وہی آیت نمبر ۱۲	وہی دونوں روایات بخاری کی روایت زائد جس نے کنویں جھنکائے اور اردو رسائل کا پردہ فاش کر دیا، حسینی کا حوالہ النص الجلی سے غلط ہے۔
۲۹	۷۹	۷۹	مرج البحرین	روایت انس آیت نمبر:۱۷	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۳	وہی روایت حوالہ النص الجلی کا

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۳۰	۸۱	۸۱	وهو الذی خلق من الماء	روایت ابن سیرین بحوالہ کفایۃ الطالب، آیت نمبر:۳۱	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۴	بجنسہ نام النص الجلی کا۔
۳۱	۸۲	۸۲	اخوانا علی سرر	دو روایتیں احمد و ابن مردویہ، نمبر:۳۱	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۵	بجنسہ وہی کنز العمال زائد النص الجلی کا حوالہ ترجمہ آیت غلط، دوسری روایت کا ترجمہ غلط۔
۳۲	۸۴	۸۵	فی بیوت اذن اللہ	انس بریدہ کی روایت بحوالہ ابن مردویہ اور سیوطی	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۵	بجنسہ حوالہ النص الجلی۔
۳۳	۸۶	۸۶	اللہ نور السموات	امام محمد باقر کی روایت بحوالہ ابن المنازلی، نمبر:۴۵	۱۳۳	۱۳۳	وہی آیت نمبر:۱۷	بجنسہ ولایت کے معنی بحوالہ النص الجلی بتلائے وہ اس میں نہیں ہے۔ روایت کا ترجمہ غلط ہے۔
۳۴	۸۶	۸۶	ومن یقترف حسنة	روایت ابن عباس ثعلبی سے نمبر:۴۶	۱۳۳	۱۳۳	وہی آیت نمبر:۱۸	بجنسہ حوالہ النص الجلی آیت کا ترجمہ غلط
۳۵	۹۷	۹۷	اهدنا الصراط المستقیم	مسلم ابن حبان کی روایت ابو بریدہ سے بحوالہ ثعلبی و معالم التنزیل، نمبر:۶۹	۱۳۳	۱۳۳	وہی آیت نمبر:۱۹	بحوالہ النص الجلی بجنسہ

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۳۶	۹۹	۱۰۰	ان الله اصطفیٰ	روایت اعمش بحوالہ ثعلبی، نمبر:۸۰۔	۱۳۳	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۰	بجنسہ وہی النص الجلی کا حوالہ۔
۳۷	۱۰۰	۱۰۰	الا بذکر الله	حضرت علی کی روایت بحوالہ ابن مردویہ و درِ منثور سیوطی آیت۔	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۱	بجنسہ وہی کنزالعمال کا نام زائد ہے۔
۳۸	۹۹	۹۹	حتی تاتیھم البینہ	ابن جریج کی روایت بحوالہ ابن منذر و درِ منثور سیوطی، آیت نمبر:۷۹	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۲	وہی روایت بحوالہ درِ منثور والنص الجلی وابن منذر
۳۹	۱۰۱	۱۰۱	والشفع والوتر	امام حسین کی روایت بحوالہ نطنزی، آیت نمبر:۸۵	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۳	روایت وہی بحوالہ النص الجلی ابن جریر کی روایت النص الجلی میں نہیں ہے۔
۴۰	۱۰۱	۱۰۱	ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم	امام جعفر صادق کی روایت بحوالہ نطنزی، آیت نمبر:۸۶	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۴	وہی روایت بحوالہ النص الجلی ترجمہ آیت غلط۔
۴۱	۳۷۹	۳۷۹	اہلِ بیت کا مخزنِ حکمت ہونا		۱۴۵	۱۴۵	حدیثِ حکمت	بجنسہ وہی، حوالہ نہیں ہے۔
۴۲	۳۸۰	۳۸۰	اہل بیت کا مفاتیح رحمت اور موضعِ رسالت ومعدن حلم ہونا		۱۴۵	۱۴۵	حدیثِ مفتاح	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۴۲	۳۸۰	۳۸۱	اہل بیت کا امت کے لئے امان ہونا		۱۴۵	۱۴۵	احادیث الامان	بجنسہ وہی
۴۴	۳۸۱	۳۸۱	اہل بیت کا مثل باب حطہ بنی اسرائیل ہونا		۱۴۶	۱۴۶	وہی بجنسہ	سب بجنسہ، حوالہ غائب۔
۴۵	۳۸۱	۳۸۱	اہل بیت کے ساتھ دوسروں کا قیاس نہیں ہوسکتا۔		۱۴۶	۱۴۶	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی مگر حوالہ عروۃ الوثقیٰ کا، حالاں کہ وہ ارجح المطالب کے دوسرے باب کا نام ہے۔
۴۶	۷۲۹	۷۳۲	جناب امیر کی شہادت کی نسبت پیش خبری		۴۹۱	۴۹۱	احادیث متعلق بہ شہادت جناب امیر علیہ السلام	۱۰/ حدیثوں کی جگہ ۹/ حدیثیں لیں، نمبر:۱۵ کی حدیث جناب امیر سے مروی چھوڑی جو ابو رافع سے مروی ہے، اس کو جناب امیر سے منسوب کیا۔
۴۷	۳۸۲	۳۸۳	اہل بیت کے سوا کسی مرد یا عورت کا جنب یا حیض کی حالت میں مسجد نبوی میں داخل نہ ہونا		۱۴۶	۱۴۶	حدیثِ طہارت	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۴۸	۳۸۳	۳۸۳	قیامت کے دن سب سے اول اہل بیت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع ہونا		۱۴۶	۱۴۷	احادیثِ شفاعت	پہلی حدیث ارجح المطالب کی ہے مگر حوالہ غائب، دو حدیثیں زائد ہیں، دوسری صفحہ ۳۸۵ کی ہے مگر کفایت المہمہ میں نہیں، کواکب المضیہ میں تیسری نہیں ملی۔
۴۹	۳۸۳	۳۸۴	اہلِ بیت کا سب سے اول جنت میں داخل ہونا		۱۴۷	۱۴۷	احادیثِ دخول	سب بجنسہ صرف حدیث اخیر زائد ہے، مگر حوالہ کہیں نہیں۔
۵۰	۳۸۳	۳۸۴	جنت میں اہل بیت نبوی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ساتھ ایک درجہ میں ہونا		۱۴۷	۱۴۸	حدیثِ مسکن	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب۔
۵۱	۳۸۴	۳۸۵	اہل بیت کا قطعًا دوزخی نہ ہونا۔		۱۴۸	۱۴۸	حدیثِ مغفرت	دونوں عنوانوں کو ایک کیا اور دونوں کی حدیثیں لے لیں، حوالہ غائب ہے۔
۵۲	۳۸۵	۳۸۶	مسلمانوں پر اہل بیت کی اطاعت کا فرض ہونا۔		۱۴۸	۱۴۸	حدیثِ اطاعت	بجنسہ۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۵۳	۲۲۲	۲۴۰	جنگ جمل	واقعات بہ اجمال	۲۱۶	۲۷۰	وہی بجنسہ	واقعات بالتفصیل ہیں ام المومنین کی عماری میں جھانکنے کا واقعہ زائد لکھا ہے، جس سے توہین ام المومنین کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہوسکتا۔
۵۴	۷۰۶	۷۱۱	احادیث متعلق بہ شہادت عمار ابن یاسر	اس میں سترہ روایتیں اور دو قول ابو العالی اور ابن ابو البر نقل کی ہے۔	۳۱۲	۳۱۶	احادیث متعلق بہ عمار ابن یاسر	انھوں نے آٹھ روایتیں اور دونوں قول بجنسہ لئے اور حوالہ ارجح المطالب کا کہیں نہیں دیا۔
۵۵	۳۲۴	۳۴۶	زہر خورانی امام حسن علیہ السلام		۳۶۵	۳۷۱	زہر خورانی امام حسن علیہ السلام	بجنسہ
۵۶	۶۹۵	۶۹۵	وہم اول		۳۷۱	۳۷۱	وہم اول ☆	
۵۷	۶۹۶	۶۹۶	وہم دویم		۳۷۱	۳۷۸	وہم دویم ☆	فہرست اسماء زاید
۵۸	۶۹۷	۶۹۸	وہم سویم		۳۷۸	۳۸۲	وہم سویم ☆	بحث صحابیت زائد
۵۹	۶۹۸	۶۹۸	وہم چہارم		۳۸۲	۳۸۲	وہم چہارم ☆	بجنسہ وہی
۶۰	۶۹۸	۶۹۸	وہم پنجم		۳۸۲	۳۸۲	وہم پنجم ☆	بجنسہ وہی

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
٦١	۷۰۲	۷۰۳	وہم ششم		۳۸۲	۳۸۳	وہم ششم ☆	بجنسہ وہی
٦٢	۷۰۳	۷۰۴	وہم ہفتم		۳۸۳	۳۸۴	وہم ہفتم ☆	بعض کا ترجمہ اکثر کیا، لفظی جواب ندارد
٦٣	۷۰۴	۷۱۲	وہم ہشتم		۳۸۴	۳۸۷	وہم ہشتم ☆	یہاں جو فٹ نوٹ لکھا ہے وہ ارجح المطالب کا متن ہے مگر مثل سابق مولف نہیں لکھا، کچھ ڈر گئے۔
٦٤	۷۱۲	۷۱۷	بعض علما کا قول		۳۸۷	۳۹۲	بعض علما کا قول	اس میں ایک حکایت زائد ہے جس سے خلفائے ثلاثہ پر اثر پڑتا ہے اور عمرو بن العاص کی انتہائی تذلیل ہوتی ہے۔
٦٥	۷۳۲	۷۳۳	جناب امیر کے قاتل کا اشقی الآخرین ہونا		۴۹۳	۴۹۴	جناب امیر کے قاتل کا اشقی الآخرین ہونا	نمبر ۲ کی حدیث کے جو الفاظ ارجح المطالب میں ہیں ان کے اعتبار سے ترجمہ غلط ہی نہیں کیا بلکہ بدل دیا۔
٦٦	۷۳۳	۷۳٦	جناب امیر کا اس شہادت کی خبر دینا		۴۹۴	۴۹۷	جناب امیر کی پیشین گوئیاں متعلق بہ شہادت	

☆ - یہ اوہام جناب شاہ صاحب نے اس ڈھنگ سے ارقام فرمائے کہ سطحی نظر والا یہ باور کرے کہ گویا خاص الخاص جناب والا ہی کے ذہن شریف سے پیدا ہوئے ہیں، حالاں کہ جو کچھ ان کی حقیقت ہے وہ ناظرین کرام کے پیشِ نظر ہے۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
٦٧	٧٣٧	٧٤٠	جناب امیر کی شہادت کا بیان		٤٩٧	٥٠٤	مبادیاتِ واقعۂ شہادت	تھوڑی کمی بیشی سے لکھا ہے
٦٨	٧٤٠	٧٤٤	جناب امیر کی اپنے قاتل سے ہمدردی		٥٠٤	٥٠٥	قاتل سے ہمدردی	بہ ادنیٰ تغیر وہی ہے۔
٦٩	٧٤١	٧٤٤	جناب امیر کی وصیت وانتقال کا بیان		٥٠٦	٥١١	وصایائے جناب امیر	
٧٠	٧٤٧	٧٤٧	جناب امیر علیہ السلام کی وفات پر لوگوں کی رائیں		٥٢٥	٥٢٥	ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ وقول معاویہ	لفظ (و عنی عنك) کا ترجمہ بالکل غلط ہے جس سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔
٧١	٣٨٥	٣٨٥	اہل بیت کی محبت کا سات جگہ پر کام آنا		١٤٨	١٤٨	حدیث منفعت	بجنسہ وہی مگر حوالہ عروۃ الوثقیٰ کا جو ارجح المطالب کا چوتھا باب ہے، دیا ہے۔
٧٢	٤٠١	٤٠٢	منحصر ہونا امام کا دوازدہ امام علیہم السلام میں		١٦٦	١٦٧	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب اور یہ احادیث کے مطالب میں تبدیلی ہے۔
٧٣	٦٨١	٦٨٥	الحق مع علی	تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔	٣٤٤	٣٤٧	احادیث متعلق بہ الحق مع علی	تیرہ حدیثیں روایت کیں آخری حدیث کا آخری ٹکڑا جو خاص تھا چھوڑ دیا۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
٧٤	٦٦٨	٦٨١	القرآن مع علی		٣٤٧	٣٤٨	احادیث متعلق بہ القرآن مع علی	بجنسہ وہی
٧٥	٦٨٥	٦٨٦	جناب امیر کا قرآن کی تاویل پر لوگوں سے لڑنا۔		٣٤٨	٣٤٨	عنوان بالا کے تحت ہے	بجنسہ وہی
٧٦	٦٨٨	٦٩١	بحث فضل صحابیت		٣٥٧	٣٥٩	بحث فصل صحابیت	بہ ادنیٰ تغیر
٧٧	٦٩١	٦٩١	طالبِ خلافت تھے نہ طالبِ قصاص۔		٣٥٩	٣٦٠	طالبِ خلافت تھے	
٧٨	٦٨٦	٦٨٨	جناب امیر کا ناکثین و قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنا		٤٢٨	٤٢٩	احادیث متعلق بہ قتالِ ناکثین و قاسطین و مارقین	بجنسہ
٧٩	٦١٤	٦١٧	از نمبر:١/ بحثِ خلافت تا نمبر:٣	یہ مقام مضامین سر ولیم میور اور ائلس آف سے لیے گئے ہیں۔	٤٧٤	٤٧٨	حقیقت تاخر خلافت	بہ ادنیٰ تغیر سب وہی ہے مگر مصنف نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے
٨٠	٦١٧	٦٢١	از: نمبر:٤ / ختم بحث دربارۂ شیخین تک		٤٧٨	٤٨٣	تاریخی واقعات	بہ ادنیٰ تغیر بہ تقدم تاخر سب وہی ہے۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت نفائس المنن مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
٨١	١٠٣	١١٣	مقدمہ در بحث فضیلت		٣	٢٣	مقدمہ در بحث فضیلت	بہ ادنیٰ تغیر وہی عبارات و مطالب مگر دوسری کتاب کی جانب منسوب ہیں۔
٨٢	١١٣	١١٣	بحث احادیث مناقب وواقعہ		٢٣	٢٥	بجنسہ	
٨٣	١١٣	١١٣	بردہمدانی۔ حضرت علی کا ذکر داخلِ عبادت	حضرت عائشہ و ابو سعید خدری کی روایات بحوالہ کنز العمال ودیلمی	٢٥	٢٥	بجنسہ	بجنسہ وہی حوالہ ارجح المطالب غائب
٨٤	١١٤	١١٤	حضرت علی سا اکتسابِ فضائل کسی نے نہیں کیا		٢٥	٢٥	بجنسہ وہی	حوالہ غائب
٨٥	١١٧	١٢٠	حضرت علی کا جامع مدارج فضل ہونا۔		٢٥	٢٨	بجنسہ وہی	اخیر حدیث اسما بنت عمیس کی نہیں لکھی، ارجح المطالب کا حوالہ بھی غائب
٨٦	١١٤	١١٥	حضرت علی کے فضائل کا بے شمار ہونا		٢٨	٢٨	بجنسہ وہی	حوالہ ارجح المطالب غائب
٨٧	١١٤	١١٤	حضرت علی سے نہ پہلے لوگ سبقت لے گئے نہ پچھلے۔		٢٩	٢٩	بجنسہ وہی	قدرے زائد جو ص: ٧٤٦/ارجح المطالب کی روایت سے ماخوذ ہے، حوالہ غائب

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت نفائس المنن مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۸۸	۱۱۵	۱۱۷	حضرت علی کا روحانی حلیہ		۲۹	۳۱	بجنسہ وہی	عنوان بعض مخصوص فضائل روایت آخر چھوڑ دی اور پہلی روایت میں امیر معاویہ کے متعلق جو لکھا وہ بددیانتی ہے
۸۹	۱۲۱	۱۲۱	فضائل نفسانی		۳۱	۳۱	فضائل نفسی	بہ ادنیٰ تغیر بجنسہ وہی، حوالہ غائب
۹۰	۱۲۲	۱۲۷	حضرت علی کا سب صحابہ سے اعلم ہونا		۴۷	۴۹	دیگر احادیث در بارۂ اعلمیت جناب امیر	چند احادیث چھوڑ دی ہیں باقی سب وہی ہیں۔
۹۱	۱۲۷	۱۳۰	حضرت علی کا علم بالقرآن		۴۹	۵۳	علم بالقرآن	وہی روایات قدرے زیادتی۔
۹۲	۱۳۲	۱۳۳	علم بالتفسیر		۵۵	۵۷	علم بالتفسیر	قدرے کمی وزیادتی ہے۔
۹۳	۱۳۳	۱۳۴	علم بالقراءت		۵۷	۵۸	بجنسہ وہی	صرف آخر کی چار سطر غائب مگر وہی سطریں ص:۵۸؍ کافٹ نوٹ ہیں، قدرے زائد ہے۔
۹۴	۱۳۴	۱۳۸	حضرت علی کا علم الحدیث		۵۸	۶۶	بجنسہ وہی	قدرے تفصیل ہے
۹۵	۱۵۴	۱۵۵	علم الفرائض		۸۵	۸۶	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی
۹۶	۱۶۲	۱۶۴	علم الحساب		۸۷	۸۷	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت نفائس المنن مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۹۷	۱۵۵	۱۵۷	علمِ کلام		۸۹	۹۵	بجنسہ وہی	قدرے زائد
۹۸	۱۶۲	۱۶۲	علمِ جفر		۹۵	۹۷	علم الجفر	قدرے زائد
۹۹	۱۵۸	۱۵۸	علمِ نحو		۹۸	۱۰۰	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی قدرے زائد
۱۰۰	۱۶۰	۱۶۰	علم الشعر	**آخری نوٹ:** مذکورہ الصدر مقامات کے علاوہ بہت مواقع ایسے موجود ہیں جنھیں اس غاصبانہ تصرف کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے ، مگر بخیالِ طوال اتنے پر اکتفا کیا گیا	۱۱۵	۱۱۵	بجنسہ وہی	حوالہ غائب
۱۰۱	۱۶۰	۱۶۲	علمِ تعبیر		۱۱۸	۱۱۹	بجنسہ وہی	مختصر حوالہ غائب
۱۰۲	۱۸۱	۱۸۲	جناب امیر علیہ السلام کا تفقد حال رعایا		۱۲۹	۱۲۹	تفقد حال رعایا	عامر شعبی کی روایت اگرچہ ارجح المطالب سے لی لیکن اول و آخر محض امیر معاویہ کے ذکر کی وجہ سے قطع کر دی۔
۱۰۳	۱۸۵	۱۸۵	روایت مطالب السول تحت عنوان رعایت حقوق الناس		۱۳۱	۱۳۱	وہی روایت تحت حقوق الناس	نمبر ایک و دو میں حوالہ ہے، تیسرے میں نہیں۔
۱۰۴	۱۹۲	۱۹۳	عصمت		۱۵۷	۱۵۸	وہی	بجنسہ وہی مگر حوالہ ریاض النضرہ ینابیع المودہ
۱۰۵	۲۰۴	۲۰۶	جہاد بالسیف		۲۰۳	۲۰۴	بجنسہ	ارجح المطالب میں حضرات شیخین کو ان کے زمانۂ خلافت میں جہاد مع الکفار کی وجہ سے تفصیل دی، اس کی جگہ شاہ صاحب نے صفین کو جنگ مع الکفار کے مماثل بتایا ہے۔

نصائح کافیہ کے مضامین خبیثہ:

اور ملاحظہ فرمائیے کتاب " النصائح الكافيه لمن يتولىٰ معاو يه "، اس کتاب کو مصنف احسن الانتخاب نے خاص طور پر ان کتابوں میں ص:۱۸/ پر ذکر کیا ہے جن سے مضامین اخذ کیے گئے ہیں، مگر اس میں ایک چالاکی فرمائی کہ "نصائح کافیہ" کو تواریخی کتب میں شامل کیا ہے۔ حالاں کہ یہ کتاب صرف اس مبحث میں ہے کہ امیر معاویہ پر ترضّی و ترحم نا جائز ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ معاویہ پر لعن کرے، اور ان سے بغض رکھے۔ یہ کتاب من اولہٖ الیٰ آخرہٖ مضامین خبیثہ سے بھری ہوئی ہے، میں نمونۃً تین مقام کی عبارتیں دیتا ہوں:

روى ان ابا جعفر محمد الباقر رضى الله عنه قال لبعض اصحابه : يا فلان! ما لقينا من ظلم قريش ايانا و تظاهر هم علينا و ما لقى شيعتنا و محبونا من الناس ان رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ و سلم قبض و قد اخبر انا اولىٰ الناس به فتمالات علينا قريش حتى اخرجت الامر من معدنهٖ و احتجت على الانصار بحقنا و حجتنا

ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض ہم نشینوں سے فرمایا: "قریش نے ہم پر اور ہمارے دوستوں پر جو ظلم و زیادتی کی ہے وہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری سیادت و سرداری سے لوگوں کو خبردار فرمادیا تھا پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت خلافت و امارت چھین لینے کی غرض سے قریش ہم پر ٹوٹ پڑے، اور ہمارے حق کے سلسلہ میں انصار سے تکرار و حجت کی، اور خلافت و امارت کو اس کے مرکز (ہم)

ثم تداولتها قریش واحد بعد واحد حتی رجعت الینا فنكثت بيعتنا و لم يزل صاحب الامر فی صعود كؤودٍ حتی قتل .(۱)	سے چھین لیا، اور خلافت کو باہم دگر ایک سے دوسرا لیتا رہا، یہاں تک کہ جب آخر الامر خلافت ہم میں لوٹی تو ہماری بیعت توڑ دی گئی، حالاں کہ صاحب الامارت (حضرت علی) ہمیشہ ترقی کی کوشش میں رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے"۔

دیکھیے! کیسا کھلے بند حضرات خلفاے ثلاثہ کو ظالم و غاصب خلافت ثابت کرتا ہے، اس روایت کا مخرج نہیں لکھا، یقیناً رافضی سے لی ہو گی۔

اب ملاحظہ فرمائیں احسن الانتخاب:

"معاویہ کے طرزِ عمل اور شدت مظالم سے اس زمانہ کے لوگ ناخوش تھے، چناں چہ اروی بنت حارث ابن عبد المطلب کی یہ گفتگو قابل ملاحظہ ہے۔ ایک مرتبہ اروی بنت حارث معاویہ کے پاس آئیں، یہ بہت کبیر السن تھیں، معاویہ نے مرحبا کہہ کر پوچھا کہ "اے خالہ! آپ کیسی ہیں؟، انہوں نے کہا: "اچھی ہوں"، پھر معاویہ سے کہنے لگیں:

" اے معاویہ! تو نے کفران نعمت کی اور اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت برائی کی، اس کی صحبت کو فراموش کیا، اپنا تو نے وہ نام رکھا جو تجھے زیبا نہ تھا، تو غیر کے حق کا غاصب ہو گیا، ہم اہل بیت تم لوگوں سے بہت رنج و مشقت اٹھا چکے ہیں، آنحضرت کے انتقال

(۱) النصائح الکافیہ، محمد بن عقیل سنگاپوری، ص:۱۹۵/۱۹۶، مؤسسۃ دار الکتب الاسلامی ۲۰۰۶ء۔

کے بعد" تیم "(ابوبکر) اور" عدی" (عمر فاروق) اور "امیہ"
(عثمان غنی) حاکم ہوئے ، اپنا حق چھوڑ دیا کہ تم ہم پر حکومت کرنے
لگے ، حالاں کہ ہم تم میں بمنزلہ بنی اسرائیل کے ہیں ، آل فرعون
میں۔ اور علی ابن ابی طالب ہمارے نبی کے بعد بمنزلۂ ہارون کے
تھے، موسیٰ سے، ہماری غایت جنت ہے تمھاری غایت دوزخ"۔

عمروبن العاص سن کر بولے:

" اے بوڑھیا! چپ رہ تیری عقل جاتی رہی"۔

وہ فرمانے لگیں:

"اے نابغہ کے بچے! تو بھی کلام کرتا ہے؟، تیری ماں مکہ میں
کتنی کچھ شقاوت و بغاوت کر چکی ہے، جس نے چاہا اس سے بغل گرم
کی، چناں چہ تیرے نسب کا دعویٰ قریش میں پانچ شخصوں نے کیا تھا،
جب تیری ماں سے پوچھا گیا، اس نے کہا کہ " ان پانچوں نے مجھ سے
صحبت کی ہے"۔ پھر تیری صورت ملائی گئی، کس کے مشابہ ہے، جس
کے مشابہ ہو اس سے تیرا نسب ملایا جائے ، چناں چہ تو عاص ابن
وائل کے مشابہ نکلا اور اسی کے نسب میں ملایا گیا معاویہ کہنے لگے:
"خیر ہوگا، جانے دو، ہوا سو ہوا"۔ (۱)

فرمائیے! اس میں اروىٰ نے مظالم معاویہ کی کیا شکایت کی؟ سوا اس کے کہ "تیم"
(حضرت صدیق اکبر)" عدی"(فاروق اعظم)" امیہ" (ذوالنورین) کو غاصب کہا اور حضرت
عمروابن العاص کو گالیاں دیں۔ اس سے بھی واضح خود شاہ صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"اور فرمایا (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) اے علی! میرے

---

(۱) احسن الانتخاب، ص:۳۸۸،۳۸۹۔

بعد تم سختی و مصیبت میں پڑو گے۔ آپ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ! ﷺ میرا دین تو سلامت رہے گا؟“، آنحضرت نے فرمایا: ”ہاں، دین سلامت رہے گا“۔ چناں چہ جناب امیر سختیاں اور مصائب برابر اٹھاتے رہے، زمانہ خلافت میں تو اس کی کوئی حد ہی نہ رہی“ (۱)۔

ان الفاظ پر غور فرمائیں:

”سختیاں اور مصائب برابر اٹھاتے رہے اور زمانہ خلافت میں تو اس کی حد ہی نہ رہی“۔

اس صورت میں کیا حضرات خلفائے ثلاثہ کا دامن اس آلودگی سے بچ سکتا ہے؟، کیا شاہ حبیب حیدر صاحب اپنے بھائی صاحب کے ان الفاظ کا کوئی محمل، جس سے حضرات خلفائے ثلاثہ پر دھبہ نہ آئے بتا سکتے ہیں؟۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ان الفاظ کے اثبات کے لیے پہلے ہی ذکر خلافت حضرت عثمان میں تحریر فرمادیا:

”یہ سن کر جناب امیر نے بھی حضرت عثمان سے بیعت کرلی اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: ”یہ پہلا دن تمھارے ظلم کے ظاہر ہونے کا نہیں ہے۔“ (۲)

بہتر ہوتا کہ شاہ صاحب اپنے مستند علیہ ”ابوالفدا“ کی اس روایت کو بھی ذکر خلافت صدیق اکبر میں تحریر فرمادیتے:

”حضرت عمر آگ لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر پھونکنے گئے تھے“۔

جیسا ”روضۃ الاحباب“ سے ذکر خلافت صدیق اکبر میں تحریر فرمایا ہے:

(۱) بحوالہ سابق: ۱۹۷/۷۔

(۲) احسن الانتخاب، ص: ۱۸۹/۔

"جناب امیر نے فرمایا کہ " اے بشیر ! کیا تم اس امر کو جائز رکھتے ہو کہ میں جسد اطہر اور جسم انور کو غسل نہ دیتا، تجہیز و تکفین نہ کرتا، دفن سے فارغ ہونے کے قبل خلافت و حکومت طلب کرنے لگتا، اور لوگوں سے جھگڑا کرتا....... حضرت ابو بکر نے جب دیکھا کہ جناب امیر کے جوابات نہایت معقول اور مدلل ہیں تو نرمی سے کہنے لگے........."(۱)

اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اس جگہ اپنے پسندیدہ فرقہ کے اس گڑھے ہوئے شعر کو بھی لکھ دیتے (خاک بدہن قائل) ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

جناب شاہ صاحب قبلہ نے روایات مثالب صحابہ جمع کرنے میں کہیں بخل سے کام نہیں لیا ہے، چاہے ان کا اثر کسی ذات پر پڑتا ہو۔ چناں چہ ملاحظہ فرمائیں:

"عبد الرحمٰن ابن عوف نے امرا کو بلا لیا، ابو سفیان، معاویہ امیر شام، عمر ابن سعد امیر حمص، مغیرہ ابن شعبہ امیر کوفہ، ابو موسیٰ اشعری امیر بصرہ، عمر ابن العاص امیر مصر، ان سب نے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ " معاملہ اب دو آدمیوں پر آ گیا، جناب امیر اور حضرت عثمان پر"۔ ان لوگوں میں سے ابو سفیان نے عمر ابن العاص سے جا کر ان کے مکان پر ملاقات کی اور کہنے لگے کہ "ابن عوف نے مجھ سے رائے لی، میں نے حضرت عثمان کے حق میں رائے دی ابن عوف نے کہا میں بھی حضرت عثمان کے موافق ہوں، مجھے اب اس امر کا خوف ہے کہ

(۱) بحوالہ سابق، ص: ۱۸۲ر۔

حضرت عثمان بہت نرم دل اور بھولے ہیں، ایسا نہ ہو کہ بات بگڑ جائے اور جناب امیر خلافت لے لیں"۔ عمر ابن العاص نے کہا: "میں اس کا انتظام کر سکتا ہوں تم متفکر نہ ہو"۔ یہ کہ کر عمر ابن العاص سیدھے جناب امیر کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے:

"تم میرے پرانے دوست ہو، تمھاری خلافت مجھے بدل منظور ہے، مجھے معلوم ہوا کہ ابن عوف اور دیگر سرداروں کی رائے ان کے حق میں ہے، میں تم کو ایک مشورہ دیتا ہوں، اگر تم اس پر عمل کرو تو پھر کوئی خدشہ نہ رہے"۔ جناب امیر نے کہا کہ "تم میرے دوست ہو کہو"۔ انہوں نے کہا:

"تم کو معلوم ہے کہ ابن عوف بہت سچے آدمی ہیں، ان کا دل و زبان ایک ہے، وہ کل خلافت دیتے وقت تم سے کہیں گے کہ اقرار کرو، میں خدا اور رسول اور گذشتہ دونوں خلفا کے طریقہ پر خلافت کروں گا۔ اس وقت تم فوراً اقرار نہ کر لینا، کیوں کہ اس سے حاضرین یہ سمجھیں گے کہ تم خلافت کے خواہشمند ہو، تم کہنا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے امکان بھر ان سب باتوں کو ملحوظ رکھوں گا۔

پھر حضرت عثمان کے پاس آکر کہنے لگے:

"ابن عوف خلافت کے وقت جب کوئی شرط بیان کریں تو اس کو بلا عذر تسلیم کر لینا، انکار نہ کرنا، ہر سوال کا جواب ہاں دینا، کسی قسم کا پس و پیش ظاہر نہ ہونے دینا، ورنہ جناب امیر کو خلافت مل جائے گی"

ابن عوف نے اولاً جناب امیر کو بلایا، ان سے کہا:

"عہد کرو کہ میں خدا کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور دونوں خلفا کی سیرت پر عمل کروں گا"، جناب امیر نے عمر ابن العاص کے

مشورہ کے مطابق فرمایا کہ " میں عہد نہیں کر سکتا، یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے علم کے موافق کوشش کروں گا، اور تینوں باتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا، اور خدا سے مدد چاہوں گا کہ ان باتوں پر عمل کرنے کی مجھے توفیق دے "۔ ابن عوف یہ سن کر چپ رہے۔ پھر حضرت عثمان کو بلایا ان سے بھی یہی کہا، انہوں نے موافق ہدایت ابن العاص ان سب باتوں کو مان لیا۔ ابن عوف نے ان سے بیعت کی اور بقیہ سب لوگوں نے بھی حضرت عثمان سے بیعت کی جناب امیر یہ دیکھ کر چپ ہو گئے، اور اس مکر و حیلہ و فریب پر افسوس کرنے لگے "(۱)

ملاحظہ فرمائیے! یہاں اس کی تو شکایت ہی کیا کہ صحابۂ مذکورین پر کیا کیا الزام آتے ہیں، خود حضرت مولائے کائنات کی نہ صرف عقل و فہم پر دھبہ آتا ہے۔ بلکہ معاذ اللہ حضرت علی کو بھی ریاکار و کم عقل ثابت کیا گیا ہے۔ خاک بدہن گستاخان۔

بات یہ ہے کہ شاہ صاحب معائب صحابۂ کرام شمار کرانے میں اس قدر فراخ حوصلہ واقع ہوئے ہیں کہ روایات کا جہل یا نا قابل استناد ہونا یا کتاب کا غیر معتبر ہونا کچھ یاد نہیں رہتا، ہاں فضائل صحابۂ کرام میں شاہ صاحب میں وہ تنقیدی جوش ہوتا ہے کہ قلم شریف تیغ بے دریغ بن جاتا ہے، اور روایات اصح الکتب (یعنی بخاری) کو بھی ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ بہ قول شاہ تقی حیدر صاحب:

وائے بر فرقہ کہ ہمت شاں
جملہ کیادی و دغا باشد
آنچہ جویند نا صواب و غلط
آنچہ گویند ناسزا باشد(۲)

---

(۱) احسن الانتخاب ص:۱۸۸/۱۸۷۔

(۲) کشف الآثار، ص:۲۴۔

ترجمہ:

کیا لوگ ہیں کہ جن کی لیاقت کا منتہا
یا افترا وَ کید ہے یا نخوت و غرور
تحقیق دیکھیے تو سراپاے کذب و جہل
تقریر دیکھیے تو سراسر فریب و زور

پھر ملاحظہ فرمائیں ''تعدیل معاویہ'' کی بحث میں نصائح کافیہ میں ہے:

الشبهة الخامسة هی تتابع الاکثر من علماء اصحابنا الاشاعرة و الماتریدیة مددا طویلة علیٰ القول بتعدیل معاویة والسکوت عن ذکر مثالبهٖ وتاویلها وحملها علیٰ المحامل الحسنة و انکارما یمکن انکارهٗ منها و هٰذه الشبهة انما هی عند المقلدین و العوام وهی النقطة السوداء فی مذهب اهل السنة و هی اشد الشبهة اضرارا بهم و استحکاما فی عقائدهم و

ترجمہ: پانچواں شبہ جو ہمارے اکثر علماے اصحاب، اشاعرہ وماتریدیہ کو معاویہ کی عدالت اور اس کی برائیوں کے ذکر کرنے سے خاموش رہنے، نیز ان کی نیک تاویل کرنے اور اچھے محامل پر محمول کرنے، اور تا حد امکان ان کا انکار کرنے کی تائید پر جمائے ہوئے ہے۔ در حقیقت یہ شبہ سنی مقلدین (جامد) و عوام (کالانعام) کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ حالاں کہ مذہب اہل سنت کے لیے یہی'' کلنگ کا ٹیکہ'' اور سخت مضرت رساں شبہ ہے، پھر بھی ان کے عقائد میں سب سے مستحکم عقیدہ یہی ہے، اسی لیے تو اہل سنت

تمکنا منهم حتی صاروا یعتبرون من لعن معاویة او ذکر شیئًا من بوائقهٖ مبتدعا وفاسقا لا یصغون الیٰ سماع دلیل ولا یلتفتون الیٰ نقل و ان کان صحیحا لا تظهر منهم لدی البحث الا بوادر الحنق و سورات الغضب۔(۱)	معاویہ پر لعنت کرنے والے، اور اس کے ہلاکت خیز خطاؤں کے ذکر کرنے والے کو فاسق و گمراہ سمجھتے ہیں ۔اس کے خلاف کوئی دلیل سننے اور کسی نقل کی طرف، خواہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو، متوجہ ہونے کو تیار ہی نہیں ہوتے ہیں۔ گفتگو کے وقت ان لوگوں سے سوا اونٹ کی طرح بلبلانے ،اور ناک بھوں چڑھانے کے کچھ ظاہر ہی نہیں ہوتا''

ملاحظہ فرمائیے! یہ شاہ صاحبان کا مستند سنی ہے جو مذہب اہل سنت کو ''کلنگ کا ٹیکہ'' بتارہا ہے۔ یہ شاہ صاحبان کی طرح اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے مخالف ہو گیا تھا۔ چناں چہ بذیل ''تذئیل'' نصائح ص:۲۰۱ر سے بعض معترضین کی اس بات کا جواب دیتا ہے کہ اپنے باپ دادا کے مسلک کے خلاف نہیں ہے۔ اس مبحث میں کہتا ہے:

علیٰ انهم لا یخوضون فی هٰذه المسئلة الا فی مجالسهم الخاصة بهم و لقد ذاکرت منهم رجالا کثیرا من فضلاء من ادرکناهم و توفهم الله	**ترجمہ:** یہ لوگ صرف اپنی خاص مجلسوں میں ہی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں ، میں نے اکثر فضلاے موجودین اور بہت سے وہ جو وفات پا چکے ہیں ان سے، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے انہیں مسائل کے

(۱) نصائح کافیہ، ص:۲۷۹ر مؤسسۃ دار الکتاب الاسلامی، ۲۰۰۶ء۔

الیہ و من الموجودین الآن فیمایقول الاشاعرۃ و الماتریدیۃ فی ھٰذہ المسائل و کلھم یرفضہٗ و یأباہ و یشیر الیٰ السکوت ان خیفت فتنۃ و لو کنت استأذنتھم لذکرت اسمائھم واحدا فواحدا فلیس بینی و بینھم خلاف فی العقیدۃ و لا افتراق فی الطریقۃ و انما اسروا و اعلنت و اجملوا و بینت و اشاروا و اوضحت و عرضوا و صرحت .(۱)	متعلق گفتگو کی، توان میں سے ہر ایک نے ان مسائل کا انکار اور بخوف فتنہ سکوت کی طرف اشارہ کیا۔ اگر یہ حضرات مجھے نہ روک دیتے تو میں ان میں سے ہر ایک کا نام بتا دیتا، لٰہذا میرے اور ان حضرات کے درمیان عقائد اور طریقت کا کوئی اختلاف نہیں ہے، سوا اس کے کہ انہوں نے چھپایا اور میں علی الاعلان کہتا ہوں، انہوں نے گول مول کہا اور میں کھول کر کہتا ہوں، انہوں نے اشارۃً کہا اور میں وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں، انہوں نے تعریضاً کہا اور میں صراحت کے ساتھ کہتا ہوں۔

ممکن ہے آئندہ ہمارے شاہ صاحبان بھی مجبور ہو کر یہی فرمانے لگیں، بلکہ ملاحظہ کیجیے بوارق العذاب حصہ اول میں شاہ حبیب حیدر صاحب کے یہ الفاظ: "تو یہ تو رافضی کے مقابلہ میں تھا، نہ کہ سنی کے"۔ گویا شاہ صاحب نے بنیاد قائم کردی کہ گھر میں باتیں اور ہوتی ہیں، باہر اور۔ بات اتنی ہے کہ جو چچا بھتیجی کی حرمت سے لاعلم ہیں وہ غوامض علمی کیا سمجھ سکیں۔ جس رافضی نے اپنے منھ پر نقاب سنیت ڈالی، اسی کی سنیت پر ایمان لے آئے، اور اپنا ایمان خراب کرلیا۔

(۱) بحوالہ سابق، ص:۳۱۱/ تحت تذلیل عقیدۃ السادۃ العلویہ۔

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد
آہ گر از پئے امروز بود فردائے

ترجمہ:

مسلمانی یہی ہے شیخ صاحب جس کے حامل ہیں
تو اس امروز کا فردا نظر آتا نہیں ہم کو

یہ روافض کا پرانا وطیرہ ہے کہ سنی بن کر سنیوں کا ایمان خراب کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے "ارغام الشیاطین":

"کشف الغمہ میں دیکھیے لکھا ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد کنجی ہمیشہ فریب دیتا تھا۔ اہل سنت کو شافعی بن کر از راہ تقیہ اور مکر کے۔

عبارت اس کی یہ ہے:

"الشیخ ابا عبد اللہ محمد الکنجی کان یلتبس لاھل السنۃ بصورۃ الشافعیۃ بالتقیۃ و التزو یر." (۱)	ترجمہ: شیخ ابو عبد اللہ محمد کنجی اہل سنت کو دھوکا دینے کے لیے تقیہ کرکے شافعیوں کے بھیس میں رہا کرتا تھا۔

رفع الحجاب کی واقعی حیثیت:

یہ کتاب بجواب "فصل الخطاب" مصنفہ مولوی مصطفیٰ حسن صاحب علوی کاکوروی، لکھی گئی اور تکیہ کی کتب فروش ایجنسی سے شائع کی گئی ہے۔ اگر چہ کتاب ایوب علی صاحب ،وکیل گونڈہ سے نامزد کر دی گئی، مگر حقیقۃً انہی حضرات کی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ جیسا مولوی وصی علی صاحب کی گفتگو بابت فتویٰ آمدہ کانپور سے ظاہر ہوا (ملاحظہ فرمائیں بوارق العذاب

(۱) ارغام الشاطین المعروف شیعی متعہ کی حقیقت، از: حافظ بخاری خواجہ سید عبد الصمد چشتی رضی اللہ عنہ، ص:۳۱، مکتبہ صمدیہ پھپھوند شریف، ۲۰۰۲ء۔

حصہ اول)۔ نیز شاہ حبیب حیدر صاحب کا آخری خط جس میں ارقام فرماتے ہیں:

"کتاب احسن الانتخاب کی تردید یہاں کے ایک صاحب نے لکھی ہے، اور اس کو طبع بھی کرا دیا ہے، نیز اس کی اشاعت میں ان کو خاص اہتمام ہے عجب نہیں کہ وہ رسالہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گذرا ہو۔ اس کا جواب تحریر کیا جا چکا ہے، وہ بعد طبع آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا۔"

شاہ صاحب کی یہ تحریر بھی پکار رہی ہے کہ رفع الحجاب انہیں حضرات کی جدت طبع کا نتیجہ ہے، اور جناب شاہ حبیب حیدر صاحب کو مسلم اور ان کی مایۂ ناز ہے۔ افسوس یہ ہے کہ خود ان حضرات نے تو اپنے آباؤ اجداد کی مخالفت کو طرۂ امتیاز بنا ہی لیا ہے، مگر ایوب علی صاحب کو بھی اپنے دادا مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم کا مخالف مشہور کر دیا، جن سے ٹائیٹل میں فخریہ انتساب کیا گیا ہے، سچ ہے۔ ع

ہم تو ڈوبیں گے و لے یار کو لے ڈوبیں گے

خود یہ کتاب بھی بزبان حال پکار رہی ہے کہ جو کچھ ہے انہیں حضرات کا کرا دھرا ہے، چناں چہ ملاحظہ فرمائیں: دو مقام پر بجائے ایوب علی صاحب، خود شاہ علی حیدر صاحب میدان میں اتر آئے۔ رفع الحجاب کے ص:۲۴۷ پر بجواب عبارت روض الازہر تحریر فرماتے ہیں:

"غور طلب مسئلہ تو امیر معاویہ کا ہے اگر حضرت مؤلف احسن الانتخاب امیر معاویہ کی جلالت قدر کے قائل ہوتے۔"

اس کی دو سطر بعد ارشاد ہے:

"جب اختلاف خود امیر معاویہ کی صحابیت میں ہے پہلا فرض علامہ کا یہ ہے کہ وہ مجھ کو اس امر کا قائل کر دیں کہ امیر معاویہ کا صحابی ہونا ناگزیر ہے۔"

غور فرمائیے !کہ دو سطر اوپر مؤلف احسن الانتخاب اور مصنف رفع الحجاب دو جداگانہ ہستیاں تھیں اور دو سطر نیچے ایک ہو گئے ، پھر ملاحظہ فرمائیے ص:۲۵۰/ جہاں مصنف فصل الخطاب کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ امیر معاویہ کے ہمراہ بھی صحابہ تھے:

> " اگر میں ان میں سے کسی کے متعلق اس امر کا مقر ہوتا کہ اس شخص سے خطاے منکر کا صدور ممکن نہیں ، تب علامہ اگر یہ کہتے تو یک حد بجا ہوتا۔ "

یہ دونوں مقام ببانگ دہل پکار رہے ہیں کہ حضرت مؤلف احسن الانتخاب نے بضرورت ایوب علی صاحب کے نام کی نقاب چہرۂ شریف پر ڈالی ہے ،اس کتاب کا تعلق چوں کہ براہ راست مصنف فصل الخطاب سے ہے لہٰذا مجھے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ، جہاں کہیں میرے مباحث کا تعلق ہو گا وہاں کچھ خدمت کر دی جائے گی ،جس کا انتظار ناظرین کرام کو حصہ سوم بوارق العذاب کی اشاعت تک کرنا چاہیے ۔ یہاں نمونۃً صرف ایک مقام کی چند سطریں پیش کیے دیتا ہوں ،جس سے پورا پورا اندازہ ہو جائے گا کہ کس قدر ایمان داری اور دیانت کو کام میں لایا گیا ہے۔

مصنف احسن الانتخاب نے ص:۴۸۰،۴۸۱/ پر قصص و آثار کا غیر معتبر ہونا تحریر فرمایا ہے۔ ان کے اس قول کو میں نے بھی اپنے پہلے خط میں پیش کیا تھا اور مصنف فصل الخطاب نے بھی اپنی کتاب میں پیش کیا ہے ،اس کے جواب میں ص:۲۶۱/ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> " امیر معاویہ کے خلاف مصالحہ صرف قصص و آثار ہی میں موجود نہیں ، بلکہ خود ان کی تحریر کے مطابق احادیث ضعیفہ یا کتب تاریخ میں بھی امیر معاویہ کے خلاف ضرورت سے زائد مصالحہ موجود ہے ۔ اگر بحث کے لیے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت مؤلف کی وہ عبارت جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے ، قاعدہ کلیہ پیش کرتی

ہے تو بھی اس قاعدہ کلیہ کا اطلاق صرف قصص و آثار پر ہوگا ،
احادیث ضعیفہ وکتب تواریخ قطعًا اس کے حدود سے باہر ہوں گی۔ "

ملاحظہ فرمائیے ! قصص اور کتب تواریخ ، آثار اور احادیث دو متغایر مفہوم قرار دیے گئے ہیں ، یہ اتنی بڑی دیانت ہے کہ بلا آفریں و مرحبا کہے ہوئے چارہ نہیں رہتا۔ کاش شاہ حبیب حیدر صاحب اپنی اس مسلمہ کتاب کے صرف ان چار لفظوں " قصص ، تواریخ ، آثار ، احادیث " کا فرق ثابت کرنے کو تیار ہو جائیں تو پھر کچھ لکھنے پڑھنے میں لطف پیدا ہو جائے۔ سچ ہے :

الباطل لا يثبت الا بالا باطيل

مباحث میں تو اس سے بھی بدتر حالت ہے ، غلط حوالہ ، تحریف لفظی و معنوی ، مغالطہ دہی و فریب ، غرض کسی بات میں باک و عار نہیں کیا گیا ، اور اپنی جرأت و بہادری کا کافی زائد ثبوت دیا ہے۔

ناظرین کرام ! جتنا تحریر کیا جا چکا ہے اس سے ان حضرات کی کارگزاریوں پر کافی روشنی پڑ گئی ہے ، لہٰذا اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

ناظرین کرام ! مذکورہ بالا کارروائیوں کو دیکھنے کے بعد ایک مقولہ مندرجہ رفع الحجاب ص:٦٧/٥٧ ، لکھنے پر مجبور ہوں :

" ایسی ترکیبیں صرف ان لوگوں کے لیے زیبا ہیں جو پیشہ ور دھوکہ باز ہیں ، ورنہ پڑھے لکھے اور متدین ناقد (محقق) کے لیے تو یہ امر چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے سے زائد بدتر ہے۔ "

ہدیۂ تشکر:

میں اپنے ان تمامی دینی احباب کا دلی شکر گذار ہوں جنہوں نے "بوارق العذاب" کے مطبوعہ حصوں کی یا آئندہ حصہ کی ترتیب و تکمیل کی خاطر ضروری کتابیں فراہم فرما کر میری مدد فرمائی، اور اپنی حمیت مذہبی کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب مذہبی فداکاروں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

سید مصباح الحسن چشتی

احسن الانتخاب "ارجح المطالب" کا دوسرا نام ہے:

اسی کتاب السیرۃ العلویہ کی پہلی جلد کا نام "احسن الانتخاب" ہے جس پر مجھ سے تقریظ کی فرمائش ہوئی تھی، اور اسی پر میرے اور ان حضرات کے درمیان اختلاف شروع ہوا۔ اس میں تحقیق و تنقید کے ڈھول تو بہت بجائے ہیں مگر حقیقتاً یہ "ارجح المطالب" مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری کا دوسرا نام ہے[1]۔ بلکہ السیرۃ العلویہ کی دوسری جلد "نفائس المِنن" کی بھی یہی حالت ہے، اور بقیہ جلدوں کے مضامین کا جو اشتہار مندرجہ ٹائٹل نفائس المنن و رفع الحجاب شائع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور جلدوں میں بھی "ارجح المطالب" ہی زیادہ کار فرما ہے، صرف بغرض اظہار فرق تقدم و تاخر کر دیا ہے یا مترادف الفاظ میں تبدیلی عبارت کر دی گئی ہے اور کچھ مضامین دوسری کتابوں سے شامل کیے گئے ہیں، مگر ان کا ماخذ بھی "اردو رسائل" مثل "خلفاے راشدین" و "المرتضیٰ" وغیرہ ہی ہیں۔ کہیں کہیں عبارات میں کچھ کمی، زیادتی کر دی ہے۔

مصنف "المرتضیٰ" کی تاریخ دانی پر ظریفانہ تبصرہ:

"المرتضیٰ" اور "ارجح المطالب" کا حوالہ شاہ حبیب حیدر صاحب نے بھی اپنے دوسرے خط میں مجھے دیا ہے۔ مصنف "المرتضیٰ" کی تاریخ دانی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ ص:۳۳ر پر ارشاد فرماتے ہیں:

> "صاحب صحیح مسلم نے باب المناقب میں لکھا ہے کہ ابو جہل نے بی بی فاطمہ کی زندگی میں اپنی بیٹی علی مرتضی کو دینا چاہی تھی، مگر رسول کریم نے علی مرتضیٰ کو اس نکاح سے روک دیا، اور کہا کہ "میری بیٹی میرا ایک ٹکڑا ہے اور جس سے اس کو ایذا ہو مجھ کو ایذا ہوتی ہے۔"

---

(۱) مزید تفصیل کے لیے مقدمہ ملاحظہ کریں۔ عابد چشتی۔

کیا جناب شاہ حبیب حیدر صاحب اس ''صحیح مسلم'' کا پتہ بتا سکیں گے جس میں یہ لکھا ہو کہ ابو جہل نے بی بی فاطمہ کے نکاح کے بعد اپنی بیٹی علی مرتضٰی کو دینا چاہی ؟۔ کیا ابو جہل غزوۂ بدر میں نہیں مارا گیا، جو بقول اصح ۱۷/ رمضان ۲/ ہجری میں واقع ہوا؟۔ کیا بی بی فاطمہ کا نکاح بعض کے نزدیک ۳/ ہجری میں نہیں ہوا، اور جن بعض کے نزدیک نکاح رمضان ۲/ ہجری میں ہوا ان کے نزدیک بھی رخصت ذی الحجہ ۲/ ہجری میں نہیں ہوئی ؟؟۔ یعنی بر بنائے ہر دو روایات نکاح یا رخصت ابو جہل کے مارے جانے کے بعد نہیں ہوا؟ خود المرتضٰی میں بھی غزوۂ بدر کو ۲/ ہجری میں اور نکاح کو بعد غزوۂ بدر ۳/ ہجری میں بیان کیا ہے۔ ذرا شاہ صاحب تکلیف فرما کر بذریعہ مکاشفہ اتنا دریافت فرما دیں کہ حسب تحریر شاہ تقی حیدر صاحب کیا'' تناسخ ''اس وقت تک منسوخ نہیں ہوا تھا کہ ابو جہل جون بدل کر اپنی بیٹی دینے آ گیا؟۔ ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا

کار طفلاں تمام خواہد شد

ترجمہ: یہی مکتب ہے گر یہی ملا

کام بچوں کا بس تمام ہوا

یہ بزرگوار یعنی مصنف ''المرتضٰی'' شاہ حبیب حیدر صاحب کے نزدیک علمائے اہل سنت میں داخل ہیں اور ان سے استناد کیا گیا ہے۔ جن کی حالت یہ ہے کہ سر شتہ تعلیم پنجاب کے ایک معمولی ملازم ہیں، انہیں اپنے نام کے ساتھ عہدہ لکھتے ہوئے شرم معلوم ہوئی، نہ مستند عالم، نہ مشہور علامہ، مذہباً شیعہ و سنی میں ''حد اوسط''، جنہوں نے دو رسالے ''الصدیق'' و ''المرتضٰی'' محض اس لیے تصنیف کیے کہ شیعہ و سنیوں کو ملا دیں۔ لہٰذا وہی روایات جمع کیں جو شیعوں یا سنی نما شیعوں کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ چناں چہ ''الصدیق'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''اور آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ ان بزرگوں کو جس قدر رسول خدا کے ظل حمایت میں مل کر بیٹھنے کی مسرت تھی، سنی اور شیعہ کو اسی

قدر بعد المشرقین کے فاصلہ پر رہنا پسند ہو گیا۔ حالاں کہ دونوں فریق ایک خدا کے ماننے والے اور اس کے ایک نبی کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ میں نے یہ حالات دیکھ کر دونوں بزرگوں کی سوانح عمریوں کو علاحدہ علاحدہ قلمبند کیا ہے، اور صرف انہیں روایتوں کو لیا ہے جو محققین کے نزدیک پختگی کو پہنچ چکی ہیں۔ خوش اعتقاد مصنفوں کی تحریروں کو، جو فسانہ ہائے شبینہ کی کہانیوں سے کچھ زیادہ قابل قدر نہیں ہیں، بالکل چھوڑ دیا ہے۔ مسائل متنازعہ خصوصًا مسئلۂ خلافت کی تاریخی روایات اور مذہبی تحقیقات کو ایسی وسیع الخیالی سے لکھا ہے جو اس رسالہ کے مناسب تھا۔ مدعا یہ ہے کہ صحابہ اور اہل بیت کے متبعین ان رسالوں کو پڑھیں اور بطور تاریخی واقعات ہر ایک بزرگ کی دینی خدمات پر غور کریں۔"

ان بزرگ نے "المرتضیٰ" کے دیباچہ میں بھی بجنسہٖ یہی لکھا ہے۔ ان کے پٹھو مصنف احسن الانتخاب ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل تشیع و اہل تسنن کے مناظرہ کی کتابوں اور کتب تواریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ جس سے یہ پتہ لگے کہ کس افراط و تفریط نے امت محمدیہ میں یہ تفریق پیدا کر دی ہے۔ جس کی بنا پر شیعہ اکابر صحابہ پر طعن کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت اپنے اصل مسلک سے ہٹ کر جناب امیر علیہ السلام کے نام اور حالات پر چہ می گوئیاں کرنے لگتے ہیں"۔ (۱)

(۱) احسن الانتخاب ص:۴۰/کتب خانہ انوریہ، کاکوری، لکھنؤ، ۲۰۰۰ء۔

مصنفِ احسن الانتخاب کی دیانت:

مصنف احسن الانتخاب کی دیانت کی تو یہ کیفیت ہے کہ ص:۱۲/۱۱ پر ایک فہرست ۶۷/ کتابوں کی دی ہے، جس میں متقدمین و متاخرین کو ایک ذیل میں مخلوط فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

> ”ان کتابوں کی اور ان کے مصنفین کی ایک جماعت علمائے عالی مرتبت نے توثیق و توصیف کی ہے، کتب اکابر قوم مثل تذکرۃ الحفاظ ذہبی، و طبقات الشافعیہ للشیخ تقی الدین سبکی، و تاریخ امام یافعی، و ابن خلکان وغیرہ سے مصنفین کی وثاقت و اعتبار و جلالت شان ظاہر ہو سکتی ہے“۔ (۱)

ذرا جناب شاہ حبیب حیدر صاحب تکلیف فرما کر ذہبی، و سبکی، و یافعی، و ابن خلکان کے ان صفحات کا حوالہ دیں جن میں شیخ عبد الحق، شاہ عبد العزیز، مولوی ولی اللہ، مولوی محمد مبین، علامہ رشید الدین خاں، مولوی اسلام الدین، مولوی عاشق علی خاں کاکوروی، مولوی حسن الزماں، حافظ شاہ علی انور، مولوی عبید اللہ بسمل، حافظ عبد الرحمٰن لاہوری، وغیرہم کا تذکرہ اور ان کے مصنفات کی توثیق و توصیف کی گئی ہے۔ کیا فریب و دھوکہ دہی کی یہ بد ترین مثال نہیں ہے؟۔

ارجح المطالب پر غاصبانہ قبضہ:

ناظرین کرام! اب ذرا ”ارجح المطالب“ سے اخذ مضامین کی حالت ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد اور لطائف دکھائے جائیں گے۔ میں یہاں چند مقام کی عبارتیں بالمقابل پیش کرتا ہوں اسی کے ساتھ ایک فہرست بھی بالمقابل ہر دو کتب کے مضامین کی دوں گا، جس سے ناظرین خوب اندازہ فرمالیں گے کہ ارجح المطالب پر کیسا ”غاصبانہ قبضہ“ کیا گیا ہے، اور فریب دہی کی کیسی زندہ مثال پیش کی گئی ہے:

---

(۱) بحوالہ سابق، ص:۱۲/۱۱۔

عبارت احسن الانتخاب
از ص: ۳۰ تا ص: ۴۰

دنیا میں اب تک جتنے مشاہیر گذرے ہیں ان میں بحیثیت جامعیت صفات کمالیہ حضرت علی مرتضیٰ ہی فرد الافراد نظر آتے ہیں، جو ہر طبقہ کے سر آمد مشاہیر میں شمار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلال خداوندی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان بادشاہ نظر آتے ہیں، جن کے دربارِ دربار میں ایوان کسریٰ کے حاضر باش، دست بستہ مؤدب و خاموش کھڑے رہتے ہیں، معرکۂ کار زار میں ایک بے مثل شجاع پائے جاتے ہیں، جو اپنی خدا داد قوت و طاقت سے مرحب اور عمرو ابن عبدود جیسے مشہور پہلوانوں اور دیو نژادوں کو مغلوب کرتے ہیں۔ ممبر پر ایک فصیح اللسان

عبارت ارجح المطالب
ص: ۳۰ (۱)

دنیا میں جتنے مشاہیر گذرے ہیں اور جن کی سوانح عمریاں آب زر سے لکھی گئی ہیں ان میں سے جناب امیر ایسے فرد الافراد ہیں کہ ہر طبقہ کے مشاہیر میں سر آمد نظر آتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلال الٰہی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان سلطان ہیں کہ جن کے دربار میں قیصر وکسریٰ کے سفیر، دست بستہ نہایت ادب سے سر نیچے کیے ہوئے خاموش استادہ ہیں، معرکۂ کار زار میں آپ ایسے یکہ تاز شہسوار ہیں کہ آستین چڑھا کر عمرو مرحب جیسے عرب کے رستم نژادوں کو پچھاڑ کر ان کے سینے پر چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں، ممبر پر ایک شیوہ بیان اسپیکر ہیں کہ فصحاے عراق و بلغاے عرب آپ کے خطبہ کی فصاحت سے جوش

(۱) مولوی عبید اللہ امرتسری، بہاول پریس، لاہور۔ ۱۳۱۷ھ۔ ۱۸۹۹ء۔

اور بلیغ البیان خطیب دکھائی دیتے ہیں ، جن کے سامنے فصحاے عراق و بلغاے عرب کی زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔علم وفضل کی درسگاہ میں ہمہ دانی کاوہ آفتاب بن کر چمکتے ہیں جوعلم الٰہی کے نور بسیط کو یہود و نصاریٰ تک، شریعت بنی اسرائیل کےغرفہ،اور اہل فلسفہ تک، حکمت یونانی کے روزن سے پہنچاتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت ابو البشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمعہ کاانسان پیداہی نہیں ہواکہ جو ایک طرف سراپاخاک بنا ہوا ہواور دوسری طرف نور پاک، جس کو زبان نبوت کبھی ”قم یا ابا تراب“ کے معزز لقب سے مخاطب کرے اور کبھی ”انا وعلی من نور واحد“ کے شرف سے سر فراز فرمائے ، نور محمدی کوئی غیر نہیں کہ ہستی خالق کے مقابل عدم سے پیدا ہوا ہو، بلکہ اس کی تخلیق یہی ہے کہ حضرت میں آکر کچھ پوچھنے کے لیے اٹھتے ہیں اور پھر بے خود بت بن کر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں، علم وفضل کی درسگاہ میں آپ ایک طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ انبیاے بنی اسرائیل کی شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرمارہے ہیں۔

غرض کہ مسند فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں اور چار بالش امارت پر آپ ایک ذی شوکت امیر ہیں، اگر عدالت میں آپ نوشیرواں ہیں تو شجاعت میں رستم دستاں ہیں، اگر سخاوت میں آپ حاتم نوال ہیں تو شہامت میں کیخسرو مثال ہیں ۔ ایسے صفات متضادہ کا بشر، ابو البشر کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا، اور ایسے اوصاف متقابلہ کا آدمی جناب آدم کی ذریت میں ہویدا نہیں ہوا ۔ انہیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھ کر نصیریہ نے آپ کو خدا جانا اور

حق نے اپنے نور سے کہا تھا کہ "کن محمدا" اسی عالم حیرت میں نصیری مدہوش ہوکر دیوانوں کی طرح ان کو خدا کہنے لگے، اور حضرات صوفیہ با ہوش رہ کر علی، ولی کا وظیفہ پڑھنے لگے۔

صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا۔

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے

یا نبی جانے یا خدا جانے

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے

یا نبی جانے یا خدا جانے

حضرات! یہ دونوں عبارات ہر دو کتب میں تمہیدی بطور دیباچہ ہیں اور کس قدر مماثلت موجود ہے کہ صفحات وہی رہے ممکن تھا کہ حسن ظن کرتے ہوئے توارد مان لیا جاتا مگر ارجح المطالب چوں کہ بوقت تصنیف پیش نظر تھی جیسا کہ احسن الانتخاب ص: ۱۷ سے ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا سوائے اس کے کہ یہ عبارت اسی سے لی گئی ہے اور کوئی خیال قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اور لطف یہ کہ ارجح المطاب کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا اور بلا شرکت غیرے شاہ صاحب چند لفظوں کے الٹ پھیر سے قابض ہو گئے۔

اگر ارجح المطالب کا نام ظاہر کر دیا جاتا تب بھی فعل محمود نہ تھا کہ دوسرے سے اخذ واقعات یا مباحث کا بہ اظہار نام کیا جا سکتا ہے۔ نہ کہ تمہیدی سطور کا، یہ سرقہ کی ایک بدترین مثال ہے، جو سوائے شاہ صاحبان ہر اردو داں مصنف یا مؤلف بھی اپنے لیے شرمناک سمجھے گا۔

"رفع الحجاب" میں بھی جو بجواب "فصل الخطاب" تکیہ کی کتب فروش ایجنسی سے شائع کی گئی ہے، اور حقیقتاً انہیں حضرات کی تصنیف کردہ ہے، صرف برائے گفتن دوسرے صاحب نامزد کر دیے گئے ہیں، تمام دور از کار جوابات دیے گئے ہیں، مگر یہ بات پردۂ خفا میں رکھی گئی ہے کہ اس عبارت کے ذمہ دار ہم نہیں بلکہ مولوی عبید اللہ ہیں۔ حالاں کہ یہ آسان تر جواب تھا۔ یہ

عجیب لطیفہ ہے کہ عبارت لکھی جائے مولوی عبید اللہ امرتسری کی، اور استثنا پیدا کیا جائے۔

شاہ علی حیدر کے الفاظ: ’’انبیاء اللہ ....‘‘ کے بعد سے جو اس عبارت سے ۳۵؍ سطر پہلے ہے منجملہ ان سطور کے ۲۶؍ شعری قصیدہ خود ساختہ یا اخذ کردہ درمیان میں فاصل موجود ہے، قصیدہ کے بعد جو عبارت: ’’دنیا میں اب تک......‘‘ سے شروع ہوئی ہے، یہ عبارت مستانفہ ہے جس کا اوپر سے کوئی تعلق نہیں، بالخصوص جب یہ عبارت دوسرے سے ماخوذ ہے تو اصل کو دیکھنا چاہیے کہ وہاں کوئی استثنا کیا گیا ہے یا نہیں۔ ارجح المطالب میں اول سے لے کر اس عبارت کے آخر تک کہیں ایسا لفظ موجود نہیں جس سے حضرات انبیا علیہم السلام مستثنیٰ ہو جاتے، لہٰذا رفع الحجاب میں جتنے جوابات دور از کار دیے گئے ہیں وہ ’’عذر گناہ بدتر از گناہ‘‘ سے بھی کئی قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ارجح المطالب میں صرف ’’پیدا نہیں ہوا اور ہویدا نہیں ہوا لکھا ہے‘‘، لیکن احسن الانتخاب میں ’’پیدا ہی نہیں ہوا‘‘ لکھ کر محاصرہ کل کر لیا گیا، لہٰذا یہاں حضرات انبیا علیہم السلام کا استثنا منجملہ واجبات ضرور یہ تھا، جس سے عمداً پہلو تہی کی گئی، ورنہ رفع الحجاب میں اقرار سہو کر لینا کچھ باعث شرم نہ تھا۔

احسن الانتخاب کی فہرست کتب:

احسن الانتخاب میں ص:۱۱؍ سے ص:۱۲؍ تک ایک فہرست کتب ہے جس سے پہلے تحریر ہے ’’مخصوص سیرت اہل بیت پر حسب ذیل کتابیں ہوئیں‘‘ یہ ہی فہرست ارجح المطالب میں ص:۶، ۷؍ پر ہے صرف دس کتابیں احسن الانتخاب میں زائد ہیں، انہوں نے بایں الفاظ یہ فہرست لکھی ہے:

> ’’اس کتاب کی تالیف میں کتب مشہورہ حدیث مثل صحاح
> ستہ وغیرہ کے سوا جن کتابوں سے خصوصیت کے ساتھ اخذ مطالب
> کیا گیا ہے، ان کے نام درج ذیل ہیں۔‘‘

پھر احسن الانتخاب میں ص:۱۳؍ تا ص:۱۶؍ پر فہرست اسمائے مصنفین مع سن وفات

درج ہے، جس کے اول میں تحریر ہے:

"ان کتابوں کے علاوہ قریب قریب تمام محدثین و مفسرین و مؤرخین نے حالات و مرویات اہل بیت خصوصًا جناب علی مرتضیٰ و حضرات حسنین علیہما السلام اپنی تصانیف میں درج کیے ہیں، جن میں سے مشہور حضرات کے اسما حسب ذیل ہیں۔"

ارجح المطالب میں ص: ۴،۵/ پر یہی اسما مع سن وفات مذکور ہیں، صرف ایک نام احسن الانتخاب میں نمبر: ۷۷/ پر دیلمی صغیر صاحب مسند الفردوس کا زائد ہے، مگر سن وفات غائب ہے، ارجح المطالب میں یہ نام بایں طور ذکر کیے ہیں:

"میں اپنے امامیہ احباب سے نہایت شرمسار ہوں کہ میں اس تالیف میں ان کی کتابوں سے اخذ مطالب میں قاصر رہا ہوں۔ اور حضرات اہل سنت و جماعت کی کتب حدیث پر ہی اس کتاب کی تدوین کا مدار رکھا ہے، اس لیے اہل سنت و جماعت کے ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم کے اسماے مبارک کی ایک فہرست مع ان کی سن وفات کے دیباچہ میں درج کر دی ہے۔"(۱)

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں وہی اسماے کتب وہی اسماے رجال جو ارجح المطالب میں مذکور ہوئے احسن الانتخاب میں تحریر کر دیے ہیں۔ صرف طریقۂ ذکر بدل دیا ہے اور مقدم، مؤخر کر دیا ہے تاکہ ناظرین مصنف احسن الانتخاب کی وسعت نظری و تبحر علمی پر بے چون و چرا یقین کر لیں، حالاں کہ دیلمی صغیر صاحب مسند الفردوس کا نام جو زائد کیا گیا ہے، چوں کہ ارجح المطالب میں مذکور نہ تھا، لہٰذا شاہ صاحب کو ان کا سن وفات بھی نہ معلوم ہو سکا کہ تحریر کر دیتے۔ ناظرین کرام اب ایک کھلی ڈکیتی کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) ارجح المطالب، ص:۳، بہاول پریس، لاہور ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء

احسن الانتخاب اور ارجح المطالب۔۔تقابلی عبارات:

عبارت احسن الانتخاب

ص:۵۷/تاص:۶۰

جس رات کفار نے قتل کا ارادہ کیا تھا، آنحضرت پر وحی آئی کہ آج ہی رات مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جاؤ ہجرت کی اجازت ملنے پر آنحضرت نے یہ تجویز کی کہ حضرت ابو بکر اس سفر میں ساتھ رہیں اور جناب امیر آپ کے بستر پر شب بسر کریں تا کہ کفار کو روانگی کا حال نہ معلوم ہو۔ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ جب کفار نے بوقت شب آنحضرت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل نے آکر آپ کو آگاہ کر دیا کہ آج رات کو اپنے بستر پر شب باشی نہ کریں۔ جب رات کا اندھیرا کافی طور پر ہو گیا تو کفار قریش آنحضرت کے مکان کے گرد جمع ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ آنحضرت سو جائیں

عبارت ارجح المطالب

از ص:۲۲۸/تاص:۲۲۹/

جبریل جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور یہ خبر بیان کی، اور کہا:

"آج شب کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں، خدائے تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم بھیجا ہے۔"

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکر سے آگاہ ہو گئے تو آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور فرمایا:

"ہماری ردائے حضرمی اوڑھ لو، تم کو ہرگز کوئی امر مکروہ نہیں پہنچے گا۔"

پھر آپ نے ان کو وصیت کی کہ یہ لوگوں کی امانتیں جو ہمارے پاس ہیں ان لوگوں کو سب کے سامنے دے دینا، یہ کہہ کر آپ گھر

تو ہم ان پر حملہ کریں ، جب آنحضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے جناب امیر سے فرمایا کہ یہ میری سبز چادر جس کو میں اوڑھتا ہوں ، تم اوڑھ کر بستر پر سو رہو ، تمہیں کوئی خطرناک بات پیش نہ آئے گی ، خدا تمھارا حافظ و ناصر ہے اہل مکہ کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ تمھارے سپرد کرتا ہوں ، میرے جانے کے بعد جو امانت جس کی ہے اس کو دے دینا اور مدینہ چلے آنا۔ آنحضرت اس انتظام کے بعد نکلے اور ایک مٹھی بھر خاک کفار پر ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان سب کی آنکھیں بند کر دیں ، آنحضرت ان کے سامنے سے گذرے ہوئے چلے گئے اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہنچ کر ان کے ساتھ غار حرا ہوتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

جناب امیر کی جاں نثاری

سے باہر بر آمد ہوئے اور مٹی کی ایک مٹھی بھر کے کفار کے سر پہ ڈالی ، اللہ تعالیٰ نے تمام کفار کی آنکھیں بند کر دیں ، اور حضرت ﷺ ان کے سامنے سے گذرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت علی ، حضرت کے بستر مبارک پر سو رہے ، تمام مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری اور قتل کے لیے مجتمع تھے ، اور تمام رات حضرت علی پر پتھر پھینکتے تھے ، نہ آپ مضطرب ہوئے نہ اندوہ گیں ، پھر کفار نے تمام گھر کا محاصرہ کر لیا اور تلواریں کھینچ کر گھر میں گھس پڑے اور ان کو کہنے لگے آہا ! آپ علی ہیں ؟ آپ کے دوست کہاں ہیں ؟ آپ نے فرمایا '' میں نہیں جانتا ''۔ کفار گھر سے نکل گئے اور آپ تنہا وہیں رہے ، خدائے تعالیٰ نے حضرت علی کو کفار کے شر سے بچا لیا۔

کا عدیم النظیر کارنامہ: جناب امیر کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ سولہ یا سترہ برس کی ہوگی اس عنفوان شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لیے پیش کرنا جناب امیر ہی کا کام تھا، حسب الحکم سبز چادر اوڑھ کر نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ بستر مبارک پر سو رہے، تمام رات کفار کا محاصرہ رہا ہر طرف برہنہ تلواروں کی جھنکار اور چمک سے ظلمت شب میں رعد و برق کا دھوکا ہوتا تھا، محاصرہ کی حالت میں کفار سے ایک شخص نے آکر کہا کہ آنحضرت نکل گئے، تم کس دھوکے میں ہو۔ ان لوگوں نے کواڑوں کے دراز سے جھانک کر دیکھا تو جناب امیر آنحضرت کی سبز چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ و سلم تو ابھی تک سو رہے ہیں، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد تین دن اور رات مکہ میں رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امانتیں ادا کیں، اس وقت مکہ میں آپ کے سوا کوئی مسلمان باقی نہیں تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے کلثوم بن ہرم کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئے، پس اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوت، شجاعت اور استواری اور ثبات نفس اور شہامت کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہوتا تو آپ ضرور ایسی ہولناک جگہ میں مضطرب ہو جاتے اگر چہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے آپ بستر نبوی پر سو رہنے میں شر کے پہنچنے سے بے خطر تھے لیکن نفوس بشری باوجود یقینی ہونے عدم خوف کے، جبکہ ڈرانے والے امور ان کی آنکھوں

مشرکین تمام رات اسی دھوکے میں رہے صبح کے وقت جناب امیر بستر پر سے اٹھے تو کفار ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم جس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کی خبر دی تھی وہ سچا تھا۔

(سیرت ابن ہشام)

مستدرک، ومطالب السؤل، وکفایۃ الطالب میں ہے کہ آپ آنحضرت کے چلے جانے کے بعد بے خوف و خطر بستر مبارک میں سو رہے، کفار رات بھر پتھر پھینکتے رہے، آپ ذرا بھی مضطرب و غمگین نہ ہوئے، صبح کے وقت کفار حسب قرار داد اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے جب اندر آئے تو دیکھا کہ آنحضرت کے بجائے آپ سو رہے ہیں۔ مشرکین اپنی غفلت پر سخت خجل ہوئے، آپ سے پوچھا کہ آپ کے دوست کہاں ہیں؟ آپ نے لاعلمی ظاہر کی، کے سامنے آجاتے ہیں تو وہ ان کو دیکھ کر مضطرب ہوجاتے ہیں۔

چناں چہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو باوجود حاصل ہونے درجہ نبوت کے و نیز خدا کے حکم کے کہ یا موسیٰ! تو مت خوف کر، جب خدائے تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اپنے عصا کو پھینک دے اور جناب موسیٰ نے اپنا عصا پھینک دیا اور وہ سانپ بن گیا۔ حضرت موسیٰ اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: یا موسیٰ! مت ڈر، اس کو پکڑ لے ہم ابھی اس کی پہلی حالت کی طرف اس کو لوٹا دیتے ہیں۔ کیوں کہ جناب موسیٰ اس حکم سے کسی طرح پر مخالفت نہیں کر سکتے تھے، آپ نے اپنی ردا کے کونے کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس کو پکڑنا چاہا، پروردگار نے فرمایا: یا موسیٰ! تمہیں کیا ہو گیا ہے، اگر ہم تمھارے ایذا کے لیے اس

انہوں نے غلط سمجھ کر مجادلہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سب نے مل کر مارا اور قید رکھا، لیکن آپ نے نہ بتایا، پھر آپ کو چھوڑ کر آنحضرت کی تلاش میں چلے گئے، جناب امیر کی زندگی میں یقیناً یہ سب سے پہلا واقعہ ہے کہ جو وعدہ آپ نے بنی ہاشم کے مجمع میں آنحضرت کی امداد و اطاعت کا کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ آنحضرت کی سلامتی ذات کے لیے اپنی جان قربان کرنا قبول کیا، اس سے بڑھ کر اور کیا محبت ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوت و شجاعت و شہامت و ثبات نفس کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا ہوتا تو یقیناً آپ باوجود ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہولناک موقع پر مضطرب ہو جاتے۔ اگر چہ مخبر صادق کے ارشاد کے موافق آپ کفار کی ایذا رسانی سے بے خطر

کو حکم دیں تو کیا تمھارا کپڑا تم کو اس کی ایذا سے بچا سکتا ہے؟۔ جناب موسیٰ نے عرض کیا: نہیں بچا سکتا، مگر میں ضعیف ہوں اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں۔ پس نفوس بشری کی طبیعت تو یہ ہے۔

اسی طرح سے جناب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا حال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ "تم اپنے لڑکے کو دریا میں پھینک دو، اور غم و اندیشہ مت کرو، ہم پھر اس کو تمھارے پاس پہنچا دیں گے"۔ جب انہوں نے جناب موسیٰ کو دریا میں ڈال دیا، بتقاضائے نفس بشری ان کے دل میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ قریب تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کر موجب فضیحت و رسوائی ہو جاتا، خدا کی مہربانی نے ان کو بچا لیا اور باوجود دلی اضطراب کے بول نہ سکیں۔

اگر جناب علی کو اپنی مہربانی

تھے ، لیکن نفوس بشری ایسے مواقع پر مضطرب ہو جایا ہی کرتے ہیں ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود درجۂ نبوت اور ارشاد باری خوف آگیا تھا۔

نوٹ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ ان سے ارشاد ہوا تھا کہ اے موسیٰ! خوف نہ کرو اپنے عصا کو پھینک دو، انہوں نے عصا پھینکا، وہ سانپ بن کر چلا ، حضرت موسیٰ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! ڈرو مت اس کو پکڑ لو ہم ابھی اس کو اس کی سابقہ حالت کی طرف لوٹا دیں گے ، چوں کہ حضرت موسیٰ اس حکم کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے چادر کا کونہ ہاتھ پر لپیٹ کر اس کو پکڑنا چاہا، اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ: اے موسیٰ! تمھیں کیا ہو گیا ہے، اگر ہم تمھاری ایذا کا اسے حکم دیں تو کیا یہ تمھارا کپڑا سے پروردگار نے دل کی قوت تامہ، جس کا نام شجاعت ہے، عطا نہ فرمائی ہوتی تو وہ بھی باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم کو ہرگز کوئی امر مکروہ نہیں پہنچے گا، ایسے خوفناک مقام میں بہ تقاضاے نفس بشری مضطرب ہو جاتے ، کیوں کہ اکیلے آدمی کا دشمنوں کی جماعت میں سونا ، جو اس کی گرفتاری اور اس کے قتل کے در پے ہوں اور اس کے دین کے معاند اور اس کی دشمنی کو ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے تشریف لے جانے کے بعد تین دن اور راتیں انہیں دشمنوں کے درمیان ٹھہرے رہے، اور پھر شہر سے نکل کر ان کی زمینوں اور پہاڑوں میں، باوجود ان کی کثرت اور اپنی تنہائی

تم کواس کی ایذا سے بچا سکتا ہے ؟۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ : ہرگزنہیں ،مگرمیں ضعیف اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں، اورنفوس بشریہ کا خاصہ حالت مصیبت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے ۔حضرت موسیٰ باوجود ارشادِ الٰہی مضطرب ہو گئے، یا ان کی والدہ کا قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کو دریا میں پھینک دو اور کسی طرح کا غم و اندیشہ مت کرو، ہم اس کو پھر تمھارے پاس پہنچا دیں گے ۔ جب انہوں نے حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈال دیا تو بہ تقاضاے نفس بشری ان کے دل میں اضطراب پیدا ہو گیا ،قریب تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کر باعث فضیحت ورسوائی ہو جاتا، لیکن خدا کی مہربانی نے ان کو بچا لیا کہ وہ باوجود دلی اضطراب کے نہ بول سکیں۔ **مؤلف**

کے سیر کرتے رہے۔ یہ تمام امور ایسے واضح دلائل ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جوہر شجاعت سے مخصوص کیا تھا۔

و ليلة المبيت ،كا نت ليلة الخميس اول ليلة من شهر ربيع الاول سنة ثلاث وعشر من المبعث، وعمر على خمسة عشرين سنة. (سیرۃ نبویہ)

جناب امیر کو بوجہ کمال موہبت الٰہی اضطراب بھی نہ ہوا ، ایسی خوف ناک حالت میں تنہا دشمنوں کی جماعت میں ، جو قتل کے در پے ، دین کے سخت دشمن تھے ، سونے کے لیے آنحضرت کا بہ ایں الفاظ حکم دینا کہ ”ہرگز تم کو کوئی امر مکروہ پیش نہ آئے گا“ بہ تقاضاے نفس بشری لائق اضطرار و اضطراب نہ ہونے سے یہ امر پورے طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوہر شجاعت سے مخصوص کر دیا تھا اور آنحضرت کے ساتھ اتنی محبت عطا فرمادی تھی کہ آپ اپنی جان کو آنحضرت کے معاملہ میں کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔

کلام مجید میں بھی اس ارادۂ قتل اور کفار کی ایذا رسانی اور آنحضرت کے اس سے نجات پانے کا مختصر طور پر ذکر ہے، ارشاد ہے:

وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ

كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ (۱)

ترجمہ: یعنی اے پیغمبر ! اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر تم پر داؤں چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو گرفتار کریں یا مار ڈالیں یا جلا وطن کر دیں، اس وقت کافر اپنا داؤں کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤں کر رہا تھا اور اللہ سب داؤں کرنے والوں سے بہتر داؤں کرنے والا ہے۔

مفسرین اور اہل سیر اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کفار کی مشاورت دربارۂ قتل آنحضرت تھی، جب آنحضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ان کو مغالطہ میں ڈالنے کے واسطے جناب امیر کو اپنے بستر پہ لٹا گئے، یہ تمام رات بغیر کسی فکر و اضطراب کے آنحضرت کے بستر پر لیٹے رہے، "لیلۃ المبیت"

(۱) پارہ:۹/ سورہ انفال، آیت:۳۰/۔

یعنی جس رات جناب امیر
آنحضرت کے بستر مبارک پر
سوئے اور آنحضرت نے مکہ سے
ہجرت فرمائی، وہ شب پنج شنبہ، یکم
ربیع الاول ۱۳ر بعثت تھی، یعنی
بعثت کا تیرہواں سال تھا۔

(سیرت نبویہ)

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ صرف چند الفاظ کے تغیر کر دینے سے شاہ صاحب کتنی آسانی سے مؤلف و محقق و مصنف بن گئے اور دیدہ دلیری یہ کہ ارجح المطالب کے متن کو درمیان سے کاٹ کر "نوٹ" بنالیا اور بارہ کے ہندسہ کے بعد لفظ مؤلف لکھ کر بلا شرکت غیرے قابض ہو گئے۔ یہاں تو حافظ علیہ الرحمۃ کا مصرعہ۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بھی کچھ ناکافی معلوم ہوتا ہے۔ کوئی پیشہ ور سارق مضامین بھی اتنی بے باکی نہ دکھا سکے گا، سچ ہے:

"بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا"

ارجح المطالب میں تو باوجود ذکر واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی نام نہاد سنیت قائم رکھنے کے لیے کسی قدر تفضیل سے بچنے کی کوشش کی ہے، لیکن شاہ صاحب نے باوجود پشتینی سنی ہونے کے اس سے کچھ باک نہ کیا، اور کیوں کرتے جبکہ احسن الانتخاب کے ص:۳۰ر پر ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ:

"حق یہ ہے کہ حضرت ابو البشر کی اولاد میں ایسی صفات
حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔"

چناں چہ جلد دوم موسومہ بہ "نفائس المنن" میں ہے:

”حضرت عزیر کو مسئلہ قضاو قدر میں جب شبہ ہوا تو انہوں نے مناجات کی، حکم ہوا کہ اس سوال سے باز رہو، ورنہ دفتر نبوت سے نام محو ہو جائے گا۔ حضرت علی پر بعنایت الٰہی و مواہب حضرت رسالت پناہی اسرار قضاو قدر کھلتے گئے، جن کو آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا، اس سے مقصود حضرت عزیر پر حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنا نہیں، بلکہ مماثلت دکھانا ہے۔“ (۱)

دنیا کا کون عقل مند سوائے شاہ صاحب اور ان کے حواریین کے اسے فضیلت نہیں مماثلت کہے گا؟، جبکہ حضرت عزیر کو صرف سوال پر تہدید فرمائی گئی اور حضرت علی نے انہیں امور کو علی الاعلان بیان فرمایا کہ ہر کہ و مہ واقف ہو گیا۔ ان حضرات نے تو صرف یہی نہیں کیا، بلکہ اس سے بھی ترقی کر گئے اور مماثلت حقیقی باسرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی ہو گئے۔ (۲) حالاں کہ اہل سنت کا بچہ بچہ بے مثلی سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنا منجملہ ضروریات مذہب جانتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ آئندہ خطاے جبرئیل کے بھی قائل ہو جائیں۔

---

(۱) نفائس المنن، ص:۲۲۵، مطبع مدینہ پریس بجنور، جنوری ۱۹۳۴ء۔

(۲) چناں چہ نفائس المنن میں جہاں دیگر انبیا کے ساتھ حضرت علی کی مماثلت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے وہیں پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ نہ صرف مجازی بلکہ حقیقی مماثلت دکھاتے ہوئے لکھا ہے:

” حضرت علی کو آنحضرت ﷺ سے جو مشابہت تامہ حاصل تھی اس کی دو حیثیتیں ہیں ”مجازی و حقیقی“، ہم ہر حیثیت کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں“

اور پھر اپنی گفتگو کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس حدیث نور سے جس طرح کا شرف و قرب و معیت و اتحاد بہ حسب ظاہر و باطن حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے حاصل ہوتا ہے اس میں اہل بیت عظام اور صحابہ کرام میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔“

(نفائس المنن ص:۲۵۱)۔ عابد چشتی

احسن الانتخاب کا بیان نسب:

ناظرین کرام! اب جو نمونہ پیش کیا جاتا ہے اسے غور سے ملاحظہ فرمائیے، یہ ایک چند سطری نمونہ بہت سی باتوں پر روشنی ڈالتا ہے:

۱۔کتاب احسن الانتخاب ارجح المطالب کی نقش ثانی ہے۔

۲۔متقدمین کی کتابوں کے نام محض اردو رسائل سے دیے ہیں، دیکھا کچھ نہیں۔

۳۔اگر شاہ صاحب کا مستند علیہ کوئی غلطی کر گیا ہے تو اس سے قاصر ہیں کہ تصحیح کر دیں۔

۴۔چچا، بھتیجی کا رشتہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

۵۔محرمات قطعیہ قرآنیہ سے بے خبر کہ چچا، بھتیجی میں نکاح ابدی حرام ہے۔

۶۔بیوی اور ماں کا فرق سمجھنے سے مجبور ہیں۔

۷۔تکیہ میں ”تحقیق و تنقید“ بے معنٰی الفاظ رہ گئے ہیں۔

۸۔جن کتابوں کے نام لکھتے ہیں ان کے دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرماتے۔

۹۔اپنے اس نام نہاد تحقیق کے ذریعہ دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالنے اور اپنا سکہ بٹھانے کی سعی لاحاصل فرماتے ہیں۔

۱۰۔جو ایسے معمولی رشتے سمجھنے سے قاصر اور محرمات قرآنیہ سے جاہل ہو، وہ مشاجرات صحابہ اور واقعات تاریخیہ میں اردو رسائل کے بھروسے پر محاکمہ کرنے کا مدعی ہو، اور اہل سنت کے منہ آئے، خدا کی قدرت ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔فاعتبروایااولی الابصار

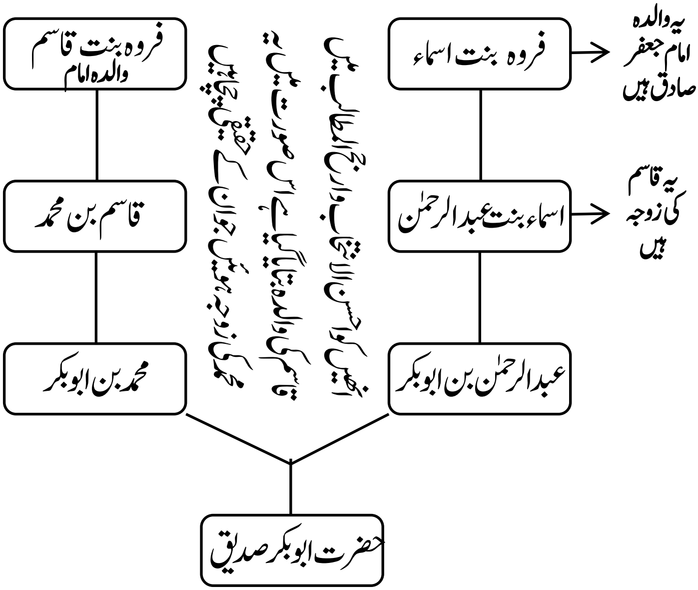
احسن الانتخاب ص:۴۸۲ر	ارجح المطالب ص:۴۵۲ر
امام جعفر صادق علیہ و علیٰ آبائہ السلام کی والدہ ” فردہ بنت قاسم“ ابن محمد ابن ابی بکر صدیق تھیں،	امهٔ فردة بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق و ام القاسم اسماء بنت عبد

اور حضرت قاسم کی والدہ "اسماء بنت عبد الرحمٰن" بن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا تھیں۔

الرحمٰن بن ابو بکر و لذلك كان يقول ولدنی ابو بكر مرتين (طبقات الحفاظ للذهبی، وطبقات المنادی)

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہے اور قاسم کی ماں کا نام اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابوبکر ہے۔ اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔

میں عام اردو داں ناظرین کی سہولت کو بطور شجرہ واضح کیے دیتا ہوں۔



امام کے اس ارشاد کا ”ولدنی ابو بکر مرتین“ مقصود یہ ہے کہ امام کی والدہ فردہ یعنی اسما حضرت صدیق اکبر کی پوتی، اور فردہ کے باپ قاسم حضرت ابو بکر کے پوتے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ترجمہ:

زمان قد تفرغ للفضول — زمانہ نے پلٹا کچھ اس طرح کھایا
یسود کل ذی حمق جھول — کہ ہے جاہلوں کو مصنف بنایا
فان احببتم فیہ ارتفاعا — جو چاہو کہ تم کو ترفع ہو حاصل
فکونوا جاھلین بلا عقول — انہیں بے وقوفوں میں ہو جاؤ شامل

اب میں مختصر احسن الانتخاب و نفائس المنن اور ارجح المطالب کی ایک فہرست بنائے دیتا ہوں جس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ شاہ صاحب کی کائنات کتنی ہے۔ مولوی مصطفیٰ حسن صاحب نے صاحب ارجح المطالب کے ”خط“ کا فوٹو ”سبل السلام“ میں شائع کر کے مولوی عبید اللہ امرتسری کے مذہب کا پردہ توفاش ہی کر دیا ہے کہ وہ اس وقت شیعی تھے، اب قادیانی ہیں (۱)، لیکن یہاں یہاں ایک لطیفہ دکھا دینا خالی از دل چسپی نہ ہوگا۔ مصنف احسن الانتخاب نے ص:۱۸/۱۷ پر تحریر فرمایا ہے:

”اس بندۂ عاجز محرر سطور کو اس کتاب مسطور میں اس ذخیرہ سے بہت مدد ملی، مرویات و مناقب کا استخراج، ارشادات فضائل کا استقصا جس قدر اس کتاب سے ہو سکا ویسا اور کسی کتاب سے نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث و آثار و حالات صحابہ پر یہ ایک تنہا کتاب جمیع کتب احادیث کو حاوی اور جامع ہے۔“

اس کے بعد وہ ۵۶ ر کتابوں کے نام لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:

(۱) تفصیل کے لیے مقدمہ ملاحظہ کریں۔ عابد چشتی۔

"ان کتابوں کے دیکھنے سے ناظرین کو یہ پتہ چل جائے گا کہ
میں نے کسی شیعہ مؤرخ یا مصنف کی تالیف سے کوئی مدد نہیں لی ہے
اور نہ کسی حصۂ کتاب میں ایسے کسی مصنف یا مؤرخ سے آخذ ہوں،
اتنا ضرور ہے کہ وقتاً فوقتاً کتب اہل تشیع میرے مطالعہ میں رہیں،
لیکن ہر امر کو جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے تحقیق و تنقید سے لکھا۔"

پہلے اس دعویٰ ہی کو ملاحظہ فرمائیے کہ شاہ صاحب کسی شیعہ مصنف یا مؤرخ سے آخذ نہیں ہیں۔ پہلے وہی مثال لیجیے جہاں صادق آجائے کہ " جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے"۔ احسن الانتخاب ص:۴۸۶/۴۸۷، پر ہے:

" خراج" اور " فے" اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بغیر
جنگ کے حاصل ہو، اس مال میں سے مویشی اور اسباب حاضرین
لشکر کو تقسیم کر دیا جاتا تھا، اور آراضیات خالصۂ سرکار متصور ہو کر ان کا
خراج بیت المال میں جمع ہوتا تھا، پھر عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آمدنی کو تمام مسلمانوں میں بحصہ
رسدی تقسیم کر دیا کرتے، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو تفریق
مراتب کے لحاظ سے اس کی تقسیم کا قاعدہ مقرر کیا تھا۔ سبقت فی الاسلام،
شرافت نسب، اور فوجی خدمات کو اس تقسیم کی کمی، بیشی کا معیار قرار دیا تھا۔
حضرات شیعہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر " فے" کی آمدنی
کو موافق سنت نبوی تمام مسلمانوں میں بحصہ مساوی تقسیم کر دیا کرتے تھے،
اس معاملہ میں انہوں نے حضرت عمر کے قواعد کی پابندی نہیں کی تھی۔"

یہاں کھلے بند اقراری مجرم ہیں اور در پردہ حضرت عمر کو خلاف سنت نبوی عامل بنا رہے ہیں۔ اب بالمقابل ارجح المطالب و احسن الانتخاب و نفائس الممنن کے مضامین کی جداول معائنہ

فرمائیے۔اوران شاہ صاحبان کی شجاعت و مردانگی کی جتنی ممکن ہو داد دیجیے۔

نمبر شمار	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری: صفحات از	صفحات تا	مضمون	کیفیت	عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب: صفحات از	صفحات از	مضمون	کیفیت
۱	۲	۳	اگر حسنِ عقیدت سے قطع نظر کر کے		۳	۴	دنیا میں اب تک جتنے مشاہیر تا پائی جانے یا خدا جانے	(۱)- روافض کا تتبع ہے (۲) محال ہونا غلط ہے (۳) یہ الفاظ استعمال کرنا ناروا ہیں (۴) ان الفاظ میں کوئی تعریف نہیں (۵) بحیثیت محقق ہربات کے ذمہ دار ہیں۔ حوالہ غائب
۲	٦	۷		طمہ بنت	۱۱	۱۲	فہرست کتب	(۱) فہرست وہی ہے صرف دس کتابیں زیادہ ہیں (۲) کتب متذکرہ صدر کے بعد انھیں اور ان کی تصانیف کو ممدوح ذہبی کہنا صریح عوام کو مغالطہ و دھوکا دینا ہے (۳) صرف کنزالعمال پر اخذ مطالب کا مدار رکھنا اور اصل ماخذ یعنی ارجح المطالب کو صفائی کے ساتھ ذکر نہ کرنا سخت تلبیس ہے اور اپنی نادانی کو ہمہ دانی کا روپ دینا ہے۔

					عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب
۳		۴۴۵	۴۴۷	جناب امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت	اس میں انھوں نے فاطمہ بنت اسد اور محمد ابن طلحہ کا قول اور حضرت امام زین العابدین کی روایت بیان کی ہے	۱۹	۲۱	واقعاتِ ولادت	انھوں نے فقط فاطمہ بنت اسد اور حضرت امام زین العابدین کی روایت لکھی ہے اور محمد ابن طلحہ کا قول اوپر بیان کر دیا لیکن حوالہ صرف پہلی روایت میں عروۃ الوثقیٰ کا دیا ہے جو ارجح المطالب کا ایک باب ہے۔ یہ محض زیادتی ماخذ کو فریب ہے۔
۴		۴	۵	فہرست اسماء و سنِ وفات		۱۲	۱۶	فہرست اسماء و سنِ وفات	(۱) صرف ایک نام زیادہ کیا ہے اور آخری نمبر میں اپنی کورانہ تقلید کا پورا پورا پتہ دیا ہے یعنی صاحبِ ارجح المطالب نے آخری نمبر کا سنِ وفات نہیں دیا، لہٰذا جناب بھی دم بخود رہ گئے۔ (۲) نیز برائے رفع اشتباہ سنینِ وفات وغیرہ میں بھی کچھ ضروری اصلاحیں کیں۔
۵		۳	۳	میں اپنے امامیہ احباب تا درج کر دئے ہیں		۱۸	۱۸	ان کتابوں کے دیکھنے سے تا تنقید سے لکھا	محض لفظ امامیہ اور شیعہ کا فرق ہے اور سنیوں پر مفت کا احسان ہے۔

عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۶	۹	۱۱	قال ابن الاعرابی تا اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔		۲۱	۲۳	کتب سیر و مناقب میں تا اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔	(ا) حوالہ ارجح المطالب غائب، حوالہ مسلم جلد دو، صفحہ ۱۵اغلط ہے، نووی میں ہے اس میں واقعہ خواب نہیں۔
۷	۱۱	۱۵	کنیت ابو الحسن تا غائبو اس سے آگاہ کرے		۲۳	۲۷	کنیت احادیث میں تا ابو تراب علی ست	حوالہ کفایۃ المہمہ کا ابوالرکانتیں غائب ہے، خدا معلوم اس میں کیا مصلحت ہے کفایۃ المہمہ کا حوالہ دینا جو ارجح المطالب کا ایک باب ہے بدترین فریب ہے جب کہ کتاب موصوف ماخذات میں لیجا چکی ہے۔
۸	۱۵	۵۴	امیر المومنین تا ہاتھ کا میل ہے		۲۷	۲۷	جناب امیر کے تا القاب پر اکتفا کی گئی	صرف سات لقب زیادہ ہیں باقی بجنسہ وہی ہے۔
۹	۴۴۷	۱۵۶	جناب امیر علیہ السلام کی سبقت اسلام کی تحقیق	ستائیس حدیثیں روایت کی گئیں۔	۳۳	۳۸	احادیث متعلق بہ سبقت اسلام	
۱۰	۲۱۱ سطر ۱۳ و ۴۶۸	۲۱۲ و ۴۷۱	واقعۂ شبِ ہجرت بہ تفضیل بر حضرت موسیٰ علیہ السلام		۵۸ سطر آخر و ۶۰	۵۹ سطر آخر و ۶۲	وہی واقعہ شبِ ہجرت	واقعہ مختصر لکھا مگر ارجح المطالب کے متن کو فٹ نوٹ بنایا اور اپنی جانب منسوب کیا، ارجح المطالب میں پانچ حدیثیں ہیں اور انھوں نے اس میں سے تین حدیثیں لی ہیں۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری					عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۱۱		۳۷۳	۴۸۱	بحث سدابواب	انھوں نے حضرت علی و حضرت ابو بکر کے واقعات کی تطبیق دی	۷۱	۸۰	وہی	بجنسہٖ وہی سب باتیں مگر تطبیق سے انکاری بلکہ حضرت ابو بکر کے واقعہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
۱۲		۲۱۴	۲۱۴	غزوہ کدر		۸۰	۸۰	وہی	بجنسہٖ وہی حوالہ غائب
۱۳		۲۱۴	۲۱۷	غزوہ احد		۸۰	۸۵	غزوہ احد	احسن الانتخاب میں مفصل ہے روایات ارجح المطالب کی یہی سب ہیں، حوالہ غائب ہے۔
۱۴		۲۱۷	۲۲۰	غزوہ خندق		۸۵	۹۰	وہی	سب وہی، صرف قدرے تفصیل ہے، حوالہ غائب ہے۔
۱۵		۲۲۰	۲۲۲	غزوہ خیبر		۹۲	۹۶	وہی	زائد مفصل ہے
۱۶		۳۷۲	۳۷۴	سبقت اسلام اہل بیت کی تحقیق		۱۰۷	۱۰۹	احادیث متعلق بہ سبقت اسلام اہل بیت	بہ ادنیٰ تغیر بجنسہٖ ہے۔

		عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۱۷		۳۹۷	۴۰۰	عترت کی تحقیق، احادیث و فضائل عترت	تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں	۱۱۵	۱۱۶	عترت	تیرہ حدیثوں میں صرف پانچ روایت کیں لیکن صرف حدیث نمبر ایک میں کواکب المضیئہ تیسرے باب ارجح المطالب کا حوالہ دیا ہے، تحقیق عترت میں صواعقِ محرقہ سے ایک روایت زائد لکھی ہے۔
۱۸		۵۶ و ۳۷۳	۶۰ و ۳۷۷	انما یرید اللہ تا آیۂ تطہیر نازل ہوئی	آیۂ تطہیر کے متعلق گیارہ حدیثیں لکھی ہیں.	۱۲۱	۱۲۵	انما یرید اللہ تا کافی ہے ارجح المطالب کے دونوں مقاموں کا مجموعہ ہے	صواعق کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے سراسر فریب محض ہے، ترجمہ حدیث نمبر (۴) و نمبر (۶) کا غلط کیا ہے، باقی بجنسہٖ وہی ہے۔
۱۹		۶۰	۶۲	آیۂ مباہلہ فقل تعالوا تا کوئی نہیں ہے۔	اس میں چار روایتیں ہیں۔	۱۲۵	۱۲۶	آیۂ مباہلہ فقل تعالوا تا کوئی نہیں ہے۔	وہی چار روایتیں ہیں اور بعینہ وہی ترتیب ہے البتہ صواعق کا حوالہ غلط ہے، ترجمہ آیت و حدیث حضرت سعد ابن ابی وقاص غلط کیا ہے۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۲۰	۶۲	۶۲	آیت مودت قل لا اسالکم علیه اجرا	اس میں دو روایتیں ہیں ابنِ عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے صفحہ ۴۰۰ پر یہی مضمون بجنسہ ہے۔	۱۲۶	۱۲۶	آیت مودت ترجمہ غلط ہے	اس جگہ وہی دو روایتیں مجملاً اور صفحہ ۱۲۰/ پر مفصلاً بیان مودی القربیٰ میں ہیں۔
۲۱	۶۲	۶۳	آیۂ وقفوھم تاقیامت کے دن علی کی ولایت سے	صرف ابوسعید کی روایت	۱۲۶	۱۲۷	آیۂ وقفوھم تا آں حضرت نے تین مرتبہ فرمایا	ابوسعید کی روایت میں محبتِ اہلِ بیت کا اضافہ کیا، نیز صواعقِ محرقہ کا ایک قول اور اذکرکم في اهل بيتي زائد کیا۔
۲۲	۹۲	۹۲	آیۂ تصلیه ان الله و ملٰئکته	ایک روایت کعب بن عجرہ کی، اس آیت کا نمبر (۵۱) ہے۔	۱۲۷	۱۲۸	آیۃ تصلیه	دونوں مقاموں کا مجموعہ ہے، نمبر آیت جدید ہے۔
۲۳	۸۱	۸۲	آیۃ سلام الله علی الیاسین	ایک روایت ابنِ عباس کی اور چند مفسرین کے نام ہیں۔	۱۲۸	۱۲۸	سلام علی الیاسین	وہی روایت، وہی مفسرین، وہی ترجمہ، اس آیۃ کا نمبر (۶) ہے۔
۲۴	۸۵	۸۶	آیۃ اعتصام و اعتصموا بحبل الله	امام جعفر صادق کی روایت۔ صواعق محرقہ کا حوالہ۔	۱۲۸	۱۲۸	آیۃ اعتصام	وہی روایت، وہی حوالہ، آیت کا نمبر (۷) ہے۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۲۵	۸۵	۸۵	آیۃ ام یحمدون الناس	صرف ایک روایت آیت نمبر(۴)	۱۲۸	۱۲۸	وہی آیۃ	وہی روایت صرف یہ الفاظ زائد ہیں: اس سے مراد بعثتِ رسول، نبوت، کتاب، نصرت، اعزاز، آیت نمبر:۸ ہے۔
۲۶	۹۵	۹۶	آیۃ وما کان اللہ لیعذبھم	صرف صواعق محرقہ کا حوالہ، آیت نمبر:۶۲	۱۲۸	۱۲۹	وہی آیۃ	صواعق محرقہ کے ساتھ کنز العمال بھی، آیت نمبر:۹۔
۲۷	۷۹	۷۹	ولسوف یعطیك	ایک روایت حضرت ابن عباس کی، آیت نمبر:۲۶	۱۲۹	۱۳۰	وہی آیت	سب وہی خفیف زیادتی اس ضمن میں آیت:۲۳، ۶۳، ۷۷، کو ذکر کر دیا بجائے ارجح المطالب حوالہ میں النص الجلی جو ارجح کے ایک باب کا نام ہے، گویا ناواقفوں کے لیے ایک ماخذ زیادہ کر دیا۔
۲۸	۶۳	۶۵	یطعمون الطعام	واحدی اور زمخشری کی روایت	۱۳۰	۱۳۲	وہی آیت نمبر ۱۲	وہی دونوں روایات بخاری کی روایت زائد جس نے کنویں جھنکائے اور اردو رسائل کا پردہ فاش کر دیا، حسینی کا حوالہ النص الجلی سے غلط ہے۔
۲۹	۷۹	۷۹	مرج البحرین	روایت انس آیت نمبر:۱۷	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۳	وہی روایت حوالہ النص الجلی کا

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۳۰	۸۱	۸۱	وھو الذی خلق من الماء	روایت ابن سیرین بحوالہ کفایۃ الطالب، آیت نمبر:۳۱	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۴	بجنسہ نام النص الجلی کا۔
۳۱	۸۲	۸۲	اخوانا علی سرر	دوروایتیں احمد وابن مردویہ، نمبر:۳۱	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۵	بجنسہ وہی کنز العمال زائد النص الجلی کا حوالہ ترجمہ آیت غلط ،دوسری روایت کا ترجمہ غلط۔
۳۲	۸۴	۸۵	فی بیوت اذن اللہ	انس بریدہ کی روایت بحوالہ ابن مردویہ اور سیوطی	۱۳۲	۱۳۲	وہی آیت نمبر:۱۵	بجنسہ حوالہ النص الجلی۔
۳۳	۸۶	۸۶	اللہ نور السموٰات	امام محمد باقر کی روایت بحوالہ ابن المنازلی، نمبر:۴۵	۱۳۳	۱۳۳	وہی آیت نمبر:۱۷	بجنسہ ولایت کے معنی بحوالہ النص الجلی بتلائے وہ اس میں نہیں ہے۔روایت کا ترجمہ غلط ہے۔
۳۴	۸۶	۸۶	و من یقترف حسنۃ	روایت ابن عباس ثعلبی سے نمبر:۴۶	۱۳۳	۱۳۳	وہی آیت نمبر:۱۸	بجنسہ حوالہ النص الجلی آیت کا ترجمہ غلط
۳۵	۹۷	۹۷	اھدنا الصراط المستقیم	مسلم ابن حبان کی روایت ابو بریدہ سے بحوالہ ثعلبی و معالم التنزیل، نمبر:۶۹	۱۳۳	۱۳۳	وہی آیت نمبر:۱۹	بجوالہ النص الجلی بجنسہ

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۳۶	۹۹	۱۰۰	ان اللہ اصطفیٰ	روایت اعمش بحوالہ ثعلبی، نمبر:۸۰۔	۱۳۳	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۰	بجنسہ وہی النص الجلی کا حوالہ۔
۳۷	۱۰۰	۱۰۰	الا بذکر اللہ	حضرت علی کی روایت بحوالہ ابن مردویہ و درِ منثور سیوطی آیت۔	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۱	بجنسہ وہی کنزالعمال کا نام زائد ہے۔
۳۸	۹۹	۹۹	حتی تاتیھم البینہ	ابن جریج کی روایت بحوالہ ابن منذر و درِ منثور سیوطی، آیت نمبر:۷۹	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۲	وہی روایت بحوالہ درِ منثور والنص الجلی وابن منذر
۳۹	۱۰۱	۱۰۱	والشفع والوتر	امام حسین کی روایت بحوالہ نطنزی، آیت نمبر:۸۵	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۳	روایت وہی بحوالہ النص الجلی ابن جریر کی روایت النص الجلی میں نہیں ہے۔
۴۰	۱۰۱	۱۰۱	ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم	امام جعفر صادق کی روایت بحوالہ نطنزی، آیت نمبر:۸۶	۱۳۴	۱۳۴	وہی آیت نمبر:۲۴	وہی روایت بحوالہ النص الجلی ترجمہ آیت غلط۔
۴۱	۳۷۹	۳۷۹	اہلِ بیت کا مخزنِ حکمت ہونا		۱۴۵	۱۴۵	حدیثِ حکمت	بجنسہ وہی، حوالہ نہیں ہے۔
۴۲	۳۸۰	۳۸۰	اہل بیت کا مفاتیح رحمت اور موضعِ رسالت ومعدن حلم ہونا		۱۴۵	۱۴۵	حدیثِ مفتاح	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۴۲	۳۸۰	۳۸۱	اہل بیت کا امت کے لئے امان ہونا		۱۴۵	۱۴۵	احادیث الامان	بجنسہ وہی
۴۴	۳۸۱	۳۸۱	اہل بیت کا مثل باب حطہ بنی اسرائیل ہونا		۱۴۶	۱۴۶	وہی بجنسہ	سب بجنسہ، حوالہ غائب۔
۴۵	۳۸۱	۳۸۱	اہل بیت کے ساتھ دوسروں کا قیاس نہیں ہوسکتا۔		۱۴۶	۱۴۶	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی مگر حوالہ عروۃ الوثقیٰ کا، حالاں کہ وہ ارجح المطالب کے دوسرے باب کا نام ہے۔
۴۶	۷۲۹	۷۳۲	جناب امیر کی شہادت کی نسبت پیش خبری		۴۹۱	۴۹۱	احادیث متعلق بہ شہادت جناب امیر علیہ السلام	۱۰/ حدیثوں کی جگہ ۹/ حدیثیں لیں، نمبر:۱۵ کی حدیث جناب امیر سے مروی چھوڑی جو ابو رافع سے مروی ہے، اس کو جناب امیر سے منسوب کیا۔
۴۷	۳۸۲	۳۸۳	اہل بیت کے سوا کسی مرد یا عورت کا جنب یا حیض کی حالت میں مسجد نبوی میں داخل نہ ہونا		۱۴۶	۱۴۶	حدیثِ طہارت	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۴۸	۳۸۳	۳۸۳	قیامت کے دن سب سے اول اہل بیت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع ہونا		۱۴۶	۱۴۷	احادیثِ شفاعت	پہلی حدیث ارجح المطالب کی ہے مگر حوالہ غائب، دو حدیثیں زائد ہیں، دوسری صفحہ ۳۸۵ کی ہے مگر کفایت المہمہ میں نہیں، کواکب المضیہ میں تیسری نہیں ملی۔
۴۹	۳۸۳	۳۸۴	اہلِ بیت کا سب سے اول جنت میں داخل ہونا		۱۴۷	۱۴۷	احادیثِ دخول	سب بجنسہ صرف حدیث اخیر زائد ہے، مگر حوالہ کہیں نہیں۔
۵۰	۳۸۳	۳۸۴	جنت میں اہل بیت نبوی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ساتھ ایک درجہ میں ہونا		۱۴۷	۱۴۸	حدیثِ مسکن	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب۔
۵۱	۳۸۴	۳۸۵	اہل بیت کا قطعًا دوزخی نہ ہونا۔		۱۴۸	۱۴۸	حدیثِ مغفرت	دونوں عنوانوں کو ایک کیا اور دونوں کی حدیثیں لے لیں، حوالہ غائب ہے۔
۵۲	۳۸۵	۳۸۶	مسلمانوں پر اہل بیت کی اطاعت کا فرض ہونا۔		۱۴۸	۱۴۸	حدیثِ اطاعت	بجنسہ۔

		عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۵۳		۲۲۲	۲۴۰	جنگ جمل	واقعات بہ اجمال	۲۱۶	۲۷۰	وہی بجنسہ	واقعات بالتفصیل ہیں ام المومنین کی عماری میں جھانکنے کا واقعہ زائد لکھا ہے، جس سے توہین ام المومنین کے سوااور کوئی مقصود نہیں ہوسکتا۔
۵۴		۷۰۶	۱۱۷	احادیث متعلق بہ شہادت عمار ابن یاسر	اس میں سترہ روایتیں اور دو قول ابو العالی اور ابن ابو البر نقل کی ہے۔	۳۱۲	۳۱۶	احادیث متعلق بہ عمار ابن یاسر	انھوں نے آٹھ روایتیں اور دونوں قول بجنسہ لئے اور حوالہ ارجح المطالب کا کہیں نہیں دیا۔
۵۵		۳۲۴	۳۴۶	زہر خورانی امام حسن علیہ السلام		۳۶۵	۳۷۱	زہر خورانی امام حسن علیہ السلام	بجنسہ
۵۶		۶۹۵	۶۹۵	وہم اول		۳۷۱	۳۷۱	وہم اول ☆	
۵۷		۶۹۶	۶۹۶	وہم دویم		۳۷۱	۳۷۸	وہم دویم ☆	فہرست اسماء زاید
۵۸		۶۹۷	۶۹۸	وہم سویم		۳۷۸	۳۸۲	وہم سویم ☆	بحث صحابیت زائد
۵۹		۶۹۸	۶۹۸	وہم چہارم		۳۸۲	۳۸۲	وہم چہارم ☆	بجنسہ وہی
۶۰		۶۹۸	۶۹۸	وہم پنجم		۳۸۲	۳۸۲	وہم پنجم ☆	بجنسہ وہی

				عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب	
۶۱		۷۰۲	۷۰۳	وہم ششم		۳۸۲	۳۸۳	وہم ششم ☆	بجنسہ وہی
۶۲		۷۰۳	۷۰۴	وہم ہفتم		۳۸۳	۳۸۴	وہم ہفتم ☆	بعض کا ترجمہ اکثر کیا، لفظی جواب ندارد
۶۳		۷۰۴	۷۱۲	وہم ہشتم		۳۸۴	۳۸۷	وہم ہشتم ☆	یہاں جو فٹ نوٹ لکھا ہے وہ ارجح المطالب کا متن ہے مگر مثل سابق مولف نہیں لکھا، کچھ ڈر گئے۔
۶۴		۷۱۲	۷۱۷	بعض علما کا قول		۳۸۷	۳۹۲	بعض علما کا قول	اس میں ایک حکایت زائد ہے جس سے خلفائے ثلاثہ پر اثر پڑتا ہے اور عمرو بن العاص کی انتہائی تذلیل ہوتی ہے۔
۶۵		۷۳۲	۷۳۳	جناب امیر کے قاتل کا اشقی الآخرین ہونا		۴۹۳	۴۹۴	جناب امیر کے قاتل کا اشقی الآخرین ہونا	نمبر ۲ کی حدیث کے جو الفاظ ارجح المطالب میں ہیں ان کے اعتبار سے ترجمہ غلط ہی نہیں کیا بلکہ بدل دیا۔
۶۶		۷۳۳	۷۳۶	جناب امیر کا اس شہادت کی خبر دینا		۴۹۴	۴۹۷	جناب امیر کی پیشین گوئیاں متعلق بہ شہادت	

☆ - یہ اوہام جناب شاہ صاحب نے اس ڈھنگ سے ارقام فرمائے کہ سطحی نظر والا یہ باور کرے کہ گویا خاص الخاص جناب والا ہی کے ذہن شریف سے پیدا ہوئے ہیں، حالاں کہ جو کچھ ان کی حقیقت ہے وہ ناظرین کرام کے پیشِ نظر ہے۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
٦٧	٧٣٧	٧٤٠	جناب امیر کی شہادت کا بیان		٤٩٧	٥٠٤	مبادیاتِ واقعۂ شہادت	تھوڑی کمی بیشی سے لکھا ہے
٦٨	٧٤٠	٧٤٤	جناب امیر کی اپنے قاتل سے ہمدردی		٥٠٤	٥٠٥	قاتل سے ہمدردی	بہ ادنیٰ تغیر وہی ہے۔
٦٩	٧٤١	٧٤٤	جناب امیر کی وصیت وانتقال کا بیان		٥٠٦	٥١١	وصایائے جناب امیر	
٧٠	٧٤٧	٧٤٧	جناب امیر علیہ السلام کی وفات پر لوگوں کی رائیں		٥٢٥	٥٢٥	ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ وقول معاویہ	لفظ (و عنی عنك) کا ترجمہ بالکل غلط ہے جس سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔
٧١	٣٨٥	٣٨٥	اہل بیت کی محبت کا سات جگہ پر کام آنا		١٤٨	١٤٨	حدیث منفعت	بجنسہ وہی مگر حوالہ عروۃ الوثقیٰ کا جو ارجح المطالب کا چوتھا باب ہے، دیا ہے۔
٧٢	٤٠١	٤٠٢	منحصر ہونا امام کا دوازدہ امام علیہم السلام میں		١٢٦	١٢٧	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی مگر حوالہ غائب اور یہ احادیث کے مطالب میں تبدیلی ہے۔
٧٣	٦٨١	٦٨٥	الحق مع علی	تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔	٣٤٤	٣٤٧	احادیث متعلق بہ الحق مع علی	تیرہ حدیثیں روایت کیں آخری حدیث کا آخری ٹکڑا جو خاص تھا چھوڑ دیا۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت احسن الانتخاب مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۷۴	۶۶۸	۶۸۱	القرآن مع علی		۳۴۷	۳۴۸	احادیث متعلق بہ القرآن مع علی	بجنسہ وہی
۷۵	۶۸۵	۶۸۶	جناب امیر کا قرآن کی تاویل پر لوگوں سے لڑنا۔		۳۴۸	۳۴۸	عنوان بالا کے تحت ہے	بجنسہ وہی
۷۶	۶۸۸	۶۹۱	بحث فضل صحابیت		۳۵۷	۳۵۹	بحث فضل صحابیت	بہ ادنیٰ تغیر
۷۷	۶۹۱	۶۹۱	طالبِ خلافت تھے نہ طالبِ قصاص۔		۳۵۹	۳۶۰	طالبِ خلافت تھے	
۷۸	۶۸۶	۶۸۸	جناب امیر کا ناکثین و قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنا		۴۲۸	۴۲۹	احادیث متعلق بہ قتالِ ناکثین و قاسطین و مارقین	بجنسہ
۷۹	۶۱۴	۶۱۷	از نمبر:۱ر بحثِ خلافت تا نمبر:۳	یہ مقام مضامین سر ولیم میور اور ائلس آف سے لیے گئے ہیں۔	۴۷۴	۴۷۸	حقیقت تاخر خلافت	بہ ادنیٰ تغیر سب وہی ہے مگر مصنف نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے
۸۰	۶۱۷	۶۲۱	از: نمبر:۴ ر ختم بحث دربارۂ شیخین تک		۴۷۸	۴۸۳	تاریخی واقعات	بہ ادنیٰ تغیر بہ تقدم تاخر سب وہی ہے۔

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری				عبارت نفائس المنن مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۸۱	۱۰۳	۱۱۳	مقدمہ در بحث فضیلت		۳	۲۳	مقدمہ در بحث فضیلت	بہ ادنیٰ تغیر وہی عبارات و مطالب مگر دوسری کتاب کی جانب منسوب ہیں۔
۸۲	۱۱۳	۱۱۳	بحث احادیث مناقب وواقعہ		۲۳	۲۵	بجنسہ	
۸۳	۱۱۳	۱۱۳	برد ہمدانی۔ حضرت علی کا ذکر داخلِ عبادت	حضرت عائشہ و ابو سعید خدری کی روایات بحوالہ کنز العمال و دیلمی	۲۵	۲۵	بجنسہ	بجنسہ وہی حوالہ ارجح المطالب غائب
۸۴	۱۱۴	۱۱۴	حضرت علی سا اکتسابِ فضائل کسی نے نہیں کیا		۲۵	۲۵	بجنسہ وہی	حوالہ غائب
۸۵	۱۱۷	۱۲۰	حضرت علی کا جامع مدارج فضل ہونا۔		۲۵	۲۸	بجنسہ وہی	اخیر حدیث اسما بنت عمیس کی نہیں لکھی، ارجح المطالب کا حوالہ بھی غائب
۸۶	۱۱۴	۱۱۵	حضرت علی کے فضائل کا بے شمار ہونا		۲۸	۲۸	بجنسہ وہی	حوالہ ارجح المطالب غائب
۸۷	۱۱۴	۱۱۴	حضرت علی سے نہ پہلے لوگ سبقت لے گئے نہ پچھلے۔		۲۹	۲۹	بجنسہ وہی	قدرے زائد جو ص: ۴۶۷/ارجح المطالب کی روایت سے ماخوذ ہے، حوالہ غائب

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری					عبارت نفائس المنن مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۸۸		۱۱۵	۱۱۷	حضرت علی کا روحانی حلیہ		۲۹	۳۱	بجنسہ وہی	عنوان بعض مخصوص فضائل روایت آخر چھوڑ دی اور پہلی روایت میں امیر معاویہ کے متعلق جو لکھا وہ بددیانتی ہے
۸۹		۱۲۱	۱۲۱	فضائل نفسانی		۳۱	۳۱	فضائل نفسی	بہ ادنیٰ تغیر بجنسہ وہی، حوالہ غائب
۹۰		۱۲۲	۱۲۷	حضرت علی کا سب صحابہ سے اعلم ہونا		۴۷	۴۹	دیگر احادیث در بارۂ اعلمیت جناب امیر	چند احادیث چھوڑ دی ہیں باقی سب وہی ہیں۔
۹۱		۱۲۷	۱۳۰	حضرت علی کا علم بالقرآن		۴۹	۵۳	علم بالقرآن	وہی روایات قدرے زیادتی۔
۹۲		۱۳۲	۱۳۳	علم بالتفسیر		۵۵	۵۷	علم بالتفسیر	قدرے کمی وزیادتی ہے۔
۹۳		۱۳۳	۱۳۴	علم بالقراءت		۵۷	۵۸	بجنسہ وہی	صرف آخر کی چار سطر غائب مگر وہی سطریں ص:۵۸/ کافٹ نوٹ ہیں، قدرے زائد ہے۔
۹۴		۱۳۴	۱۳۸	حضرت علی کا علم الحدیث		۵۸	۶۶	بجنسہ وہی	قدرے تفصیل ہے
۹۵		۱۵۴	۱۵۵	علم الفرائض		۸۵	۸۶	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی
۹۶		۱۶۲	۱۶۴	علم الحساب		۸۷	۸۷	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی

	عبارت ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری				عبارت نفائس المنن مصنفہ مولوی شاہ علی حیدر صاحب			
۹۷	۱۵۵	۱۵۷	علمِ کلام		۸۹	۹۵	بجنسہ وہی	قدرے زائد
۹۸	۱۶۲	۱۶۲	علمِ جفر		۹۵	۹۷	علم الجفر	قدرے زائد
۹۹	۱۵۸	۱۵۸	علمِ نحو		۹۸	۱۰۰	بجنسہ وہی	بجنسہ وہی قدرے زائد
۱۰۰	۱۶۰	۱۶۰	علمِ الشعر	**آخری نوٹ:** مذکورہ الصدر مقامات کے علاوہ بہت مواقع ایسے موجود ہیں جنھیں اس غاصبانہ تصرف کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے ، مگر بخیالِ طوال اتنے پر اکتفا کیا گیا	۱۱۵	۱۱۵	بجنسہ وہی	حوالہ غائب
۱۰۱	۱۶۰	۱۶۲	علمِ تعبیر		۱۱۸	۱۱۹	بجنسہ وہی	مختصر حوالہ غائب
۱۰۲	۱۸۱	۱۸۲	جناب امیر علیہ السلام کا تفقد حال رعایا		۱۲۹	۱۲۹	تفقد حال رعایا	عامر شعبی کی روایت اگرچہ ارجح المطالب سے لی لیکن اول و آخر محض امیر معاویہ کے ذکر کی وجہ سے قطع کر دی۔
۱۰۳	۱۸۵	۱۸۵	روایت مطالب السول تحت عنوان رعایت حقوق الناس		۱۳۱	۱۳۱	وہی روایت تحت حقوق الناس	نمبر ایک و دو میں حوالہ ہے، تیسرے میں نہیں۔
۱۰۴	۱۹۲	۱۹۳	عصمت		۱۵۷	۱۵۸	وہی	بجنسہ وہی مگر حوالہ ریاض النضرہ ینابیع المودہ
۱۰۵	۲۰۴	۲۰۶	جہاد بالسیف		۲۰۳	۲۰۴	بجنسہ	ارجح المطالب میں حضرات شیخین کو ان کے زمانۂ خلافت میں جہاد مع الکفار کی وجہ سے تفصیل دی، اس کی جگہ شاہ صاحب نے صفین کو جنگ مع الکفار کے مماثل بتایا ہے۔

نصائح کافیہ کے مضامین خبیثہ:

اور ملاحظہ فرمائیے کتاب " النصائح الکافیه لمن یتولیٰ معاو یه "، اس کتاب کو مصنف احسن الانتخاب نے خاص طور پر ان کتابوں میں ص:۱۸؍ پر ذکر کیا ہے جن سے مضامین اخذ کیے گئے ہیں، مگر اس میں ایک چالاکی فرمائی کہ "نصائح کافیہ" کو تواریخی کتب میں شامل کیا ہے۔ حالاں کہ یہ کتاب صرف اس مبحث میں ہے کہ امیر معاویہ پر ترضی و ترحم نا جائز ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ معاویہ پر لعن کرے، اور ان سے بغض رکھے۔ یہ کتاب من اولہ الیٰ آخرہٖ مضامین خبیثہ سے بھری ہوئی ہے، میں نمونۃً تین مقام کی عبارتیں دیتا ہوں:

روی ان ابا جعفر محمد الباقر رضی الله عنه قال لبعض اصحابه : یا فلان! ما لقینا من ظلم قریش ایانا و تظاهر هم علینا و ما لقی شیعتنا و محبونا من الناس ان رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ و سلم قبض و قد اخبر انا اولیٰ الناس به فتمالات علینا قریش حتی اخرجت الامر من معدنهٖ و احتجت علی	**ترجمہ:** مروی ہے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض ہم نشینوں سے فرمایا: "قریش نے ہم پر اور ہمارے دوستوں پر جو ظلم و زیادتی کی ہے وہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری سیادت و سرداری سے لوگوں کو خبر دار فرمادیا تھا پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت خلافت و امارت چھین لینے کی غرض سے قریش ہم پر ٹوٹ پڑے، اور ہمارے حق کے سلسلہ میں انصار سے تکرار و حجت کی، اور خلافت و

الانصار بحقنا و حجتنا ثم تداولتها قريش واحد بعد واحد حتى رجعت الينا فنكثت بيعتنا و لم يزل صاحب الامر في صعود كؤودٍ حتى قتل .(۱)

امارت کو اس کے مرکز (ہم) سے چھین لیا، اور خلافت کو باہم دگر ایک سے دوسرا لیتا رہا، یہاں تک کہ جب آخر الامر خلافت ہم میں لوٹی تو ہماری بیعت توڑ دی گئی ، حالاں کہ صاحب الامارت (حضرت علی) ہمیشہ ترقی کی کوشش میں رہے ، یہاں تک کہ شہید ہو گئے"۔

دیکھیے !کیسا کھلے بند حضرات خلفاے ثلاثہ کوظالم وغاصب خلافت ثابت کرتا ہے ،اس روایت کا مخرج نہیں لکھا، یقیناً رافضی سے لی ہوگی۔

اب ملاحظہ فرمائیں احسن الانتخاب:

"معاویہ کے طرز عمل اور شدت مظالم سے اس زمانہ کے لوگ ناخوش تھے ، چناں چہ اروىٰ بنت حارث ابن عبد المطلب کی یہ گفتگو قابل ملاحظہ ہے ۔ ایک مرتبہ اروىٰ بنت حارث معاویہ کے پاس آئیں ، یہ بہت کبیر السن تھیں ، معاویہ نے مرحبا کہہ کر پوچھا کہ " اے خالہ !آپ کیسی ہیں ؟ ،انھوں نے کہا:" اچھی ہوں "، پھر معاویہ سے کہنے لگیں:

" اے معاویہ !تو نے کفران نعمت کی اور اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت برائی کی ، اس کی صحبت کو فراموش کیا، اپنا تو نے وہ نام رکھا جو تجھے زیبا نہ تھا، تو غیر کے حق کا غاصب ہو گیا، ہم اہل بیت تم

(۱) النصائح الکافیه، محمد بن عقیل سنگاپوری، ص:۱۹۶/۱۹۵، مؤسسۃ دار الکتب الاسلامی ۲۰۰۶ء۔

لوگوں سے بہت رنج و مشقت اٹھا چکے ہیں، آنحضرت کے انتقال کے بعد" تیم "(ابوبکر) اور" عدی" (عمر فاروق) اور "امیہ" (عثمان غنی) حاکم ہوئے، اپنا حق چھوڑ دیا کہ تم ہم پر حکومت کرنے لگے، حالاں کہ ہم تم میں بمنزلہ بنی اسرائیل کے ہیں، آل فرعون میں۔ اور علی ابن ابی طالب ہمارے نبی کے بعد بمنزلۂ ہارون کے تھے، موسیٰ سے، ہماری غایت جنت ہے تمھاری غایت دوزخ"۔

عمرو بن العاص سن کر بولے:

" اے بوڑھیا! چپ رہ تیری عقل جاتی رہی"۔

وہ فرمانے لگیں:

"اے نابغہ کے بچے! تو بھی کلام کرتا ہے؟، تیری ماں مکہ میں کتنی کچھ شقاوت و بغاوت کر چکی ہے، جس نے چاہا اس سے بغل گرم کی، چناں چہ تیرے نسب کا دعویٰ قریش میں پانچ شخصوں نے کیا تھا، جب تیری ماں سے پوچھا گیا، اس نے کہا کہ " ان پانچوں نے مجھ سے صحبت کی ہے"۔ پھر تیری صورت ملائی گئی، کس کے مشابہ ہے، جس کے مشابہ ہو اس سے تیرا نسب ملایا جائے، چناں چہ تو عاص ابن وائل کے مشابہ نکلا اور اسی کے نسب میں ملایا گیا معاویہ کہنے لگے:

"خیر ہوگا، جانے دو، ہوا سو ہوا"۔ (۱)

فرمائیے! اس میں اروی ٰ نے مظالم معاویہ کی کیا شکایت کی؟ سوا اس کے کہ "تیم" (حضرت صدیق اکبر)" عدی"(فاروق اعظم)" امیہ" (ذوالنورین) کو غاصب کہا اور حضرت عمرو ابن العاص کو گالیاں دیں۔ اس سے بھی واضح خود شاہ صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

(۱) احسن الانتخاب، ص:۳۸۸،۳۸۹۔

"اور فرمایا (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) اے علی! میرے بعد تم سختی و مصیبت میں پڑو گے۔ آپ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! ﷺ میرا دین تو سلامت رہے گا؟"، آنحضرت نے فرمایا: "ہاں، دین سلامت رہے گا"۔ چناں چہ جناب امیر سختیاں اور مصائب برابر اٹھاتے رہے، زمانہ خلافت میں تو اس کی کوئی حد ہی نہ رہی" (۱)۔

ان الفاظ پر غور فرمائیں:

" سختیاں اور مصائب برابر اٹھاتے رہے اور زمانہ خلافت میں تو اس کی حد ہی نہ رہی"۔

اس صورت میں کیا حضرات خلفاے ثلاثہ کا دامن اس آلودگی سے بچ سکتا ہے؟، کیا شاہ حبیب حیدر صاحب اپنے بھائی صاحب کے ان الفاظ کا کوئی محمل، جس سے حضرات خلفاے ثلاثہ پر دھبہ نہ آئے بتا سکتے ہیں؟۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ان الفاظ کے اثبات کے لیے پہلے ہی ذکر خلافت حضرت عثمان میں تحریر فرمادیا:

"یہ سن کر جناب امیر نے بھی حضرت عثمان سے بیعت کرلی اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: " یہ پہلا دن تمھارے ظلم کے ظاہر ہونے کا نہیں ہے۔ " (۲)

بہتر ہوتا کہ شاہ صاحب اپنے مستند علیہ "ابو الفدا" کی اس روایت کو بھی ذکر خلافت صدیق اکبر میں تحریر فرمادیتے:

"حضرت عمر آگ لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر پھونکنے گئے تھے"۔

(۱) بحوالہ سابق: ۱۹۷/۷۔

(۲) احسن الانتخاب، ص: ۱۸۹/۔

جیسا ''روضۃ الاحباب'' سے ذکر خلافت صدیق اکبر میں تحریر فرمایا ہے:

''جناب امیر نے فرمایا کہ '' اے بشیر! کیا تم اس امر کو جائز رکھتے ہو کہ میں جسد اطہر اور جسم انور کو غسل نہ دیتا، تجہیز و تکفین نہ کرتا، دفن سے فارغ ہونے کے قبل خلافت و حکومت طلب کرنے لگتا، اور لوگوں سے جھگڑا کرتا....... حضرت ابو بکر نے جب دیکھا کہ جناب امیر کے جوابات نہایت معقول اور مدلل ہیں تو نرمی سے کہنے لگے.........''(۱)

اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اس جگہ اپنے پسندیدہ فرقہ کے اس گڑھے ہوئے شعر کو بھی لکھ دیتے (خاک بدہن قائل) ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

جناب شاہ صاحب قبلہ نے روایات مثالب صحابہ جمع کرنے میں کہیں بخل سے کام نہیں لیا ہے، چاہے ان کا اثر کسی ذات پر پڑتا ہو۔ چناں چہ ملاحظہ فرمائیں:

''عبد الرحمٰن ابن عوف نے امرا کو بلا لیا، ابو سفیان، معاویہ امیر شام، عمر ابن سعد امیر حمص، مغیرہ ابن شعبہ امیر کوفہ، ابو موسیٰ اشعری امیر بصرہ، عمر ابن العاص امیر مصر، ان سب نے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ '' معاملہ اب دو آدمیوں پر آ گیا، جناب امیر اور حضرت عثمان پر''۔ ان لوگوں میں سے ابو سفیان نے عمر ابن العاص سے جا کر ان کے مکان پر ملاقات کی اور کہنے لگے کہ ''ابن عوف نے مجھ سے رائے لی، میں نے حضرت عثمان کے حق میں رائے دی ابن عوف نے کہا میں

(۱) بحوالہ سابق، ص:۱۸۲/ر۔

بھی حضرت عثمان کے موافق ہوں، مجھے اب اس امر کا خوف ہے کہ حضرت عثمان بہت نرم دل اور بھولے ہیں، ایسا نہ ہو کہ بات بگڑ جائے اور جناب امیر خلافت لے لیں"۔ عمر ابن العاص نے کہا: "میں اس کا انتظام کر سکتا ہوں تم متفکر نہ ہو"۔ یہ کہہ کر عمر ابن العاص سیدھے جناب امیر کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے:

"تم میرے پرانے دوست ہو، تمھاری خلافت مجھے بدل منظور ہے، مجھے معلوم ہوا کہ ابن عوف اور دیگر سرداروں کی رائے ان کے حق میں ہے، میں تم کو ایک مشورہ دیتا ہوں، اگر تم اس پر عمل کرو تو پھر کوئی خدشہ نہ رہے"۔ جناب امیر نے کہا کہ "تم میرے دوست ہو کہو"۔ انہوں نے کہا:

"تم کو معلوم ہے کہ ابن عوف بہت سچے آدمی ہیں، ان کا دل و زبان ایک ہے، وہ کل خلافت دیتے وقت تم سے کہیں گے کہ اقرار کرو، میں خدا اور رسول اور گذشتہ دونوں خلفا کے طریقہ پر خلافت کروں گا۔ اس وقت تم فوراً اقرار نہ کر لینا، کیوں کہ اس سے حاضرین یہ سمجھیں گے کہ تم خلافت کے خواہشمند ہو، تم کہنا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے امکان بھر ان سب باتوں کو ملحوظ رکھوں گا۔

پھر حضرت عثمان کے پاس آکر کہنے لگے:

"ابن عوف خلافت کے وقت جب کوئی شرط بیان کریں تو اس کو بلا عذر تسلیم کر لینا، انکار نہ کرنا، ہر سوال کا جواب ہاں دینا، کسی قسم کا پس و پیش ظاہر نہ ہونے دینا، ورنہ جناب امیر کو خلافت مل جائے گی"

ابن عوف نے اولاً جناب امیر کو بلایا، ان سے کہا:

"عہد کرو کہ میں خدا کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور دونوں

خلفا کی سیرت پر عمل کروں گا"، جناب امیر نے عمر ابن العاص کے مشورہ کے مطابق فرمایا کہ " میں عہد نہیں کر سکتا، یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے علم کے موافق کوشش کروں گا، اور تینوں باتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا، اور خدا سے مدد چاہوں گا کہ ان باتوں پر عمل کرنے کی مجھے توفیق دے"۔ ابن عوف یہ سن کر چپ رہے۔ پھر حضرت عثمان کو بلایا ان سے بھی یہی کہا، انہوں نے موافق ہدایت ابن العاص ان سب باتوں کو مان لیا۔ ابن عوف نے ان سے بیعت کی اور بقیہ سب لوگوں نے بھی حضرت عثمان سے بیعت کی جناب امیر یہ دیکھ کر چپ ہو گئے، اور اس مکر و حیلہ و فریب پر افسوس کرنے لگے" (۱)

ملاحظہ فرمائیے! یہاں اس کی تو شکایت ہی کیا کہ صحابۂ مذکورین پر کیا کیا الزام آتے ہیں، خود حضرت مولائے کائنات کی نہ صرف عقل و فہم پر دھبہ آتا ہے۔ بلکہ معاذ اللہ حضرت علی کو بھی ریاکار و کم عقل ثابت کیا گیا ہے۔ خاک بدہن گستاخان۔

بات یہ ہے کہ شاہ صاحب معائب صحابۂ کرام شمار کرانے میں اس قدر فراخ حوصلہ واقع ہوئے ہیں کہ روایات کا جہل یا نا قابل استناد ہونا یا کتاب کا غیر معتبر ہونا کچھ یاد نہیں رہتا، ہاں فضائل صحابۂ کرام میں شاہ صاحب میں وہ تنقیدی جوش ہوتا ہے کہ قلم شریف تیغ بے دریغ بن جاتا ہے، اور روایات اصح الکتب (یعنی بخاری) کو بھی ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ بہ قول شاہ تقی حیدر صاحب:

وائے بر فرقہ کہ ہمت شاں
جملہ کیادی و دغا باشد
آنچہ جویند نا صواب و غلط

(۱) احسن الانتخاب ص:۱۸۸/۱۸۷۔

آنچہ گویند ناسزا باشد[1]

ترجمہ:

کیا لوگ ہیں کہ جن کی لیاقت کا منتہا
یا افترا وَ کید ہے یا نخوت و غرور
تحقیق دیکھیے تو سراپاے کذب و جہل
تقریر دیکھیے تو سراسر فریب و زور

پھر ملاحظہ فرمائیں ''تعدیل معاویہ'' کی بحث میں نصائح کافیہ میں ہے:

الشبهة الخامسة هی تتابع الاکثر من علماء اصحابنا الاشاعرة و الماتر يدية مددا طو يلة علیٰ القول بتعديل معاو ية والسكوت عن ذكر مثالبهٖ وتاو يلها وحملها علیٰ المحامل الحسنة و انكارما يمكن انكارهٗ منها و هٰذه الشبهة انما هی عند المقلدين و العوام وهی النقطة السوداٰء فی مذهب اهل السنة و هی اشد	**ترجمہ:** پانچواں شبہ جو ہمارے اکثر علماے اصحاب، اشاعرہ وماتریدیہ کو معاویہ کی عدالت اور اس کی برائیوں کے ذکر کرنے سے خاموش رہنے، نیز ان کی نیک تاویل کرنے اور اچھے محامل پر محمول کرنے، اور تا حد امکان ان کا انکار کرنے کی تائید پر جمائے ہوئے ہے۔ در حقیقت یہ شبہ سنی مقلدین (جامد) و عوام (کالانعام) کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ حالاں کہ مذہب اہل سنت کے لیے یہی '' کلنگ کا ٹیکہ'' اور سخت مضرت رساں شبہ ہے، پھر

(۱) کشف الآثار، ص:۲۴ر۔

الشبهة اضرارا بهم و استحكاما فی عقائدهم و تمكنا منهم حتی صاروا يعتبرون من لعن معاوية او ذكر شيئًا من بوائقهٖ مبتدعا وفاسقا لا يصغون الیٰ سماع دليل ولا يلتفتون الیٰ نقل و ان كان صحيحا لا تظهر منهم لدی البحث الا بوادر الحنق و سورات الغضب.(۱)	بھی ان کے عقائد میں سب سے مستحکم عقیدہ یہی ہے، اسی لیے تو اہل سنت معاویہ پر لعنت کرنے والے، اور اس کے ہلاکت خیز خطاؤں کے ذکر کرنے والے کو فاسق و گمراہ سمجھتے ہیں ۔اس کے خلاف کوئی دلیل سننے اور کسی نقل کی طرف، خواہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو، متوجہ ہونے کو تیار ہی نہیں ہوتے ہیں۔ گفتگو کے وقت ان لوگوں سے سوا اونٹ کی طرح بلبلانے ،اور ناک بھوں چڑھانے کے کچھ ظاہر ہی نہیں ہوتا''

ملاحظہ فرمائیے! یہ شاہ صاحبان کا مستند سنی ہے جو مذہب اہل سنت کو ''کلنگ کا ٹیکہ'' بتا رہا ہے۔ یہ شاہ صاحبان کی طرح اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے مخالف ہو گیا تھا۔ چناں چہ بذیل ''تذئیل'' نصائح ص:۲۰۱/ سے بعض معترضین کی اس بات کا جواب دیتا ہے کہ اپنے باپ دادا کے مسلک کے خلاف نہیں ہے۔اس مبحث میں کہتا ہے:

علیٰ انهم لا يخوضون فی هٰذه المسئلة الا فی مجالسهم الخاصة بهم و لقد ذاكرت منهم رجالا	**ترجمہ:** یہ لوگ صرف اپنی خاص مجلسوں میں ہی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں ، میں نے اکثر فضلاے موجودین اور بہت سے وہ

(۱) نصائح کافیہ، ص:۲۷۹/ مؤسسۃ دار الکتاب الاسلامی، ۲۰۰۶ء۔

كثيرا من فضلاء من ادركناهم و توفهم الله اليه و من الموجودين الآن فيمايقول الاشاعرة و الماتر يدية فى هٰذه المسائل و كلهم يرفضهٗ و يأباه و يشير الىٰ السكوت ان خيفت فتنة و لو كنت استأذنتهم لذكرت اسمائهم واحدا فواحدا فليس بينى و بينهم خلاف فى العقيدة و لا افتراق فى الطر يقة و انما اسروا و اعلنت و اجملوا و بينت و اشاروا و اوضحت و عرضوا و صر حت .(۱)

جو وفات پاچکے ہیں ان سے، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے انہیں مسائل کے متعلق گفتگوکی، توان میں سے ہر ایک نے ان مسائل کا انکار اور بخوف فتنہ سکوت کی طرف اشارہ کیا۔ اگر یہ حضرات مجھے نہ روک دیتے تو میں ان میں سے ہر ایک کا نام بتا دیتا، لہٰذا میرے اور ان حضرات کے درمیان عقائد اور طریقت کا کوئی اختلاف نہیں ہے، سوا اس کے کہ انہوں نے چھپایا اور میں علیٰ الاعلان کہتا ہوں، انہوں نے گول مول کہا اور میں کھول کر کہتا ہوں، انہوں نے اشارۃً کہا اور میں وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں، انہوں نے تعریضاً کہا اور میں صراحت کے ساتھ کہتا ہوں۔

ممکن ہے آئندہ ہمارے شاہ صاحبان بھی مجبور ہو کر یہی فرمانے لگیں، بلکہ ملاحظہ کیجیے بوارق العذاب حصہ اول میں شاہ حبیب حیدر صاحب کے یہ الفاظ: ”تو یہ تو رافضی کے مقابلہ میں تھا، نہ کہ سنی کے“۔ گویا شاہ صاحب نے بنیاد قائم کردی کہ گھر میں باتیں اور ہوتی ہیں، باہر اور۔

(۱) بحوالہ سابق، ص:۳۱۱/ تحت تذلیل عقیدۃ السادۃ العلویہ۔

بات اتنی ہے کہ جوچچا بھتیجی کی حرمت سے لاعلم ہیں وہ غوامض علمی کیا سمجھ سکیں۔ جس رافضی نے اپنے منھ پر نقاب سنیت ڈالی، اسی کی سنیت پر ایمان لے آئے، اور اپنا ایمان خراب کرلیا۔ ؎

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد
آہ گر از پئے امروز بود فردائے

ترجمہ:

مسلمانی یہی ہے شیخ صاحب جس کے حامل ہیں
تو اس امروز کا فردا نظر آتا نہیں ہم کو

یہ روافض کا پرانا وطیرہ ہے کہ سنی بن کر سنیوں کا ایمان خراب کرتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیے " ارغام الشیاطین " :

"کشف الغمہ میں دیکھیے لکھا ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد کنجی ہمیشہ فریب دیتا تھا۔ اہل سنت کو شافعی بن کر از راہ تقیہ اور مکر کے ۔

عبارت اس کی یہ ہے:

"الشیخ ابا عبد الله محمد الکنجی کان یلتبس لاهل السنة بصورة الشافعیة بالتقیة و التزو یر." (۱)

ترجمہ: شیخ ابو عبد اللہ محمد کنجی اہل سنت کو دھوکا دینے کے لیے تقیہ کرکے شافعیوں کے بھیس میں رہاکرتا تھا۔

رفع الحجاب کی واقعی حیثیت:

یہ کتاب بجواب " فصل الخطاب " مصنفہ مولوی مصطفیٰ حسن صاحب علوی کاکوروی، لکھی گئی اور تکیہ کی کتب فروش ایجنسی سے شائع کی گئی ہے ۔ اگر چہ کتاب ایوب علی صاحب

(۱) ارغام الشاطین المعروف شیعی متعہ کی حقیقت، از: حافظ بخاری خواجہ سید عبد الصمد چشتی رضی اللہ عنہ، ص:۳۱، مکتبہ صمدیہ پھپھوند شریف، ۲۰۰۲ء۔

،وکیل گونڈہ سے نامزد کردی گئی، مگر حقیقۃً انہی حضرات کی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ جیسا مولوی وصی علی صاحب کی گفتگو بابت فتویٰ آمدہ کانپور سے ظاہر ہوا (ملاحظہ فرمائیں بوارق العذاب حصہ اول)۔ نیز شاہ حبیب حیدر صاحب کا آخری خط جس میں ارقام فرماتے ہیں:

"کتاب احسن الانتخاب کی تردید یہاں کے ایک صاحب نے لکھی ہے، اور اس کو طبع بھی کرادیا ہے، نیز اس کی اشاعت میں ان کو خاص اہتمام ہے عجب نہیں کہ وہ رسالہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گذرا ہو۔ اس کا جواب تحریر کیا جاچکا ہے، وہ بعد طبع آپ کی خدمت میں ارسال کردیا جائے گا۔"

شاہ صاحب کی یہ تحریر بھی پکار رہی ہے کہ رفع الحجاب انہیں حضرات کی جدت طبع کا نتیجہ ہے، اور جناب شاہ حبیب حیدر صاحب کو مسلم اور ان کی مایۂ ناز ہے۔ افسوس یہ ہے کہ خود ان حضرات نے تو اپنے آباؤ اجداد کی مخالفت کو طرۂ امتیاز بنا ہی لیا ہے، مگر ایوب علی صاحب کو بھی اپنے دادا مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم کا مخالف مشہور کردیا، جن سے ٹائیٹل میں فخریہ انتساب کیا گیا ہے، سچ ہے۔ ع

ہم تو ڈوبیں گے وِلے یار کو لے ڈوبیں گے

خود یہ کتاب بھی بزبان حال پکار رہی ہے کہ جو کچھ ہے انہیں حضرات کا کرادھرا ہے، چناں چہ ملاحظہ فرمائیں: دو مقام پر بجائے ایوب علی صاحب، خود شاہ علی حیدر صاحب میدان میں اتر آئے۔ رفع الحجاب کے ص:۲۴۷ پر بجواب عبارت روض الازہر تحریر فرماتے ہیں:

"غور طلب مسئلہ تو امیر معاویہ کا ہے اگر حضرت مؤلف احسن الانتخاب امیر معاویہ کی جلالت قدر کے قائل ہوتے۔"

اس کی دو سطر بعد ارشاد ہے:

" جب اختلاف خود امیر معاویہ کی صحابیت میں ہے پہلا

فرض علامہ کا یہ ہے کہ وہ مجھ کو اس امر کا قائل کر دیں کہ امیر معاویہ کا
صحابی ہونا ناگزیر ہے۔"

غور فرمائیے !کہ دو سطر اوپر مؤلف احسن الانتخاب اور مصنف رفع الحجاب دو جداگانہ ہستیاں تھیں اور دو سطر نیچے ایک ہو گئے، پھر ملاحظہ فرمائیے ص:۲۵۰/ جہاں مصنف فصل الخطاب کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ امیر معاویہ کے ہمراہ بھی صحابہ تھے:

" اگر میں ان میں سے کسی کے متعلق اس امر کا مقر ہوتا کہ
اس شخص سے خطائے منکر کا صدور ممکن نہیں، تب علامہ اگر یہ کہتے
تو یک حد بجا ہوتا۔"

یہ دونوں مقام ببانگ دہل پکار رہے ہیں کہ حضرت مؤلف احسن الانتخاب نے بضرورت ایوب علی صاحب کے نام کی نقاب چہرۂ شریف پر ڈالی ہے، اس کتاب کا تعلق چوں کہ براہ راست مصنف فصل الخطاب سے ہے لہٰذا مجھے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں، جہاں کہیں میرے مباحث کا تعلق ہوگا وہاں کچھ خدمت کر دی جائے گی، جس کا انتظار ناظرین کرام کو حصہ سوم بوارق العذاب کی اشاعت تک کرنا چاہیے۔ یہاں نمونۃً صرف ایک مقام کی چند سطریں پیش کیے دیتا ہوں، جس سے پورا پورا اندازہ ہو جائے گا کہ کس قدر ایمان داری اور دیانت کو کام میں لایا گیا ہے۔

مصنف احسن الانتخاب نے ص:۴۸۰،۴۸۱/ پر قصص و آثار کا غیر معتبر ہونا تحریر فرمایا ہے۔ ان کے اس قول کو میں نے بھی اپنے پہلے خط میں پیش کیا تھا اور مصنف فصل الخطاب نے بھی اپنی کتاب میں پیش کیا ہے، اس کے جواب میں ص:۲۶۱/ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" امیر معاویہ کے خلاف مصالحہ صرف قصص و آثار ہی میں
موجود نہیں، بلکہ خود ان کی تحریر کے مطابق احادیث ضعیفہ یا کتب
تاریخ میں بھی امیر معاویہ کے خلاف ضرورت سے زائد مصالحہ موجود

ہے۔اگر بحث کے لیے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت مؤلف کی وہ عبارت جس پر علامہ نے استدلال فرمایا ہے، قاعدہ کلیہ پیش کرتی ہے تو بھی اس قاعدہ کلیہ کا اطلاق صرف قصص و آثار پر ہوگا، احادیث ضعیفہ وکتب تواریخ قطعاً اس کے حدود سے باہر ہوں گی۔ "

ملاحظہ فرمائیے! قصص اور کتب تواریخ، آثار اور احادیث دو متغایر مفہوم قرار دیے گئے ہیں، یہ اتنی بڑی دیانت ہے کہ بلا آفریں و مرحبا کہے ہوئے چارہ نہیں رہتا۔ کاش شاہ حبیب حیدر صاحب اپنی اس مسلمہ کتاب کے صرف ان چار لفظوں "قصص، تواریخ، آثار، احادیث" کا فرق ثابت کرنے کو تیار ہو جائیں تو پھر کچھ لکھنے پڑھنے میں لطف پیدا ہو جائے۔ سچ ہے:

الباطل لا یثبت الا بالا باطیل

مباحث میں تو اس سے بھی بدتر حالت ہے، غلط حوالہ، تحریف لفظی و معنوی، مغالطہ دہی و فریب، غرض کسی بات میں باک و عار نہیں کیا گیا، اور اپنی جرأت و بہادری کا کافی زائد ثبوت دیا ہے۔

ناظرین کرام! جتنا تحریر کیا جا چکا ہے اس سے ان حضرات کی کارگزاریوں پر کافی روشنی پڑ گئی ہے، لہٰذا اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

ناظرین کرام! مذکورہ بالا کارروائیوں کو دیکھنے کے بعد ایک مقولہ مندرجہ رفع الحجاب ص:۷۶/۷۵، لکھنے پر مجبور ہوں:

"ایسی ترکیبیں صرف ان لوگوں کے لیے زیبا ہیں جو پیشہ ور دھوکہ باز ہیں، ورنہ پڑھے لکھے اور متدین ناقد (محقق) کے لیے تو یہ امر چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے سے زائد بدتر ہے۔ "

ہدیۂ تشکر:

میں اپنے ان تمامی دینی احباب کا دلی شکر گذار ہوں جنہوں نے "بوارق العذاب" کے مطبوعہ حصوں کی یا آئندہ حصہ کی ترتیب وتکمیل کی خاطر ضروری کتابیں فراہم فرما کر میری مدد فرمائی، اور اپنی حمیت مذہبی کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب مذہبی فداکاروں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

سید مصباح الحسن چشتی

حصہ سوم

مولانا وصی صاحب کی رسمی حقانیت

۱۳ ھ ۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھو الصمد

حامدا و مصلیا و مسلما

حضرات ناظرین کرام! ابھی بوارق العذاب کا تیسرا حصہ شائع ہونا باقی تھا کہ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ میں شاہ حبیب حیدر صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اللہ تعالیٰ ان کی لغزشیں معاف فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں داخل فرمائے۔ چوں کہ لطف تخاطب اور قابل خطاب کوئی باقی نہ رہا لہٰذا ارادہ کر لیا گیا کہ اب حصۂ ثالث محض بطور وضاحت واثبات مسئلہ شائع کیا جائے گا، کسی کو مخاطب نہ بنایا جائے گا۔ وسط محرم ۱۳۵۴ھ میں ایک صاحب سے جناب مولانا وصی علی صاحب کاکوروی اٹاوی کا ایک مکتوب گرامی ملا، جس میں جناب مولانا نے دیانت و صداقت کا ضرورت سے زیادہ مظاہرہ فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کا بلاک بنوانا ضروری معلوم ہوا تا کہ ناظرین کرام بھی صداقت و حقانیت کی جیتی جاگتی تصویر بقلم خاص دیکھ لیں اور۔ ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و ممبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

ترجمہ:

ہیں کیا کیا دعوہائے اتقا زاہد کو جلوت میں
کبھی اے کاش دیکھے کوئی ان حضرت کو خلوت میں

کا مصداق صحیح بچشم عبرت ملاحظہ فرمالیں۔

پہلے خیال تھا کہ بلاک حصۂ ثالث میں شامل کر دیا جائے تاکہ شاہ صاحب مرحوم اپنے مایۂ ناز خلیفہ کی اس صداقت و دیانت سے کوسوں دور کارروائی کو ملاحظہ فرمالیں اور ممکن ہو تو آیت کریمہ: " لعنة الله علی الکاذبین " کی وعید شدید سے خوف دلائیں۔ مگر اب حصۂ ثالث کے بجائے بلاک کو علاحدہ ہی شائع کرنا مناسب ہے، ساتھ ہی کچھ تنقیح مضامین نامۂ گرامی بھی کر دی جائے گی اور واقعات حقیقیہ پیش کر دیے جائیں گے کہ ناظرین کرام بھی مولانائے موصوف کے صدق و دیانت کا مرثیہ پڑھنے میں ہمارے ہم نوا ہوں اور خود مولانا بھی ؎

گر بچشم عاشقاں بینی جمال خویشتن
ہم چوں من آشفتہ گردی در خیال خویشتن

ترجمہ:

چشم عاشق سے اگر اپنا تماشا دیکھیے
خود کو میری طرح آپ آشفتہ اپنا دیکھیے

اپنے افعال حسنہ و اقوال صادقہ پر فریفتہ و نازاں ہو کر یوں ترنم ریز ہوں۔ ؎

بڑے صاف باطن بڑے پاک طینت
ریاضؔ آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

قبل اشاعت بلاک ضروری معلوم ہوا کہ بوجہ تعلقات قدیمہ مولانا کو ان کی اس لغزش پر اتماماً للحجۃ مطلع کر دیا جائے، تاکہ مولانا اگر رجوع فرمالیں یا سمجھ لیں اور سمجھا دیں تو شرم مقتدائیت بھی رہ جائے اور ندامت اخروی سے بھی بچیں۔ نیز مجھے بھی اشاعت بلاک کی ضرورت نہ رہے، مگر افسوس کہ مولانا نے اس مخلصانہ ہمدردی کی قدر نہ فرمائی اور بمصداق۔ ع

آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

ترجمہ:

جو کہہ رہا ہوں ہے سب انہیں کا کہا ہوا

شاہ صاحب مرحوم کے قدم بقدم چلے، یعنی کارڈ رجسٹری شدہ بہ ثبت عبارت ذیل: ”چوں کہ لینا منظور نہیں ہے لہٰذا واپس ہے۔ وصی علی۔“ واپس فرمایا جس کی نقل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

خط بنام مولانا وصی علی صاحب

جناب مکرم.............................السلام علیکم

میں بر بنائے تعلقات قدیمہ اس پر مجبور ہوں کہ آپ کو چند ضروری امور سے مطلع کردوں جو ممکن ہے آپ کے لیے باعث پریشانی ہو جائیں جس کا ہر موقع پر میں نے کافی لحاظ رکھا ہے، حتیٰ کہ شاہ صاحب مرحوم کو پہلا خط بھی بلا استصواب جناب نہیں بھیجا، نیز جب جناب اپنی ایک خود کردہ غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے طالب معافی ہوئے تو میں نے کسی تنگ دلی کا اظہار نہیں کیا، مگر یہ کہہ دیا تھا کہ میرے اور شاہ صاحب مرحوم کے معاملات اب اس حد پر جاتے معلوم ہوتے ہیں کہ پریس تک پہنچ جائیں۔ کیا اس حالت میں بھی آپ مجھ سے تعلقات قائم رکھ سکیں گے؟ اگر نہیں تو بجائے اس روز کے آج انقطاع کر لینا بہتر ہے، جس پر جناب نے فرمایا تھا کہ میرے تمھارے تعلقات پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا، مگر جناب بوارق العذاب حصہ اول کے بعد ہی اپنے وعدہ پر قائم نہ رہ سکے، یہاں تک کہ مجھے ایک صاحب سے آپ کی قلمی تحریر ملی جس نے نہ صرف مجھ سے تعلقات یا رشتہ اسلامی کو منقطع کر دیا، بلکہ جناب کو بھی اہم ترین امور مذہبی کا جواب دہ بنا دیا۔

میں اب بھی پرانے تعلقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جانب کو

آگاہ کرتا ہوں کہ ایک ہفتہ کے اندر جناب مجھ سے بالمشافہ گفتگو کر کے اپنے معاملات صاف کرلیں۔ وقت گفتگو میرے ہمراہ صرف دو شخص پھپھوند کے اور دو اٹاوہ کے ہوں گے جو صرف بات چیت سننے کے اہل ہوں گے ، اسی طرح جناب بھی اپنے لیے پسند کردہ چار شخص منتخب فرمالیں ، ان میں سے کسی کو گفتگو میں دخل دینے یا بولنے کا حق نہ ہوگا صرف سننے کے مجاز ہوں گے۔ گفتگو کے لیے میں جناب کے مکان پر آنے کو تیار ہوں اگر وصول خط ہٰذا سے ساتویں روز تک میرے پاس آپ کی تحریر دستخطی بقلم خاص میری طلبی میں نہ پہنچی تو جتنے اہم امور مذہبی کی جواب دہی آپ پر شرعاً ضروری و واجب ہو جائے گی اس کی ذمہ دار خود جناب کی ذات ہوگی، نہ کوئی دوسرا شخص۔و ما علینا الا البلاغ۔

آپ کا خیر طلب۔ مصباح الحسن

۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ ، شنبہ

از: پھپھوند

یہ کارڈ ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱/ اگست ۱۹۳۵ء کو پھپھوند سے رجسٹری کرایا گیا جو ۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۳۵ء انکاری واپس آیا۔ چوں کہ کارڈ پر مولانا کی انکاری عبارت بقلم خاص تحریر ہے لہٰذا اسے شرف ملاحظہ حاصل ہو جانا یقینی ہے اور یہی مدعائے اصلی تھا کہ مولانا مطلع ہو کر اگر مناسب سمجھیں تو سمجھ لیں یا سمجھا دیں۔ اب بغور ملاحظہ فرمائیے ، چوں کہ کاغذ بوسیدہ اور میلا تھا اور روشنائی بھی غالباً بوجہ اسراف تیز روشن نہ تھی ، لہٰذا ابلاک صاف نہ بن سکا اس واسطے اس جگہ گرامی نامہ کی نقل دی جاتی ہے کہ پڑھنے میں آسانی ہو:

نقل گرامی نامہ مولانا وصی علی صاحب

عنایت وکرم فرمائے من۔ زید لطفہ'

فقیر بعد سلام مسنون ، جواباً ملتمس ہے آپ کا نامۂ محبت مع ٹکٹ بہ دریافت حالات پہنچا، ممنون فرمایا۔ حضرت صاحب قبلہ کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ علی حیدر صاحب نے جناب مولا علی کرم اللہ وجہہ کے حالات میں احسن الانتخاب نام کتاب تحریر فرمائی تھی، اس کی دوسری جلد ''نفائس المنن'' بھی چھپ گئی۔ یہ بالکل پھپھوندیوں کا اتہام ہے کہ اس میں اصحاب ثلاثہ و دیگر صحابۂ کرام پر تبرا ہے۔ آپ خود کتاب لے کر دیکھیں، باقی جنہوں نے آپ کے سامنے الفاظ نا ملائم کہے ہیں اس کے وہ ذمہ دار ہیں، ان کو کیا کہوں، خداوند عالم منتقم حقیقی کے سپرد ہے۔

زیادہ حالات مفصل اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو اس بار حافظ شاہ علی انور قدس سرہ کے فاتحہ شریفہ میں، جو ۲۱/۲۰ر محرم کو ہوگا، تشریف لائیں، مجھ سے ان شاء اللہ ملاقات ہوگی اور کتابیں بھی آپ وہاں دیکھیں گے۔ حافظ اکرام علی، جو بارہ دری میں مسجد کے پاس رہتے ہیں اور اپنے عزیز ہیں اور حضرت صاحب قبلہ کے شاگرد ہیں، تمام عربی انہیں سے پڑھی ہے، انہیں کے ساختہ پرداختہ ہیں، لیکن بوجہ حسد و بغض خلقی کے حضرت صاحب سے مدت سے مخالفت رکھتے ہیں وہی ایسے جھگڑے اٹھایا کرتے ہیں، اور انہیں نے پھپھوند کے مولوی صاحب کو ابھارا ہے اور رسائل لکھوائے۔ ہمارے بزرگوں کی شان مکابرہ اور مجادلہ کی نہیں ہے،

جو کتابیں پھپھوند سے شائع ہوئی ہیں ، ان کے جوابات ہمارے حضرات نے نہیں دیے بلکہ واپس کر دیے ، جب رسائل رجسٹری کرا کے بھیجے گئے وہ بھی واپس کر دیے اور نہ جواب دیں گے ۔ یہاں پر پھپھوند کے صرف پانچ مرید ہیں ، جنہوں نے تین سال سے میرے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے ۔ باشد مجھے اس کی پرواہ نہیں اور یہی لوگ باہر یکدل ، بھرتنا، دو گاؤلی میں نماز عید پڑھنے گئے ، باقی تمام اہل سنت و جماعت نے عید گاہ میں میرے ساتھ نماز عیدین پڑھی اور برابر پڑھتے آئے ۔

یہ بالکل غلط ہے کہ سوائے شیعوں کے اور کوئی مقتدی نہیں تھا، بلکہ جب سے ان لوگوں نے یہ جھگڑا پیدا کیا ہے ہر سال مقتدی نمازی زیادہ ہوتے گئے ۔ اب رہا شیعوں نے امسال اگر عید گاہ میں میری اقتدا کی ، یہ ان کا فعل ہے میں نے نہیں بلایا ، بلکہ دریافت سے معلوم ہوا کہ باہم خانگی جھگڑے شیعوں میں ایسے ہوئے کہ دو فریق ہو گئے ، ایک نے ہماری عید گاہ میں تقیہ کر کے پڑھی ، دوسرے فریق نے اپنی عید گاہ میں پڑھی ۔ شیعوں کے یہاں تقیہ کر کے جس کے پیچھے چاہیں نماز پڑھتے ہیں ۔ آپ ہی کے محلہ چمن گنج میں برخوردار اصطفا علی ، حلیم مسلم اسکول کے مدرس ، میرے عزیز قریب ہیں آپ ان سے ملاقات کیجیے ، میرا خط جو اس میں رکھتا ہوں یہ لے جا کر ملیے ، ان سے تمام حالات مفصل معلوم ہوں گے ، میرے حقیقی بھائی مولوی حکیم بشیر علی صاحب ، جو دواخانہ قادری میں مطب کرتے ہیں ، اور ای ، آئی ، آر اسٹیشن میں تار بابو ہیں ، ان

سے مل کر حالات دریافت کیجیے اور ایسے ناحق شناس لوگوں کی باتوں میں نہ آئیں، ان کو بکنے دیجیے، پشت کاغذ پر جو غزل حضرت تراب علی شاہ قلندر قدس سرہٗ کی ہے اس کو بھی بغور پڑھیے اور میرا یہ خط اصطفا علی سلمہٗ کو بھی دکھا دیجیے گا۔ پھپھوند والے بوجہ اس کے کہ حضرت صاحب قبلہ سے ان کو عناد ہے، مجھ سے بھی عناد سخت رکھتے ہیں۔ خدا کے سپرد ہیں۔ قاتلھم اللہ انیٰ یؤفکون ۔

والسلام راقم:

محمد وصی علی علوی۔

حافظ اکرام علی دو تین بار عدالت دیوانی کلکٹری میں مدعی بن کر نالش بھی کر چکے ہیں اور کچھ نہ ہوا، جس کو خدا نے عزت دی اس کے خلاف ہو کر ذلت پائے گا۔

نقل غزل

جس شخص کا دل مرشد رہبر سے پھرا ہے
وہ حق سے پھرا ہے اور پیمبر سے پھرا ہے
ہے پیر تو بر حق کہ پیمبر کا ہے نائب
ادھر سے پھرا پہلے جو ادھر سے پھرا ہے
کہتے ہیں سبھی اس کے تئیں قبلہ و کعبہ
کیا کہیے اسے جس کا رخ ادھر سے پھرا ہے
کوئی پیر کی دیوار کو ٹیڑھی نہیں کہتا
بخت اس کا ہے برگشتہ جو اس گھر سے پھرا ہے

کیوں کر نہ مطیع اس کو کہیں سرکش و باغی
جو شاہ کے شہزادۂ افسر سے پھرا ہے
مقبول پیمبر اسے کس طرح سے کہیے
جو حضرت شبیر اور شبر سے پھرا ہے
اندھے کو کہاں دیکھ پڑے نور درخشاں
خفاش ہے جو طلعت نیر سے پھرا ہے
جو ہم سے پھرا ہوگا یہ تم جانیو بیشک
وہ کاظم و مسعود و قلندر سے پھرا ہے
ہم کیوں نہ تراب اس کو کہیں راندۂ درگاہ
باسط کا زدہ ہے جو ترے در سے پھرا ہے

سولہ امور کی وضاحت:

ناظرین کرام! بلاک ملاحظہ فرمالیا، اس میں سولہ امور ایسے ہیں جنہیں صاف کر دیا جائے تو تمام خط کا مضمون آئینہ ہو جائے گا اور "الباطل لا یثبت الا بالاباطیل" (ترجمہ) کوئی جھوٹی بات بغیر بہت سے جھوٹی باتوں کے ثابت ہی نہیں ہوتی، کا مصداق پیش نظر ہو جائے گا:

نمبر:۱۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ بالکل پھپھوندیوں کا اتہام ہے کہ اس (احسن الانتخاب) میں اصحاب ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام پر تبرا ہے، آپ خود کتاب لے کر دیکھیں۔"

جناب مولانا نے یہ معیار خوب ارشاد فرمایا کہ " آپ خود کتاب لے کر دیکھیں"،

کیوں کہ دیکھنے والا ناواقف ہے تو ضرور فریب میں آئے گا کہ ایسے خاندانی بزرگ، صوفی و عالم کی لکھی ہوئی کتاب جس میں علاوہ آیات واحادیث درجنوں کتابوں کے حوالے موجود ہیں، کیسے غلط ہو جائے گی اور واقف کار ہے تو کم از کم قیمت کتاب ہاتھ آئے گی جو غالباً مقصود اصلی ہے۔

ناظرین کرام! اگر واقعی یہ اتہام تھا تو شاہ حبیب حیدر صاحب مرحوم سے بہت تعجب ہے کہ اپنے کسی خط میں اس اتہام کا اشارہ بھی نہ کیا، بلکہ تاویلات رکیکہ ہی فرماتے رہے اور آخر میں وہ سکوت اختیار فرمایا کہ ''حشر تک بولنا قسم ہے'' خیر مولانا ماشاء اللہ عالم ہیں، فاضل ہیں، حکیم ہیں، فقیر ہیں، شاہ صاحب مرحوم کے خلیفہ ہیں، اگر مرشد جواب نہ دے سکے تو مسترشد ہی سوالات ذیل کا جواب عطا فرمائیں۔ ع

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

ترجمہ:

جو ہو نہ باپ سے بیٹا اسے تمام کرے

فیصلہ کن ۴۵؍ سوالات:

۱۔ کیا حضرت علی کو عامۂ ناس پر، جن میں حضرات انبیا علیہم السلام بھی داخل ہیں، تفضیل نہیں دی گئی؟

۲۔ کیا حضرت علی کو شیخین سے من جمیع الوجوہ افضل نہیں بتایا، جو علاوہ ازیں کہ خلاف مسلک اہل سنت ہے، خود حضرت علی اور مصنف احسن الانتخاب کے پدر بزرگوار و جد باوقار کے ارشاد کے بھی خلاف ہے؟

۳۔ کیا بالمعنیٰ شیعوں کو بعض صحابہ کے برا کہنے میں حق بجانب نہیں بتایا؟

۴۔ کیا نصیری کی، جو حضرت علی کی خدائی کا قائل تھا، بالمعنیٰ تعریف نہیں کی؟

۵۔ کیا سنیوں پر حضرت علی کی برائی کرنے کا الزام نہیں لگایا؟

۶۔ کیا حضرت عائشہ و حضرت طلحہ و حضرت زبیر پر برے سے برے افعال کے

ارتکاب کا الزام نہیں لگایا؟

۷۔ کیا صحابۂ کرام میں تین گروہ نہیں بتائے، جن میں کچھ کو خطاے اجتہادی کا مرتکب بنایا اور کچھ کو خطاے فحش ومنکر کا مصدر فرمایا اور کچھ کو ایمان سے بھی خارج فرمادیا؟

۸۔ کیا ان تینوں گروہ کو، مجموعتاً جن میں حضرت عائشہ و حضرت طلحہ و حضرت زبیر بھی شامل ہیں، حضرت علی سے اپنے اعزہ کفار مقتولین غزوات کا بدلہ لینے والا قرار نہیں دیا، جو علاوہ غلط ہونے کے آیت کریمہ:

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (۱)	ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں سے بغض وکینہ کھینچ لیا۔

سے بھی بالمعنٰی انکار ہے۔؟

۹۔ کیا حضرت ابوبکر کی روایت کو خود ان کے حق میں غیر معتبر بتاکر حضرت صدیق کی صداقت پر حملہ نہیں کیا؟

۱۰۔ کیا حضرت علی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہیں دی جو اہل سنت کے نزدیک کفر ہے؟

۱۱۔ کیا حضرت علی کی فضیلت، حضرت عزیر نبی علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پر نفائس المنن میں نہیں ثابت کی، جو خالص علامت رفض ہے اور اس پر مماثلت کا جھوٹا پردہ نہیں ڈالا؟

۱۲۔ کیا ائمہ اہل بیت کو معصوم نہیں لکھا جو مسلک اہل سنت کے خلاف اور شیعیت کا پردہ برافگن ہے؟

۱۳۔ کیا حدیث جابر ابن سمرہ کو جس میں ہے:

"ہمیشہ یہ امر معزز رہے گا جب تک کہ بارہ خلیفہ ہوں گے، جو سب قریش سے ہوں گے۔"

---

(۱) پارہ:۱۴/ سورۂ حجر، آیت:۴۷/

خلاف مسلک اہل سنت بہ تقلید عبید اللہ شیعی دوازدہ ائمہ اہل بیت میں منحصر نہیں فرمایا؟

۱۴۔ کیا روایت اروی بنت حارث لکھ کر حضرت صدیق و حضرت فاروق و حضرت ذو النورین کو غاصب خلافت اور حضرت عمر ابن العاص صحابی فاتح مصر کو" ولد الزنا" نہیں لکھا رضی اللہ عنہم (خاک بدہن گستاخاں)؟

۱۵۔ کیا واقعۂ قرطاس میں حضرت فاروق کو معاذ اللہ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہذیان کا قائل نہیں بتایا؟

۱۶۔ کیا حضرت صدیق کو یہ کہہ کر کہ جب دربارۂ خلافت حضرت علی کے دلائل قوی دیکھے تو نرمی کرنے لگے، بالمعنیٰ سیاسی چال باز قرار نہیں دیا؟

۱۷۔ کیا حضرت صدیق وفاروق پر بے گور و کفن جسد اطہر چھوڑ جانے کا طعن نہیں کیا؟

۱۸۔ کیا حضرت عثمان کے انتخاب میں حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف سے صحابی کو فریب دہندہ اور حضرت علی کو معاذ اللہ ریاکار نہیں ثابت کیا؟

۱۹۔ کیا حضرت عثمان کو کھلونا نہیں بتایا؟

۲۰۔ کیا حضرت عثمان کی نسبت لفظ لعنت نہیں استعمال کیا؟

۲۱۔ کیا حضرت صدیق کو آیت توریث کے خلاف کرنے والا نہیں قرار دیا۔؟

۲۲۔ کیا وہ روایت نہیں لکھی جس سے ام المومنین صدیقہ کی سراسر توہین ہوتی ہے؟

۲۳۔ کیا واقعۂ افک کو مسخ کر کے نہیں لکھا، اور ام المومنین کی توہین نہیں کی؟

۲۴۔ کیا حضرت حسان مداح رسول کی تحقیر نہیں کی؟

۲۵۔ کیا عمر ابن العاص فاتح مصر صحابی پر سب وشتم نہیں کیا؟

۲۶۔ کیا عبد اللہ ابن ابی سرح صحابی فاتح افریقہ کو منافق نہیں بتایا؟

۲۷۔ کیا امیر معاویہ کے شریک صحابہ کو اغراض دنیوی کا پابند نہیں بتایا؟

۲۸۔ کیا امیر معاویہ پر بدترین سب وشتم نہیں کیا؟

۲۹۔ کیا امیر معاویہ کو جبراً داخل اسلام کر کے ان کے ایمان کو غیر معتبر قرار نہیں دیا؟

۳۰۔ کیا امیر معاویہ کو دشمن خاندان رسالت نہیں لکھا؟

۳۱۔ کیا امیر معاویہ کو ولید و عتبہ و حنظلہ کفار مقتولین بدر کا بدلہ لینے والا نہیں قرار دیا؟

۳۲۔ کیا امیر معاویہ کو پکا دنیادار، دوسروں کی عاقبت خراب کرنے والا نہیں قرار دیا؟

۳۳۔ کیا امیر معاویہ کو قابل نفرت شرابی نہیں لکھا؟

۳۴۔ کیا امیر معاویہ کے مجتہد ماننے والوں کو دشمن جناب امیر نہیں قرار دیا، جس میں علاوہ جمہور اہل سنت خود مصنف کے پدر بزرگوار بھی شامل ہیں؟

۳۵۔ کیا حدیث "اصحابی کالنجوم" کو موضوع نہیں لکھا، جسے علاوہ کثیر ائمہ اہل سنت خود مصنف کے پدر بزرگوار نے بھی روایت کیا ہے؟

۳۶۔ کیا خلاف جمہور اہل سنت و آبائے خود تعریف صحابیت وہ نہیں اختیار کی جس سے حضرت سیدنا عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین حضور کے نواسے اور سیدنا عبداللہ ابن زبیر حواری رسول کے بیٹے اور ہزار ہا صحابۂ کرام مسلمۂ امت، شرف صحابیت سے محروم ہو جاتے ہیں؟

۳۷۔ کیا حضرت سیف اللہ خالد ابن ولید کو صراحتہً گروہ صحابہ سے خارج نہیں کر دیا؟

۳۸۔ کیا بعد حدیبیہ تمام مومنین کو جو قبل وفات شریف ایمان لائے اور حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے، فضل صحابیت سے محروم نہیں کر دیا؟

۳۹۔ کیا سیدنا امام حسن کو پر معاصی شخص کو خلافت سپرد کر دینے کا مرتکب نہیں بتایا؟

۴۰۔ کیا خلافت نبوی کو حضرت امام حسن کا حق بتا کر بالمعنیٰ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی کو غاصب خلافت و صحابۂ کرام منتخب کنندگان کو ناحق شناس نہیں بتایا؟

۴۱۔ کیا خلافت صدیق اکبر کو اتفاقی امر اور انتخاب کو خلاف اصول قرار دے کر غیر معتبر نہیں بتایا؟

۴۲۔ کیا نفائس المنن میں حضرت علی کو مماثل حقیقی و مجازی علیٰ وجہ الکمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ثابت کیا، جو مسلک اہل سنت کے خلاف ہے کہ اہل سنت مثل ممکن ہی نہیں مانتے؟

۴۳۔ کیا کتاب احسن الانتخاب میں بیشتر صحابہ پر زبان درازی نہیں کی ہے؟

۴۴۔ کیا احسن الانتخاب و نفائس المنن میں اکثر و بیشتر امور کو مسلک اہل سنت و جمہور ائمہ اہل سنت اور خود اپنے آباؤ اجداد کے خلاف اور روافض کے موافق نہیں لکھا ہے؟

۴۵۔ مولانا کسے حق پر جانتے ہیں مصنف احسن الانتخاب کو یا ان کے آباؤ اجداد (یعنی اپنے پیران طریقت) و ائمہ اہل سنت کو؟

میں نے بر بنائے اختصار نمونۃً صرف چند سوالات لکھے ہیں، اگر تمام اغلاط و فریب و قطع و برید و اختلافات کو مجتمع کیا جائے تو دفاتر بھی ناکافی ہوں۔ میں مولانا کو مہلت دیتا ہوں کہ چلہ نشیں ہو کر ایک سوال روزانہ حل فرمائیں اور جس کو چاہیں مدد کو بلائیں، ثواب اربعین مفت ملے گا اور "محقق" نفع میں کہلائیں گے، تحریر کی ضرورت نہیں، عام مسلمانان اٹاوہ کے سامنے مجھے بلا کر سمجھا دیں، وعدہ حتمی و تحریری کرتا ہوں کہ مولانا نے اگر ان سوالات کو حل فرما دیا اور مجھے مسکت جوابات دے دیے تو اسی مجمع میں اپنی ہم خیالی اور رجوع کا علیٰ رؤس الاشہاد اعلان کر دوں گا اور مولانا اگر ان امور کو تسلیم کرنے پر مجبور یا جواب میں ساکت ہو جائیں تو کم سے کم احسن الانتخاب سے بیزاری کا وہیں اعلان فرما دیں۔

میں نے روز اول مولانا سے عرض کیا تھا کہ اگر مجھے یہاں سمجھا دیا جائے تو شاہ صاحب کو تکلیف دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کاش مولانا تیار ہو جاتے تو یہ نوبت کیوں آتی اور شاہ صاحب مرحوم جواب نہ بن پڑنے کا صدمہ کیوں لے جاتے۔ اتنا اور عرض کر دینا ہے کہ مجھے گفتگو کرنے میں مولانا کی کوئی سبکی نہیں ہے۔ میں وہی ہوں جس سے مولانا نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے مجموعہ فتاویٰ قلمی کے ہر ہر فتوے پر دستخط تصویب و تصحیح

کرائے ہیں اور مرشد زادہ کی کتاب پر تقریظ لکھوانا چاہتے تھے اور بارہا مسائل میں استصواب فرمایا ہے۔ آج سے قبل میں نے مولانا کو مخاطب صرف اس وجہ سے نہیں بنایا تھا کہ مولانا نے مجھ سے اپنے علاحدہ رہنے کا وعدہ فرمایا تھا (جیسا آئندہ نمبر ۱۵ ر میں ظاہر ہوگا) لیکن چوں کہ اب مولانا نے یہ خط لکھ کر وعدہ توڑ دیا لہٰذا چارۂ کار صرف یہ ہی ہے:

۱۔ یا مجھے سمجھا دیں اور ہم خیال بنالیں۔

۲۔ یا خود احسن الانتخاب سے بیزاری کا اعلان فرمادیں۔

۳۔ یا پابند مذہب اہل سنت ہونے کا دعویٰ چھوڑ دیں۔ ے

تم یہ کہہ دو مذہب سنت مرا مذہب نہیں
ہم یہ کہہ دیں بس ہمیں اب تم سے کچھ مطلب نہیں

مسلمانان اٹاوہ سے مذہبی اپیل:

میں تمام مسلمانان اٹاوہ کو وکیل بناتا ہوں کہ وہ مولانا کو اس مسئلۂ اہم کے فیصلہ کرنے کو تیار کردیں تاکہ ایک بڑا نزاع دینی اٹھ جائے۔ مولانا کو کہیں جانا بھی نہ پڑے گا، گھر کے گھر میں رہیں گے، میں آنے کو تیار ہوں صرف مولانا اپنی دستخطی تحریر رضامندی مناظرہ پر دے دیں، اب مولانا ملازم سرکار بھی نہیں ہیں کہ کسی اعتراض کا خیال دامن گیر ہو، بلکہ بوجہ مقتدائے شہر ہونے کے ان امور کا فیصلہ کرلینا بہت اہم و ضروری ہے۔ میرے پاس کثیر فتاوی علمائے اہل سنت و حضرات صوفیائے کرام موجود ہیں جو حصۂ ثالث میں طبع ہوں گے، اگر مولانا نے تکلیف فرمائی اور گفتگو کو تیار ہوگئے تو اصل فتاویٰ بھی مسلمانوں کے مواجہ میں پیش کردوں گا۔

نمبر:۲۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں:

”انہیں نے (حافظ اکرام علی صاحب) پھپھوند کے مولوی

صاحب کو ابھارا ہے اور رسائل لکھوائے۔ ''

ناظرین کرام! مولانا نے یہ بات ایسی لکھی ہے جس پر لکھتے وقت خود مولانا کا ضمیر بھی ملامت کرتا ہوگا۔ کسی تھوڑی چیز کا زیادہ کرکے دکھانا ممکن ہے، نہ کہ غیر موجود کو موجود کہنا نازیبا و کذب محض ہے۔ کیا ناحق کوشی کی اس سے زائد کوئی مثال ہو سکتی ہے؟۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ سے قبل میں نے حافظ صاحب کو صرف چند بار خیر آباد شریف میں دیکھا تھا، مگر معمولی سلام سے آگے، اور وہ بھی دور ہی سے، کبھی بالواسطہ یا بلاواسطہ مزاج پرسی کی نوبت بھی نہ آئی تھی، نہ کہ ان کی تحریک پر میرا رسائل لکھنا۔ میری اور حافظ صاحب کی عمر میں سب سے پہلے ان کا ایک کارڈ میرے نام ۱۲/ رجب ۱۳۵۳ھ کو پھپھوند آیا جس وقت میں ممبئی تھا اور بوارق کا حصہ اول چھپ رہا تھا جس کی نقل بجنسہٖ یہاں دیتا ہوں:

نقل خط جناب حافظ اکرام علی صاحب

(آمدہ ۱۲/ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ)

جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ لدیکم

قابل گذارش یہ ہے کہ آپ کی تنقید جو احسن الانتخاب کے متعلق ہے، اس کا وہ حصہ جو خط و کتابت آپ کے اور شاہ حبیب حیدر صاحب کے درمیان کی ہے، اس میں ہے، اس کی پوری نقل ورنہ ان فقرات کی کہ:

'' میں حرف بہ حرف کتاب کے موافق ہوں۔ اور روض الازہر و شہادت نامہ کلاں اس مبحث خاص میں حجت نہیں ''

اس کی نقل مع اس خط کے جس میں یہ فقرات ہوں مرسل فرمائیں، کرم و اشفاق سے بعید نہ ہوگا۔ چوں کہ کتاب مذکور میں

بزرگان خاندانی پر الزام رفض و شیعیت عائد کردیا ہے اس واسطے بزرگان موصوف کے عقائد صحیحہ کی توضیح کی ضرورت ہوئی ، لہٰذا محض اعتقادیات کی ایک مختصر رسالہ کی صورت میں لکھنا شروع کردیا ،اس میں ایک مقام پر آپ کی تردید و نوٹس کا ذکر بھی آگیا ہے ، نوٹس کے متعلق تو مولانا عبد الماجد دریاآبادی کو لکھا ہے۔ آپ خط محض مرسل فرمائیں ممنون و مشکور رہوں گا۔ فقط والسلام

محمد اکرام علی

از: تکیہ شریف کاکوری ضلع لکھنؤ

مؤرخہ ۸/ رجب ۱۳۵۳ھ

اس خط کی تحریر تک حافظ صاحب پتہ سے بھی واقف نہ تھے ، "پھپھوند ضلع اٹاوہ" کے بجائے "پھپھوند متّصل اٹاوہ" لکھا ہے۔ اس کا جواب عزیزی اختصاص حسین سلمہ، نے یہ دیا کہ " مصباح الحسن باہرسفر میں ہیں، کتاب چھپ رہی ہے بعد طبع ارسال کردی جائے گی" چناں چہ میں ۱۴/ شعبان ۱۳۵۳ھ کوواپس آیااور حصہ اول کے دو نسخہ ۲۶/ شعبان ۱۳۵۳ھ کو بھیج دیے،اس کی رسید کارڈ ۵/ رمضان ۱۳۵۳ھ کووصول ہوئی جس کی نقل یہ ہے:

نقل خط دوم جناب حافظ اکرام علی صاحب

(موصولہ ۵/ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ)

جناب مولانا مصباح الحسن صاحب! دام بالفضل والمواہب

پس از سلام سنت الاسلام خلاصۃ المرام۔

ایں کہ بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کے دو نسخے ہدیۃً موصول ہوکر سبب مسرت ایمانی و باعث فرحت روحانی ہوئے ، اللہ تعالیٰ جناب والا کو بایں ردو کد شرعی ، وجحت اصلی و وقار دینی و

دنیوی قائم و برقرار رکھے۔ جزاك الله فی الدارین خیرا و وقاك الله فی الکونین ضیرا۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کی بھلائی عطا فرمائے اور برائی سے بچائے۔

کتاب دیکھ کر ہر غلام اصحاب پاک سید لولاک سے نکلے گا تو یہی کہ "ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"۔ کتاب مذکور ۲۲۳ر صفحہ تک میں دیکھ سکا ہوں، اس واسطے کہ رمضان المبارک کے مشاغل اور نیز اعتقاد بزرگان خاندانی کو میں کتابی صورت سے لکھ رہا ہوں، اس واسطے شب میں بعد ختم تراویح چند منٹ کا موقع ملتا ہے لیکن جس قدر کتاب دیکھی وہ میری رائے قائم کرنے کے لیے بس ہے۔ آپ کے قلم کی روانی، الزامی جوابات، احقاق حق، آزادی بیان کا اور فریق مقابل کی اصلیت کی گزیر، جواب کی مہلت اور سکوت کلی یہ سب دلائل قاطع آپ کے غالب اور حق پر ہونے کے ہیں۔ کتاب کم از پندرہ نسخہ اور بھیج دیجیے، اس واسطے کہ احسن الانتخاب نے جہاں جہاں مریدین کے طبقہ میں گمراہیاں پھیلائی ہیں وہاں بھیج دی جائیں۔ فقط زیادہ والسلام

محمد اکرام علی

از: قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ، تکیہ شریفہ کاظمیہ

مؤرخہ ۳ر رمضان المبارک، روز شنبہ

اس پر ۹ر رمضان کو پندرہ نسخے اور روانہ کیے گئے اور انہیں میں سے ایک کے حاشیہ پر لکھ دیا کہ " شاہ صاحب نے رجسٹری اور پیکٹ دونوں واپس کر دیے" جس کے جواب میں ۱۴ر رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو ایک لفافہ آیا جو بوارق حصہ دوم پر منقول ہے۔ اس

میں آخر کو پچاس نسخے اور مانگے تھے، جو روانہ کر دیے گئے۔ اس کے بعد ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ کو آستانہ عالیہ خیر آباد شریف میں ملاقات تفصیلی ہوئی اور مکالمہ کی نوبت آئی یہ ہیں واقعات حقیقیہ۔

چوں کہ حصہ دوم میں حافظ صاحب کا ایک خط چھپ گیا تھا، لہٰذا پھر کیا تھا مولانا نے ”کا تا اور لے دوڑی“ والی مثل کر دی، اور سادہ لوحوں کو فریب دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

میں مولانا کو دعوت ”مباہلہ“ دیتا ہوں کہ وہ جس جمعہ کو چاہیں مجھے شیخ جلال کی مسجد میں بلالیں اور بعد جمعہ میں اور وہ اس امر پر کہ حافظ صاحب نے مجھ سے کبھی ان رسائل کی تحریک کی تھی یا نہیں بموجب آیت کریمہ:

ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۱﴾ (۱)

ترجمہ: پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں جھوٹوں پر۔

(یعنی) اس بحث میں اس پر جو ناحق پر ہوں۔

جھوٹے پر لعنت کریں اور مسلمان آمین کہیں، انشاء اللہ تعالیٰ تین روز میں اثر ظاہر ہو جائے گا اور ہر شخص سچے اور جھوٹے کو پہچان لے گا:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚ (۲)

ترجمہ: پھر تم اگر یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

اصل حقیقت اور سچ یہ ہے کہ مجھ سے رسائل خود مولانا نے لکھوائے اور مجبور کر کے لکھوائے، سب سے پہلے تقریظ کی فرمائش ہوئی اور تقاضے پر تقاضے ہوئے، بعد ازاں

---

(۱) پارہ:۳/ سورۂ آل عمران، آیت:۶۱/۔

(۲) پارہ:۱/ سورۂ بقرہ، آیت:۲۴/۔

سوالات کانپور سے بھجوائے جیسا کہ مسموع ہوا کہ مولانا اس سے ایک دو روز قبل کانپور تشریف فرماتھے، ”و العھدۃ علی الراوی“، پھر میں نے عرض کیا کہ یہاں سمجھا دیا جائے تو تیار ہوں، مگر فرمادیا کہ احقاق حق میں حرج نہیں، خط بھیج دو، لہٰذا اب کیوں ایسے پریشان خیال ہوئے ہیں کہ جھوٹ سے بھی عار و باک نہیں:

اذا لم تستحی فقل ما شئت

ترجمہ: حیا کا دامن چھوڑ کر جو چاہیے فرمائیے

کا مصداق بن رہے ہیں۔ اس معاملہ میں مولانا نے ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ سے اب تک عجیب نیرنگیاں دکھائی ہیں۔ شروع شروع میں میرے بعض احباب سے کچھ احسانات خیالی جتا کر مجھے رہین منت قرار دیا اور کوشش کی کہ مجھے سمجھا دینے کے بجائے میں خود اس خط وکتابت کو بند کردوں، پھر ایک وقت میں اپنے ایک حاشیہ نشین سے ارشاد فرمایا:

”مصباح الحسن تو کچھ نہ کرتا، مگر پھپھوند میں دو شیطان عبد المقتدر و مصطفیٰ خاں ہیں جو ابھارتے ہیں۔“

گو مولانا نے بمصداق ”الناس یقیس علی نفسہٖ“ مجھے بھی اپنا جیسا سمجھ لیا ہے کہ خود کوئی مادہ ہی نہیں رکھتے، جس نے جدھر چاہا چلا دیا۔ حالاں کہ مولانا کا تجربہ ہے کہ ان کے والد ماجد کے فتاویٰ پر حسب خواہش مولانا، میں نے اس وقت تک دستخط نہیں کیے جب تک انہیں بغور دیکھ کر اطمینان نہیں کر لیا۔ یہ تو کیوں کر کہوں کہ کسی مسلمان کو شیطان کہنا ”سباب المسلم فسوق“ (۱) میں داخل ہے۔ مولانا متقی، پرہیزگار ہیں کوئی صورت جواز نکال لی ہوگی، اب یہ ارشاد ہے کہ حافظ اکرام علی نے رسائل لکھوائے، غرض جیسا دیس ویسا بھیس۔ ؎

(۱) بخاری شریف، ج:۱/کتاب الایمان، باب خوف المومن من ان یحبط عملہ، ص: ۱۲/المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند۔

بدلی ہے زاہد نے نئی پوشاک روز
کس قدر ہیں جامۂ تزویر جمع

نمبر:۳۔

مولاناتحریر فرماتے ہیں:

”ہمارے بزرگوں کی شان مکابرہ ومجادلہ کی نہیں ہے“

مولانا !تکلیف فرماکر ”مناظرہ“ اور ”مکابرہ“، و ”مجادلہ“ کی ایسی تعریف بیان فرمادیں کہ ہرایک کا فرق آسانی سے سمجھ میں آجائے، ورنہ ہر ساکت وعاجز شخص اسی حیلہ سے اپنی جان چھڑاسکتاہے کہ ہم مکابرہ ومجادلہ نہیں کرتے۔چوں کہ مولانانے یہ لکھ کر:

”ہمارے بزرگوں کی شان مکابرہ ومجادلہ کی نہیں ہے۔“

شاہ صاحب کے سکوت وعجز پر پردہ ڈالاہے، لہٰذامیں مولاناکے پیرومرشد شاہ تقی علی قلندر مصنف روض الازہر کا واقعہ، جن کے متعلق مولانانے اسی کتاب کی تقریظ میں یہ الفاظ تحریرفرمائے ہیں:

”مولانا و مرشدنا ، استاد استادنا ، من الیہ فی جمیع العلوم استنادنا،وعلیہ بعد اللہ ورسولہٖ اعتمادنا حضرت شاہ تقی علی قلندر۔“

مقدمہ روض الازہر مصنفہ شاہ حبیب حیدر مرحوم سے، جنہیں مولانااپنی تقریظ میں ”نتیجہ نوع الانسان“ بناچکے ہیں، نقل کرتاہوں:

شاہ تقی علی صاحب کاایک واقعہ:

حکایتے متعلق بایں کیفیت	ترجمہ: اس خاص کیفیت کے
خاص از ثقات معتبرین شنیدہ	مناسب حال سچے لوگوں سے سنی
حوالۂ قلم می سازم۔ منقول ست	ہوئی حکایت لکھتاہوں۔ نقل ہے کہ
کہ مولوی ابوالحسن منطقی فاضلے جیدو	مولوی ابو الحسن منطقی ، جو بڑے

عالمے زبردست کہ در معقولات ید طولیٰ داشتند و مقولہ شان بود کہ علمائے ایں جوار نزد من طفل مکتب اند و اکثر بدعویٰ می گفتند کہ مخاطب مباحث خود را فوراً بذریعہ اصول منطقی فرا پیش رفتن نہ دہم، و از معتبر ذرائع معلوم گشتہ کہ اوشاں را مہارت تامہ در علوم معقولات بود وبر مطالب و مشکلات حواشی میر زاہد و دیگر کتب منطقیہ عبور می داشتند، و روزانہ مطالعہ آنہا می کردند۔ در سرکار قاضی حافظ علی خاں صاحب کہ بہ زبان شاہی عہدۂ قضائے قصبہ ہٰذا متعلق باوشاں بود، برائے تعلیم قاضی صادق علی خاں صاحب پسر شاں ملازم شدند، روزے بتقریب نکاح بخانہ غلام حیدر خاں صاحب کہ از امرائے ذی وجاہت ایں قصبہ بودند، جملہ اعزا و احباب و برادران جوار و دیار

زبردست فاضل و عالم اور منطق کے بڑے ماہر تھے، جن کا یہ قول تھا کہ اس نواح کے عالموں کی میرے سامنے طفل مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں ہے، اکثر دعویٰ کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے مد مقابل کو منطقی اصول کے ذریعہ دو قدم نہیں بڑھنے دیتا، معتبر ذرائع سے معلوم بھی ہوا کہ انہیں علوم عقلیہ میں کمال درجہ مہارت تھی، میر زاہد کے مطالب اور حاشیوں پر نیز دوسری منطقی کتابوں پر عبور رکھتے تھے، اور انہیں کتابوں کو روز مرہ دیکھا بھی کرتے تھے۔ قاضی حافظ علی خاں صاحب کے ہاں، جو شاہی زمانہ میں اس قصبہ کے قاضی مقرر تھے، ان کے لڑکے قاضی صادق علی خاں صاحب کے پڑھانے پر نوکر ہوئے۔

ایک دن بہ تقریب نکاح غلام حیدر خاں صاحب کے گھر پر، جو قصبہ کے ممتاز لوگوں میں تھے، دور

از خواص و عوام بدعوت مجتمع شدند، مولوی ابو الحسن منطقی ہم در آں دعوت موجود بودند حضرت قطب الافراد شیخ اکبر مولانا شاہ حیدر علی قدس سرہ برادر بزرگ حضرت مقتدائے جہاں بوجہ قرابت و یگانگنت خاص رونق افزائے مجلس شدند ، خاں صاحب موصوف الصدر از حضرت قطب الافراد استفسار مسئلہ جواز اقتدائے متوضِی بامام متیمم کردند، حضرت قطب الافراد فرمودند کہ جائز است ، خاں صاحب ہمیں مسئلہ را از مولوی صاحب ہم پرسیدند، اوشاں گفتند کہ ناجائز ست ، زائد ازیں سخنے بمیان نیامد ۔ حضرت قطب الافراد بعد شرکت تقریب و دعوت مراجعت بآستانہ عالیہ فرمودہ تذکرۂ ایں واقعہ با حضرت مقتدائے جہاں کردند، بفور استماع ایں واقعہ حضرت ایشاں

و نزدیک کے تمام عزیز اور دوست عام وخاص دعوت کھانے اکٹھا ہوئے۔ مولوی ابوالحسن منطقی بھی اس دعوت میں موجود تھے ۔ حضرت قطب الافراد شیخ اکبر مولانا شاہ حیدر علی قدس سرہٗ برادر کلاں حضرت مقتدائے جہاں بھی قرابت و محبت کی وجہ سے رونق افزائے مجلس ہوئے۔خاں صاحب موصوف الصدر نے حضرت قطب الافراد سے با وضو شخص کی تیمم کیے ہوئے شخص کے پیچھے نماز جائز ہونے کی نسبت پوچھا۔حضرت قطب الافراد نے جواباً جائز کہا۔ خاں صاحب نے اسی مسئلہ کو مولوی صاحب سے بھی دریافت کیا، انہوں نے ناجائز کہا۔ اس سے زیادہ بات چیت نہ ہوئی۔

حضرت قطب الافراد تقریب اور دعوت سے فارغ ہوکر آستانہ عالیہ لوٹ گئے اور اس واقعہ کا تذکرہ حضرت مقتدائے جہاں سے کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت مقتدائے جہاں

بسرعت تمام از راہ غیر معروف بحیلہ شرکت دعوت بر مکان غلام حیدر خاں صاحب تشریف بردند، اولاً سخناں مختلف بمیان آمد ، بعدہ خاں صاحب باز ہماں مسئلہ را از حضرت مقتدائے جہاں حسب عادت خود استفسار نمودند، حضرت ایشاں نیز ہماں جواب دادند، خاں صاحب باز بہ مولوی صاحب مخاطب شدہ گفتند کہ حکم جواز اقتدا حضرت ایشاں نیز می دہند ، مولوی صاحب انکار نمودہ گفتند کہ اگر کسے جائز می گوید مقابلہ من کن ،از جائے خود برخاستہ نزد حضرت مقتدائے جہاں آمدہ بالمواجہ تقریر بایں طور آغاز نمودند کہ ”در بارہ جواز اقتدا، نزد جناب سند چیست؟ حضرت مقتدائے جہاں فرمودند کہ ”ایں مسئلہ در جمیع کتب فقہیہ مصرح است ، ضرورت زائد تفحص ندارد ، و در

بڑی تیزی کے ساتھ ایک غیر مشہور راستہ سے شرکت دعوت کے حیلہ سے غلام حیدر خاں صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے ۔ ابتداءً مختلف باتیں ہوتی رہیں بعدہ خاں صاحب نے اپنی عادت کے موافق حضرت مقتدائے جہاں سے بھی یہی مسئلہ پوچھا ، حضرت نے بھی وہی جوابِ جواز دیا۔ خاں صاحب نے پھر مولوی صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ ” حضرت بھی جواز اقتدا کا ہی حکم دیتے ہیں۔ مولوی صاحب نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ” اگر کوئی شخص جائز کہتا ہے تو میرے مقابلہ میں آئے“، یہ کہہ کر حضرت مقتدائے جہاں کے پاس اپنی جگہ سے اٹھ کر آدھمکے اور دوبدو اس طور پر گفتگو شروع کی کہ ”جناب کے پاس جواز اقتدا کی کیا سند ہے؟ حضرت مقتدائے جہاں نے فرمایا کہ ”یہ مسئلہ تمام فقہی کتابوں میں صاف لکھا ہے ، زیادہ تلاش کا محتاج نہیں

شرح وقایہ موجود است:

”و یقتدی المتوضی بالمتیمم لان التیمم طهارة مطلقة عند عدم الماء و الخليفة فی التراب عندنا“.(۱)

مولوی صاحب گفتند کہ:
”آنچہ می فرمانید آں منطوق ایں عبارت ست یا مفہوم“۔ حضرت مقتداے جہاں فرمودند کہ:” منطوق نیست بلکہ مفہوم ست“۔ مولوی صاحب تعریف ہریک پرسیدند،حضرت مقتداے جہاں بہ تفصیل و تشریح بیان کردند۔ غرضکہ ایں مباحثہ بطول انجامیدہ رفتہ رفتہ بہ اصول فقہ بہ یفتاد ، چوں کہ ایں علم را بعلم منطق مشابہتے و مماثلتے ست ، مولوی صاحب در تقریر خود کوشاں ایں امر ہم بودند کہ بطورے ایں

اور شرح وقایہ میں موجود ہے کہ:

”وضو کرنے والا، تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، کیوں کہ ہمارے نزدیک تیمم، پانی نہ ہونے کی صورت میں، طہارت مطلقہ اور مٹی میں خلیفہ ہے“۔

مولوی صاحب نے کہا کہ: آپ جو فرما رہے ہیں یہ اس عبارت کا منطوق ہے یا مفہوم؟ حضرت مقتداے جہاں نے فرمایا: ”منطوق نہیں، مفہوم ہے“ مولوی صاحب نے ہر دو کی تعریف پوچھی، حضرت مقتداے جہاں نے بہت مفصل و مشرح بیان کی۔ غرض کہ یہ مباحثہ بڑھتے بڑھتے منطق سے مشابہت اور مماثلت کی وجہ سے اصول فقہ میں جا پڑا۔ مولوی صاحب اپنی تقریر میں کسی نہ کسی طرح اسے منطق میں کھینچ لانے کے ،اور حضرت مقتداے جہاں اصول فقہ

(۱)۔شرح وقایہ اول، کتاب الصلاۃ، فصل فی الجماعۃ، ص:۱۷۸/۱، مجلس برکات، ۲۰۰۱ء۔

بحث در علم منطق بیاید تا غلبۂ تمام یابم۔ حضرت مقتداے جہاں تقریر جوابات بہ چنیں احاطہ می فرمودند کہ تقریر از علم اصول فقہ خارج نمی شد دریں اثنا ساعتہا گذشتند تا بدیں خیال کہ مولوی صاحب را حوصلہ بحث معقولات ہم نماند، حضرت مقتداے جہاں بموقع اصطلاحات منطقیہ ہم استعمال فرمودند، و سلسلۂ بحث در علم منطق بیفتاد۔ در نورد تقریر مولوی صاحب متعدّد بار گفتند کہ " نہ عدد حواشی میر زاہد از مطالعہ من گذشتہ "۔ حضرت مقتداے جہاں فرمودند کہ " من یازدہ، یا دوازدہ عدد حواشی ایں کتاب دیدہ ام "۔ چوں کہ دراں وقت بیشتر حاضرین جلسہ صاحب استعداد و ذی علم بودند ہماں در استماع ایں مباحثہ فاضلانہ چناں مشغوف شدند کہ از وقت صبح وقت اوسط ظہر بیامد و

سے خارج نہ ہونے کے کوشاں تھے ۔ اسی دوران میں بہت وقت گذرا، یہاں تک کہ حضرت مقتداے جہاں نے اس خیال سے کہ مولوی صاحب کو معقولات میں بھی بحث کرنے کا حوصلہ نہ رہے ایک موقع پر چند منطقی اصطلاحیں بھی بولیں ، بس منطقی بحث چھڑ گئی ، مولوی صاحب نے اپنے زور تقریر میں کئی مرتبہ کہا کہ: "میر زاہد کے نو حاشیے میرے مطالعہ سے گذرے ہیں"، حضرت مقتداے جہاں نے فرمایا کہ: " میں نے اس کتاب کے گیارہ یا بارہ حاشیے دیکھے ہیں "۔ چوں کہ اس وقت اکثر حاضرین جلسہ ذی علم و صاحب لیاقت تھے ، لہٰذا سب حاضرین اس مباحثہ کے سننے میں ایسے محو ہوئے کہ صبح سے ظہر کا درمیانی وقت آگیا ، پھر بھی کسی کو خبر نہ ہوئی ۔ دعوت کا سامان یوں ہی رکھا رہا ۔ قاضی حافظ علی خاں

کسے را خبر نہ شد ، ہماں سامان دعوت یکسو ماند۔ قاضی حافظ علی خاں صاحب بفور استماع واقعہ از دولت خانہ خود آمدہ بہ ہر دو صاحبان باصرار گفتند کہ ”وقت طعام می رود، و طعام موجودہ سردو خراب می شود،حاضرین جلسہ تقریب را ہم تکلیف لاحق ، لہٰذا مباحثہ را تاختم دعوت موقوف دارند“۔ حضرت مقتدائے جہاں تبسم شدہ فرمودند کہ:” ایں وقت ہماں صورت پیش آمد کہ گویا”دو مرغ جنگجو، از جنگ باز داشتہ شوند“۔ قاضی صاحب گفتند کہ:”خیر چوں کہ در عمر از جناب بزرگ ہستم لہٰذا بمقتضائش گفتم قبول نمایند“۔ بعد از فراغت طعام حضرت مقتدائے جہاں باز بہ مولوی صاحب فرمودند کہ ”سخن ناتمام را اتمام باید ساخت “۔ مگر مولوی صاحب گفتند:” آں گفتگو تمام شد،

صاحب اس واقعہ کو سنتے ہی اپنے گھر سے تشریف لائے اور دونوں صاحبوں سے زور دے کر کہا کہ کھانے کا وقت جا رہا ہے اور کھانا ٹھنڈا اور خراب ہو رہا ہے اور حاضرین جلسہ بھی پریشان ہیں ۔ اس لیے مباحثہ کو کھانے سے فارغ ہونے تک موقوف رکھیے۔ حضرت مقتدائے جہاں نے مسکرا کر فرمایا کہ: ” اس وقت وہی صورت پیش آئی کہ جیسے ”دو لڑاکو مرغے لڑنے سے روک دیے جائیں “۔ قاضی صاحب نے کہا کہ: ” نہیں ، میں چوں کہ آپ سے عمر میں بڑا ہوں اس بنا پر میں نے یہ کہا ، قبول فرمائیے “۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت مقتدائے جہاں نے پھر مولوی صاحب سے فرمایا کہ ” ادھ کٹی بات کو پورا کر لینا چاہیے “۔مگر مولوی صاحب نے کہا کہ ”وہ تو پوری ہوئی، اسے ادھوری نہ جانیے“۔بعدہ

آں رانا تمام ندانید"، بعدہ مجلس بر خاست شد و حضرت مقتدائے جہاں واپس تشریف آوردند۔ (۱) مجلس بر خاست ہوئی اور حضرت مقتدائے جہاں واپس تشریف لائے۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ اس صورت میں مولوی ابوالحسن بوجہ وفور علم منطق محض مجادل تھے، مقصود ان کا تحقیق حق نہ تھا، لیکن شاہ تقی علی صاحب کس قدر بے تاب ہو کر پہنچے اور مولوی ابوالحسن کے "نو حاشیے" بتانے پر "بارہ حاشیوں" کے مدعی ہو گئے، اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود شاہ تقی علی صاحب نے مرغوں کی پھبتی کہہ دی، لیکن نہ مرغوں کی پالی مجادلہ ہوئی، نہ نو اور بارہ کا تقابل مکابرہ قرار پایا، بلکہ بطور مفاخرت ذکر کے قابل ہو گیا۔ غالباً اس وقت تک ذوق علمی موجود تھا، لہٰذا یہ سب امور مستحسن تھے، اب چوں کہ اس کا فقدان ہے لہٰذا جب کوئی مقابل آکر احقاق حق چاہے گا، مکابر و مجادل بنا کر دامن چھڑایا جائے گا۔ چناں چہ یہاں سے جب تک اجمال رہا، جواب ملا، اور تیسرے خط میں جیسے ہی مباحث علمیہ کو وسعت دی گئی، گریز کیا گیا۔ تکلیف فرما کر وہ طریقہ مولانا ارشاد فرمائیں کہ احقاق حق بھی علیٰ وجہ الکمال ہو جائے اور تحریر و تقریر کی نوبت بھی نہ آئے، کہ مولانا مکابرہ و مجادلہ کہہ کر دامن بچا جائیں۔ ؎

صفائے دل ہو تو ہو پیچدار کیوں تقریر
یہ باتیں سب نے انہیں کی چناں چنیں سے چنیں

نمبر:۴۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"جو کتابیں پھپھوند سے شائع ہوئی ہیں ان کے جوابات ہمارے حضرات نے نہیں دیے بلکہ واپس کر دیے، جب رسائل

(۱)۔ مقدمہ روض الازہر، ص:۱۲/۱۳، اصح المطابع لکھنؤ۔

رجسٹری کرا کے بھیجے گئے تو وہ بھی واپس کر دیے۔"

حضرت مولانا ایک ناواقف سائل کو ناواقف سمجھتے ہوئے کس خوبی سے چٹکیوں میں اڑا رہے ہیں، گویا غایت دیانت سے ایک ناواقف کو اور مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ سائل اس چکر میں پڑ جائے کہ حافظ اکرام علی صاحب نے رسائل لکھوائے، جب وہ ان حضرات کو بھیجے گئے تو قابل خطاب نہ جانتے ہوئے واپس کر دیے، اور جواباً منھ بھی نہ لگایا۔ مولانا بھلا یہ کس دل و جگر لکھتے کہ اولاً میری معرفت تقریظ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب کتاب پر شبہات ہمارے مرشد کو بھیجے گئے تو ان حضرت نے مبحث بدلنے کی جان توڑ کوشش فرمائی، دو جوابوں کے بعد تیسرا خط پاتے ہی بغلیں جھانکنے لگے اور وہ چپ سادھی کہ آج کا دن ہے۔ ؎

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دل سوز ہے جو رہ چکا ہے دل نشیں برسوں

نمبر:۵۔

مولانا ارقام فرماتے ہیں:

"اور نہ جواب دیں گے۔"

اور عقل مندی بھی یہی ہے کہ جواب نہ دیا جائے، کیوں کہ جو قدرتاً لاجواب ہے اس کا جواب ہو ہی کیا سکتا ہے۔ ع

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نمبر:۶۔

مولانا کا ارشاد ہے:

"یہاں پر (اٹاوہ میں) پھپھوند کے صرف پانچ مرید ہیں۔"

کیا اس سے ہمارے آستانہ عالیہ کے متوسلین مراد ہیں؟ تو مولانا نے ناحق اتنی سخاوت

فرمائی، تین بھی اکثر ساکنین اٹاوہ کو شامل ہوتے، کیوں کہ ان کے مرشدِ ارشاد نے تین علما کے نام لکھ کر اکثر علما کا حکم لگا دیا تھا۔ خیر اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، خود ساکنین اٹاوہ میں سے ہر واقف کار صداقت کا اندازہ کر لے گا۔ لیکن مولانا کا مقصود اگر اس سے تحقیر ہے تو اپنا فقرہ مندرجہ حاشیہ بلاک پڑھ لیں "جس کو خدا نے عزت دی اس کے خلاف ہو کر ذلت پائے گا"۔

نمبر:۷۔

مولانا کا ارشاد ہے:

"جنھوں نے تین سال سے میرے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، باشد مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

مولانا لگے ہاتھوں اتنا اور تحریر فرما دیتے کہ ان لوگوں نے کیوں نماز مولانا کی اقتدا میں پڑھنا چھوڑ دی؟ کسی مسئلۂ شرعی کی بنا پر، یا کسی غرض دنیوی سے؟۔ رہا مولانا کا دوسرا فقرہ کہ "باشد مجھے اس کی پروا نہیں"، یہ ان فقروں میں ہے کہ کبھی رہین معنی نہیں ہوتے۔ چناں چہ جب ۱۳۵۱ھ میں مولانا نے اٹاوہ میں احسن الانتخاب کو تقسیم و فروخت فرمایا اور غالباً رمضان شریف ۱۳۵۱ھ میں "فصل الخطاب" کٹرہ شہاب خاں میں آگئی اور لوگوں کو احسن الانتخاب کے مفاسد کا علم ہوا تو عید الفطر ۱۳۵۱ھ کی امامت کے متعلق چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔

مولانا کے خواص حاشیہ نشینوں سے مسموع ہوا کہ ابتداءً تو مولانا پر جوشِ عقیدت اس درجہ غالب تھا کہ جس نے دریافت کیا اسے بھی جواب ملا کہ " یہ کتاب میرے پیر زادہ کی لکھی ہے، میرا دین و ایمان ہے"۔ مگر جب سے اس سے فتنہ اٹھتا دیکھا اور مخلص احباب نے سمجھا دیا کہ " حضرت! اس میں کیا حرج ہے جو دریافت کرے، فرما دیجیے کہ ایسی کتابیں روز چھپتی رہتی ہیں، میرے پیر کی نہیں ہے کہ میرے لیے ماننا ضروری ہو، مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں"۔ تو یہی ہانک بولنے لگے اور جس نے دریافت کیا اس سے یہی فرمایا۔ ادھر انہیں گنتی کے پانچ مذکورۂ صدر سے دو شخص کٹرہ پہنچے اور اس سے سخت اختلاف کیا کہ مولانا کی امامت پر حملہ کیا

جائے، چناں چہ معاملہ دب گیا اور مولانا کی امامت بعافیت رہی۔ مولانا کو خدا کی عطا کردہ نعمت سے بے پرواہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ قدر کرنا چاہیے تاکہ کفران نعمت نہ ہو۔

نمبر:۸۔

مولانا فرماتے ہیں:

"باقی تمام اہل سنت و جماعت نے عید گاہ میں میرے ساتھ نماز عیدین پڑھی۔"

مولانا کا یہ ارشاد بھی منجملہ ان صداقت مآبیوں کے ہے جن سے ساکنین اٹاوہ ہی محظوظ ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ جناب کٹرہ شہاب خاں مسجد "پنجابیان" و مسجد "حافظ بلاقی" و محلہ نورنگ آباد میں عید کی جو نمازیں ہوتی ہیں، وہ غیر مقلدین کی ہیں یا شیعوں کی ہیں، کیوں کہ تمام اہل سنت تو آپ کے مقتدی تھے ہی۔ اب صرف شیعوں کا ایک گروہ جو آپ کا مقتدی نہیں بنا، اور غیر مقلدین رہ جاتے ہیں مگر ان لوگوں کی نمازیں دوسری جگہ ہوتی ہیں، نہ ان مقامات پر، معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک سنی وہی ہے جو ان کی اقتدا کرے، گویا جنھوں نے مولانا کے ساتھ نماز نہیں پڑھی وہ سنی نہیں ہیں جب ہی مولانا کا یہ لکھنا صحیح ہو سکتا ہے۔

نمبر:۹۔

پھر ارشاد ہے:

"بلکہ جب سے ان لوگوں نے یہ جھگڑا پیدا کیا ہے نمازی مقتدی زیادہ ہوتے گئے۔"

"ان لوگوں" سے مقصود اگر وہی سابق الذکر گنتی کے پانچ آدمی ہیں تو جھگڑا کرنا کذب خالص ہے کہ انہوں نے خود نماز نہیں پڑھی، لیکن غیر تو در کنار اپنے سلسلہ والوں کو بھی منع نہیں کیا اور " نمازی زیادہ ہوتے گئے "۔ عجیب ہے کیوں کہ تمام اہل سنت تو بقول مولانا پڑھتے اور اقتدا کرتے ہی تھے، اب زیادتی غالباً یہی ہوئی کہ ایک گروہ شیعوں کا بھی مقتدی ہو

گیا، البتہ یہ فخر ضرور ایسا ہے کہ سنی اپنے کو کہتے ہوئے شاید ہی کوئی حاصل کر سکے۔

ہم سے تغافل اور ہے غیروں سے تاک جھانک
تیرا فریب نرگس مستانہ کھل گیا

نمبر:۱۰۔

مولانا کا ارشاد گرامی ہے:

"اب رہا شیعوں نے امسال اگر عید گاہ میں میری اقتدا کی،
یہ ان کا فعل ہے، میں نے نہیں بلایا۔"

جناب والا! کوئی سنی بھی یہ نہیں کہتا کہ جناب نے بلایا تھا، مگر چوں کہ شیعوں کا سنی کی اقتدا کرنا یہ اپنی آپ نظیر ہے لہٰذا کوئی چیز مشترکہ ضرور ایسی ہے جو ان کی جاذب ہوئی، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کاکوری کے اعراس میں اب شیعان لکھنؤ زینت مجالس ہیں ویسا ہی اٹاوہ میں ۔ چوں کہ مولانا کوئی عرس نہیں کرتے لہٰذا رونق عید گاہ بنے ہیں ، غالبًا یہ بھی منجملہ "برکات احسن الانتخاب" ہے کہ لکھنؤ میں مدح صحابہ داخل جرم ہوگئی جو شاہی زمانہ میں بھی نہ روکی جاسکی۔ ؏

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

نمبر:۱۱۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

"ایک نے ہماری عید گاہ میں تقیہ کر کے پڑھی۔"

تقیہ کر کے پڑھنا تو اس وقت کہا جاسکتا ہے جب کہ سنیوں کے طریقہ پر اپنے مذہب کو چھپاتے ہوئے پڑھتے، حالاں کہ انہوں نے اپنے طریقہ پر ہاتھ چھوڑ کر پڑھی، خود اٹاوہ کے ایک شیعہ نے ایک سنی سے بیان کیا کہ ہمارے مجتہدین نے فتویٰ دے دیا ہے کہ جس مذہب کے کاکوری کے شاہ صاحب ہیں اس مذہب کے سنی کی اقتدا ہم لوگ کر سکتے ہیں" العھدۃ

علیٰ الراوی" (ذمہ داری راوی کے سر ہے)۔ پھر تقیہ کی حاجت ہی کیا رہی؟۔

نمبر:۱۲۔

مولانا ہدایت فرماتے ہیں:

"ایسے ناحق شناس لوگوں کی باتوں میں نہ آئیے، ان کو بکنے دیجیے۔"

جناب مولانا! صرف پھپھوند والے ہی ناحق شناس نہیں ہیں بلکہ اگر یہی معیار ناحق شناسی ہے تو آپ کے پیران پیر شاہ تراب علی صاحب بھی ہیں کہ "عقائد اہل سنت" میں لکھا ہے:

" وافضل بعد پیغمبراں ابو بکر ست، بعدہ عمر، بعدہ عثمان، بعدہ علی بہ ترتیب خلافت۔"

ترجمہ: نبیوں کے بعد سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں، بہ ترتیب خلافت۔

اور "عقائد صوفیہ" میں تحریر کیا:

" فاضل ترین آدمیاں بعد پیغمبر علیہ السلام ابو بکر صدیق ست، بعدہ عمر، بعدہ عثمان، بعدہ علی رضی اللہ عنہم، و صحابہ را جز بہ نیکی یاد نہ باید کرد۔"

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم اور صحابہ کو سوا بھلائی کے یاد نہ کرنا چاہیے۔

لکھ کر پھپھوند والوں کا ساتھ دیا۔ اور آپ کے پیر اولیٰ شاہ تقی علی صاحب ہیں کہ مشاجرات صحابہ میں ثبوت کف لسان پر ورق کے ورق سیاہ کیے۔ اور آپ کے مرشدِ ارشاد کے پدر بزرگوار شاہ علی انور صاحب ہیں، کہ صحت امارت معاویہ کے قائل ہیں اور مجتہد جانتے ہیں۔ اور جمہور ائمہ اہل سنت ہیں، جن کی اقتدا کی بدولت جناب سنی کہے جاسکتے ہیں۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

ترجمہ:

خدا کا شکر وہاں غیر باریاب نہیں
اگر چہ میں بھی کوئی قابل خطاب نہیں

نمبر:۱۳۔

مولانا تلقین فرماتے ہیں:

"غزل بغور پڑھیے"

واقعی ان حضرات کے پاس اب سوائے شاعرانہ خیالات کے قرآن و حدیث کی سند تو باقی رہی نہیں، لہٰذا غزلیں نہ پیش کریں تو اور کیا کریں۔ لیکن دوسروں سے پہلے خود اس غزل پر غور فرمالیں تو اچھا ہے کہ وہ تو پیر کی دیوار کو بھی ٹیڑھا کہنے کے مانع ہیں، لیکن جناب مولانا اپنے شیخ اول شاہ تقی علی صاحب کے پوتے شاہ حافظ اکرام علی صاحب کو حاسد و کینہ ور بنا رہے ہیں اور حسد و بغض خلقی لکھ کر اپنے پیر پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہیں، اور صرف اپنا "عزیز" کہتے ہیں، پیر زادہ کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے، اور باوجودے کہ جناب مولانا کے اشیاخ طریقت کے اقوال مردود کر دیے گئے لیکن شاہ صاحبان کے پیرو بنے ہیں۔

نمبر:۱۴۔

مولانا نے ارشاد فرمایا:

"پھپھوند والے بوجہ اس کے کہ حضرت صاحب قبلہ سے ان کو عناد ہے۔"

پھپھوند والوں کو کوئی دنیوی وجہ عناد تو ہو ہی نہیں سکتی، ورنہ مولانا ظاہر فرمائیں، اگر بغض للہ ہے تو یہ مومن کی صفات حسنہ میں داخل ہے، مذموم نہیں۔

نمبر:۱۵۔

مولانا نے غالباً مکاشفہ فرمایا:

"مجھ سے بھی عناد سخت رکھتے ہیں۔"

یہ بھی مولانا کی منجملہ صداقت مآبیوں کے وہ صداقت ہے جسے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ناظرین!بوارق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیں کہ ۵/ ذی الحجہ تک میں نے جو خط شاہ صاحب کو بھیجا وہ مولانا کو ملاحظہ کراکر روانہ کیا،اور پہلے خط پر مولانا نے ارشاد فرمایا تھا کہ:"جو جواب آئے دکھائیے گا"۔اس پر میں نے کہا کہ"ضرور دکھاؤں گا،اور اس کے جواب کی ضرورت ہوئی تووہ بھی پیش کروں گا"۔لہٰذا ۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کو شاہ صاحب کا خط معہ اپنے جواب کے خود لے جاکر پیش کردیا،اس کے بعد جب میں اٹاوہ ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کو گیا اور سنا کہ ذکی علی،مولانا کا بھتیجہ،سخت علیل ہے میں عیادت کو گیا،مولانا اندر تھے اور ذکی علی باہر، میں ذکی کے پاس بیٹھ گیا،چند منٹ بعد مولانا رونق افروز ہوئے اور وہ شان استغنائی دکھائی جس کا میں کبھی عادی ہی نہ تھا،لیکن میں نے پھر بھی ذکی کے علالت کے متعلق استفسار کیا،مگر مولانا کی شان استغنائی میں فرق نہ آیا،میں نے جب اسے محسوس کیا تو چند منٹ بعد واپس لوٹ آیا۔ مولانا اپنے والد ماجد کے زمانہ سے عادی تھے کہ میری حاضری کے بعد میری قیام گاہ پر تشریف لاتے تھے،مگر نہ آئے،اس کے بعد میں اٹاوہ چار مرتبہ گیا ۱۴/ اور ۲۸/ محرم ۱۳۵۲ھ کو،اور ۱۵/ اور ۱۹/ صفر ۱۳۵۲ھ کو مگر نہ میں حاضر خدمت ہوا نہ مولانا نے عدم حاضری کی پرواہ کی، لیکن جب ۲۱/ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶/ جون ۱۹۳۳ء کو میں اٹاوہ میں تھا اور جمعہ کا روز تھا، حسب عادت قدیم شیخ جلال کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے نہیں گیا،لہٰذا مولانا گھبرائے،چناں چہ اس کے بعد جب ۲۴/ صفر ۱۳۵۲ھ کو اٹاوہ پہنچا تو ۲۵/ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۰/ جون ۱۹۳۳ء، سہ شنبہ کو ۸/ بجے دن کے مولانا خود میرے پاس تشریف لائے،خدا کے فضل سے میں "مولانا" نہ تھا کہ وہی برتاؤ کرتا جو مولانا میرے ساتھ کرچکے تھے،لہٰذا میں نے ان سب امور کو

ملحوظ رکھا جس کا مولانا کی آمد پر میں پابند تھا، اس وقت حسب ذیل اشخاص موجود تھے:

ملا محمد عظیم صاحب اٹاوی ، چھوٹے خاں میواتی اٹاوی ، اور چھوٹے خاں کے ایک ہمراہی میر افسر علی صاحب زمین دار دو گاؤلی ، میر غلام ربانی سلمہ برادر میر افسر علی ، محمود خاں صاحب بلند شہری ، سید اختصاص حسین ، سید اعزاز حسین و عبد الولی سلمہم ، منشی عبد المقتدر صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اٹاوہ ، یہ میرے کمرے میں موجود تھے ، اور شیخ عظیم اللہ صاحب صوبہ دار پینشنر پھپھوندوی و محمد یار خاں صاحب پھپھوندوی دوسرے کمرے میں تھے۔

جس وقت میں نے لب فرش مولانا سے مصافحہ کیا تو قبل مزاج پرسی ہاتھ ملاتے ہوئے مولانا نے ارشاد فرمایا کہ:

”خدا کے واسطے مجھ سے جو قصور و لغزش ہوئی ہو اسے معاف فرمائیے۔“

میں نے اسے ٹال کر مولانا کو لاکر صدر میں بٹھایا اور دوسری باتیں محض اس واسطے چھیڑ دیں کہ سوائے چند مخصوص اشخاص کے اس وقت تک کوئی میرے اور مولانا کے اختلاف سے واقف نہ تھا، اور موجودین میں بیشتر ایسے ہی لوگ تھے ، لہٰذا میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ واقف ہوں ، مگر مولانا نے دس منٹ کے اندر متعدّد بار وہی معافی والے الفاظ دہرائے ، حتیٰ کہ واپس ہوتے وقت پھر باصرار فرمایا کہ ”آپ کہہ دیجیے کہ معاف کر دیا“۔ میں نے تعمیل ارشاد کر دی۔ جب مولانا تشریف لے گئے تو بعد کھانا کھانے کے میں مع منظور حسین صاحب و ملا محمد عظیم صاحب و اختصاص حسین گیارہ بجے دن کے مولانا کے یہاں گیا اور عرض کیا کہ ”اب تک میں نے اس کا لحاظ رکھا کہ آپ کے میرے اختلافات کا عام طور پر علم نہ ہو اس لیے میں نے اس وقت کوئی گفتگو نہیں کی ، اب حاضر ہوں اور چاہتا ہوں کہ معاملات صاف ہو جائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ”آپ چوں کہ جمعہ کی نماز کو نہیں آئے لہٰذا مجھے خیال ہوا کہ شاید میرے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی“۔ میں نے کہا کہ ”میں نے ابھی ایسی کوئی بات نہیں سنی کہ عدم ادائے

نماز کا فتویٰ دیتا"۔ اس کے بعد میں نے مولانا کی بے التفاتی اور اپنی ناگواری مفصلاً بیان کی۔ مولانا نے فرمایا کہ " ذکی کی پریشانی علالت میں غالبًا ایسا ہوا، معاف کیجیے "، میں نے کہا: " اب معافی مانگنے کی ضرورت نہیں، معاف تو میں کر چکا، مگر اتنی عرض ہے کہ میرے اور شاہ صاحب کے معاملات اگر بڑھتے رہے تو بہت ممکن ہے کہ پریس تک نوبت پہنچے، لہٰذا اسے اگر آپ گوارا کر سکیں اور اس حالت میں مراسم قدیمہ میں فرق نہ آنے دیں تو میری جانب سے تعلقات قائم رکھنے میں کچھ عذر نہیں، ورنہ اس وقت اگر آپ نہ انگیز کر سکیں تو جو انقطاع آپ کل کرنے کو ہوں وہ آج کر لیجیے"۔ مولانا نے ارشاد فرمایا کہ " مجھے آپ کے، ان (شاہ صاحب) کے معاملات سے تعلق نہیں، میرے آپ کے مراسم رہیں گے، میں نے عرض کیا " بہت بہتر، جب آپ اس کی پابندی فرمائیں گے میری طرف سے بھی کوئی بات نہ ہوگی"۔

چناں چہ اس کے بعد جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ تک وہی مراسم قدیمہ قائم رہے۔ میں ان کے مکان پر جاتا تھا وہ میری قیام گاہ پر آتے تھے، لیکن باوجود اس میل و ملت کے جب میں نے کتاب "نفحات العنبریہ" بتوسط منشی منظور حسین مولانا سے عاریتًا منگوائی تو مولانا نے صاف ارشاد فرمایا:

> "کوئی بھی اپنے دشمن کو اپنا ہتھیار دیتا ہے کہ وہ ہم ہی پر حملہ کرے؟"

معلوم ہوا کہ مولانا محض اپنے مصالح ذاتی کی وجہ سے طالب معافی ہوئے اور ملتے تھے، ورنہ دل سے دشمن جانتے تھے۔ چناں چہ جب شعبان ۱۳۵۳ھ میں، میں ممبئی سے واپس آیا اور بوارق کا حصہ اول شائع ہو گیا تو مولانا اس ظاہری راہ و رسم اور اپنے وعدۂ بے تعلقی کو قائم نہ رکھ سکے، چناں چہ آخر عشرہ شعبان سے میرا سلسلۂ علالت شروع ہوا، حتیٰ کہ جمعہ الوداع اور عید الفطر کو صاحب فراش تھا، نماز میں شریک نہ ہو سکا، مولانا کو اس کا خوب علم تھا مگر حسب رواج قدیم بالواسطہ بھی عیادت نہ فرمائی، حتیٰ کہ اسی دوران علالت میں کئی

مرتبہ مشورۂ علاج کے لیے اٹاوہ گیا اور مولانا کا خود ملازم دیکھ گیا مگر جناب مولانا نے تکلیف عیادت مسنونہ گوارانہ فرمائی، لہٰذا میں نے سمجھ لیا کہ وہی دن پیش آیا جس کا خیال تھا۔ مجھے چوں کہ دوبارہ مولانا کی شان استغنائی کا مظاہرہ دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس واسطے میں نے بھی ''مابخیر و شما بسلامت'' کہہ دیا، کہ ایسے حضرات سے کنارہ کشی ہی بہتر تھی، بموجب حدیث:

تجدمن اشر الناس یوم القیامة عند الله ذا الوجھین یاتی ھٰولاء بوجه و ھٰولاء بوجه. (۱)

ترجمہ: قیامت کے دن دورخے شخص کو، جو کسی سے کچھ اور کسی سے کچھ کہتا ہے، سب سے زیادہ خوار پاؤ گے۔

اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ انقطاع کس نے کیا اور معاند کون ہے؟؟ حتیٰ کہ آیت ''قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ'' جو یہود و نصاریٰ و روسائے منافقین کے لیے نازل ہوئی، ہم پر چسپاں کر کے رشتۂ اسلامی کو بھی منقطع کر دیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ عناد ہو نہیں سکتی، نہ مولانا کے صفات ذاتیہ و کسبیہ قابل رشک و حسد ہیں، میں نے تو باوجود مولانا کے اظہار مخالفت ہو جانے کے بوارق العذاب کے دوسرے حصہ میں بھی اس کا لحاظ رکھا کہ مولانا پر کوئی ذمہ داری نہ عائد ہو، مگر اب جبکہ مولانا خود وعدہ خلافی کر چکے اور ہمیں معاند قرار دے چکے اور احسن الانتخاب و نفائس المنن کو بلا تاویل تسلیم فرما چکے تو مجھے مولانا کے صحیح خط و خال دکھانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔

حسن روز افزوں نے کتنا فرق پیدا کر دیا
دیکھیے یہ آپ ہیں یہ آپ کی تصویر ہے

---

(۱) بخاری شریف، ج:۲/ص:۸۹۵/کتاب الادب، باب ما قیل فی ذی الوجھین، المکتبۃ المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند

نمبر:۱۶۔

حضرت مولانا دعا فرماتے ہیں:

''قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ''

ترجمہ: اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔

یہ آیت شریفہ کلام مجید میں دو مقام پر ہے، پہلی سورۂ توبہ میں یہود کے لیے، اس واسطے کہ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور نصاریٰ کے لیے کہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتاتے تھے۔ دوسری سورۂ منافقون میں ہے، عبد اللہ ابن ابي اور مغیث بن قیس و جد بن قیس، روسائے منافقین کے بارے میں بوجہ ان کے اس جہل وضلالت وہٹ دھرمی کے کہ وہ حق پر ہیں۔

علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں ان الفاظ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے:

''و هو دعاء عليهم و طلب من ذاته ان يلعنهم و يخزيهم وتعليم للمومنين ان يدعوا بذلك''(۱)	**ترجمہ:** اور یہ یہود و نصاریٰ اور منافقین کے حق میں بددعا ہے، اور خدا کی ذات سے ان پر لعنت و رسوائی کی طلب ہے، اور یہود و نصاریٰ اور منافقین کے حق میں یہی بددعا دینے کی مسلمانوں کو تعلیم ہے۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ ہم لوگ صرف اس وجہ سے کہ مولانا کے مرشد زادہ کا ساتھ صحابۂ کرام کو برا کہنے میں نہ دے سکے، اس آیت کریمہ کے مورد بنیں، لیکن یہ حضرات باوجودے کہ جواب سے عاجز رہے، حق واضح و ثابت ہو گیا مگر ہٹ دھرمی پر قائم ہیں، اس سے دامن کشاں گذر جائیں، تعجب بالائے تعجب ہے۔ مولانا! یاد رکھیے کہ شیعوں کی ہمنوائی کی یہ برکت ہے کہ مسلمانوں پر لعن فرمانے لگے۔

(۱) تفسیر کبیر، ج:۳۰/ص:۱۵/ سورۂ منافقون، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۱ء۔

دشنام بہ مذہبے کہ طاعت باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ترجمہ:

دشنام جو طاعت ہو کسی مذہب میں
وہ مذہب و اہل مذہب ہیں غلط

غیر مستحق پر جو لعن کی جائے تو بموجب احادیث صحیحہ فاعل پر لوٹا کرتی ہے، اگر ان الفاظ نے بھی رجعت کی ہو، یا کریں، تو خود کردہ ہیں، دوسرے کا کیا قصور ہے۔

جناب مولانا! پانی پی پی کر کوسنے سے کام نہیں چلتا، مرد میدان بنیے اور احقاق حق فرمایئے، خدا کے فضل سے یہاں ان کوسنوں کا ڈر نہیں۔ ؎

خدا رکھے سلامت جن کو ان کو موت کب آئے
تڑپتے لوٹتے ہم کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

یاد رہے! میں نہ شاہ صاحب مرحوم کے حوارین کو قابل خطاب سمجھتا تھا، نہ مولانا کے حاشیہ نشین بات کرنے کے قابل ہیں، اگر اس خط میں بوے صداقت ہے تو مولانا خود علیٰ الاعلان احقاق حق فرما کر مجھے ہم خیال بنالیں، ورنہ۔ ؏

تنہا پیش قاضی روی ، راضی آئی

ترجمہ:

قاضی کے پاس تنہا جاؤ ، راضی آؤ

بیکار محض ہے۔ اور علاوہ بالمشافہ گفتگو کی سب صورتیں تضیع اوقات ہیں۔ ؎

کہیں ہیں چوکنے والے یہ مستانے ہزاروں میں
جتانے آئی توبہ ، پارسائی بادہ خواروں میں

والسلام خیر ختام

قطعۂ تاریخ

از نتائج فکر: حضرت علامہ سید اعزاز حسین المتخلص بہ احقرؔ کچھوچھوی

(بہ صنعت تخرجہ)

شاہ مصباح الحسن مصباح دین
دید چوں تاریکی دور سپہر
گمرہان وادی تحقیق را
رہ نموئی ساختہ از روے مہر
عالمے شد زیں ہدایت شاد کام
تلخ کاماں را نماید ہمچو زہر
بودم اندر فکر تاریخ ہدی
گفت احقرؔ ہاتفے غیبی بجہر
زائے ہوز را کنی گر تخرجہ
۷
اندفاع فتنۂ آشوب و قہر
۱۳۶۱ ھ

حواشی

(از: مصنف)

﴿1﴾

یعنی حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نے واقعہ یہ بیان کیا کہ جب میں نے کتاب "مصباح طریقت" وجوب تعظیم و جواز تزئین مزارات میں لکھی اور مسودہ قبل از طباعت حضرت کی خدمت میں بھیجا تو حضرت نے ص:۱۱ پر جو حوالہ "غنیۃ الطالبین" کا ہے اس کے متعلق وہ الفاظ بڑھا دیے جو ص:۱۰/ آخر و شروع سطر ص:۱۱/ پر ہیں، یعنی: "اور اس کی تالیف کو حضرت غوث پاک کی یقیناً تالیف کہتے ہیں"۔ اس کے متعلق مولوی وصی علی صاحب نے اپنے والد مولانا حبیب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت نے یہ الفاظ کیوں تحریر فرمائے؟، انہوں نے جواباً کہا کہ: "چوں کہ بعض علما اس کے تصنیف ہونے میں کلام کرتے ہیں لہٰذا ایسا لکھا گیا"۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ یہ واقعہ کہاں تک قابل حجت و سند ہو سکتا ہے اور کس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ میرے حضرت کا وہی خیال تھا جو مولوی حبیب علی صاحب نے بعض علما کا بیان کیا؟۔ اس کے مقابل وہ دلائل معاینہ فرمائیں جو میں نے مولانا وصی علی صاحب کے اشیاخ طریقت اور شاہ حبیب حیدر صاحب کے آباؤ اجداد سے صراحتاً کتب مطبوعہ سے ثابت کیے ہیں۔

(2)

جب شاہ حبیب حیدر صاحب کا خط نمبر:۱/ مورخہ ۲۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ آیا تھا، جس میں شاہ صاحب نے غنیۃ الطالبین کے تصنیف غوث الثقلین ہونے سے انکار کیا اور استشہاد میں تین نام پیش فرمائے :

(۱) مولانا محمد نعیم (۲) مولانا عبدالحی فرنگی محلی (۳) مولوی حکیم وکیل احمد سکندر پوری اور صفائی سے ارشاد فرمادیا کہ: "اکثر علمائے کرام کا یہ ارشاد ہے"، اس وقت صرف الدر المنظم کو دیکھا تھا، لہٰذا جواباً اسی کا حوالہ شاہ صاحب کو دے دیا اور مولوی وصی علی صاحب سے بھی یہی کہا گیا، زیادہ تحقیق کرنے پر ثابت ہوا کہ یہ کتاب شاہ صاحب کی پانچ پشت سے مسلمۂ خاندانی ہے۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ کل اسلاف شاہ صاحب کا اس کے مستند ہونے پر اتفاق ہے، کیوں کہ تین کے عدد پر اکثر کا اطلاق جب ہی صحیح ہو گا کہ پانچ کو کل قرار دیا جائے۔ غالباً اسی وجہ سے شاہ صاحب باوجود انکار غنیۃ الطالبین کو کتاب مستطاب لکھنے پر مجبور ہوئے۔ اب مستندات خاندانی شاہ حبیب حیدر صاحب ملاحظہ فرمائیں اور داد تحقیق و دیانت دیتے جائیں:

۱۔ شاہ کاظم صاحب جد الاجداد شاہ حبیب حیدر صاحب و بانی تکیۂ کاظمیہ کاکوری و سرگردہ قلندران باسطیہ نے اپنے مسترشد خاص محب علی خاں کے لیے ایک رسالہ لکھا اس میں ناقل ہیں:

> "و نیز اگر اول رجب و پانزدہم و بست و نہم دہ دہ رکعت بخواند بعد فاتحہ "قل یا" و "قل ھو اللہ" سہ بار ثواب بسیار است۔ از غنیۃ الطالبین"
>
> ترجمہ: نیز اگر پہلی اور پندرھویں اور انتیسویں رجب کو دس دس رکعتیں پڑھے، جن میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار " قل یا" اور

"قل ھواللہ" پڑھ لے تو بہت ثواب حاصل ہو۔ غنیۃ الطالبین سے
(یہ طریقہ لیا گیا ہے)۔ (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ شاہ کاظم صاحب کے نزدیک غنیۃ الطالبین مستند و معتبر اور ان کی معمول بہ تھی۔

۲۔ ان کے جانشین و فرزند شاہ تراب علی صاحب اپنی کتاب "شرایط الوسائط" کے ص:۹۳/ میں لکھتے ہیں: "و در غنیۃ الطالبین است کہ فقیر را باید۔۔۔۔ انتہیٰ۔ ترجمۃ: غنیۃ الطالبین میں ہے کہ فقیر کو چاہیے۔۔۔۔ فقط۔ معلوم ہوا کہ غنیۃ الطالبین مثل اپنے والد خود شاہ تراب علی صاحب کو بھی مسلم تھی، نیز یہی شاہ تراب علی صاحب اپنی کتاب "کشف المتواری" ص:۱۰۴/ پر ہمعات سے ناقل ہیں: "حضرت غوث الاعظم قدس سرہ در کتاب غنیۃ الطالبین وضعے تعین کردہ اند"، انتہیٰ۔ ترجمہ: حضرت غوث الاعظم قدس سرہ نے غنیۃ الطالبین میں ایک طریقہ مقرر فرمایا ہے، فقط"۔

اس سے صراحتًا ثابت ہوا کہ شاہ تراب علی صاحب کو غنیۃ الطالبین کا تصنیف غوث الثقلین ہونا قطعًا مسلم، اور مثبتین میں شاہ ولی اللہ صاحب کی زیادتی قدر تاً محکم۔ یہ بھی لحاظ رہے کہ شاہ تراب علی صاحب اسی "کشف المتواری" کے ص:۱۶/ میں لکھتے ہیں:

"اکنوں ہر چہ دریں کتاب است صحیح است و درست و برائے
اولاد آں مخدوم سندیست قوی و چست"

ترجمہ: جو کچھ اس کتاب (کشف المتواری) میں ہے صحیح اور
درست ہے اور ان مخدوم (نظام الدین قادری) کی اولاد کے واسطے
بڑی قوی اور مضبوط سند ہے۔

غالبًا شاہ صاحب کو مکشوف ہوا ہو گا کہ ان کی اولاد میں کچھ منکرین پیدا ہونے والے

(۱) ملاحظہ فرمائیں "اصول المقصود" ملفوظ شاہ کاظم صاحب مصنفہ شاہ تراب علی صاحب ص:۵۱۳/۔

ہیں جب ہی تو ان فقرات کو تحریر فرمایا۔

۳۔ شاہ تراب علی صاحب کے قابل فخر فرزند شاہ تقی علی صاحب اپنی کتاب ''روض الازہر'' کے ص: ۳۹۴؍ میں اپنے والد کے حال میں تحریر کرتے ہیں:

''و جملہ اوراد و ادعیہ و اذکار بہ تخصیص اوقات و احوال کہ در کتب احادیث و مشائخ طریقت مثل حصن حصین و سفر السعادۃ و قوت القلوب و احیاء و غنیۃ الطالبین مذکور اند، معمول حضرت ایشاں بود''۔

ترجمہ: اور تمام اوراد و ادعیہ و اذکار جو کتب احادیث اور مشائخ طریقت میں مثل حصن حصین اور سفر السعادہ اور قوت القلوب اور احیاء العلوم اور غنیۃ الطالبین کے، جن اوقات اور حالات کے ساتھ، مذکور ہیں آنحضرت (شاہ تراب علی صاحب) کے معمولات میں تھے۔

دیکھیے! شاہ تقی علی صاحب نے صراحت فرمادی کہ ان کے اور شاہ تراب علی کے نزدیک غنیۃ الطالبین اسی درجہ میں مستند و معتبر ہے جس درجہ میں حصن حصین، سفر السعادۃ، قوت القلوب اور احیاء ہیں۔

۴۔ شاہ حبیب حیدر صاحب کے دادا شاہ علی اکبر صاحب '' شرایط الوسائط'' کے حاشیہ ص:۱۱؍ میں لکھتے ہیں:

''صوفیان قدیم کی کتب اور ملفوظات میں مثل قوت القلوب ابو طالب مکی اور عوارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور احیاء العلوم اور کیمیاے سعادت امام عالی مقام غزالی روح اللہ روحہ العالی اور فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں صاف مصرح ہے''

دیکھیے ! جد حقیقی کس زور و شور سے غنیۃ الطالبین کو معتبر و مصنفہ غوث الثقلین ہونا ظاہر کرتے ہیں اور قوت القلوب اور احیاء العلوم اور کیمیاے سعادت اور فتوح الغیب اور عوارف کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے مقابل پوتے صاحب کس دیدہ دلیری اور بے نمکی سے انکار کر دیتے ہیں۔ حیرت بالاے حیرت ہے۔

۵۔ شاہ صاحب کے والد حافظ علی انور الدر المنظّم جلد ۲/ ص: ۱۴۱/ وصل در بیان تصانیف حضرت غوثیت مآب میں لکھتے ہیں:

> ”چناں چہ آپ کی تصنیفات میں سے ایک غنیۃ الطالبین ہے جو بہت جامع اور مانع اور سالکین و طالبین، مبتدئین و منتہین کے لیے نہایت مفید ہے، اس میں فوائد عقائد اور قواعد طاعات اور عبادات اور اخلاق حسنہ نیز حالات قیامت جو آیات و احادیث سے ثابت ہے مع اولیاء اللہ کی حکایات کے ان سب کا بیان ہے۔“

الحمد للہ ! حافظ صاحب کے اس قول نے منکرین کے تمام حیلے نسیًا منسیًا کر دیے اور تصحیح کر دی کہ اس میں معتقدات، طاعات، عبادات، اخلاق حسنہ، حالات قیامت وہی مذکور ہیں جو آیات و احادیث سے ثابت ہیں، لہٰذا پانچ پشت کے بعد انکار اور وہ بھی صرف اس بنا پر کہ اپنی ایک غلطی کو ماننا پڑے گا۔ باعث صد ہزار غیرت و شرم ہے۔ یہ عجیب لطیفہ ہے کہ روض الازہر و الدر المنظم بعد وفات مصنفین شاہ حبیب حیدر صاحب ہی کی تصحیح اور کوشش سے طبع ہوئیں لیکن شاہ صاحب نے اس وقت اس غلطی کا ازالہ نہ فرمادیا اور جان بوجھ کر لوگوں کو اس غلطی میں مبتلا رکھا۔ سچ فرمایا شاہ علی اکبر صاحب نے حاشیہ شرایط الوسائط ص: ۱۱/ میں کہ:

> ”یہ بھی جہالت کی شامت ہے کہ جن مرشدوں کا نام صبح اور شام مثل قرآن اور درود کے ذکر کیا کرتے ہیں ان کے کلام سے بھی غافل ہیں اور جاہل کہ وہ کیا فرما گئے ہیں“۔ فاعتبروا یا اولی

الابصار۔

"رفع الحجاب "جو بجواب "فصل الخطاب" انہیں حضرات نے شائع کی ہے اس میں ص:۴۸؍ پر غنیۃ الطالبین کے متعلق لکھ دیا کہ "بیشتر علما کا مقولہ یہ ہے۔۔الخ"، اور سند میں مولانا محمد نعیم کی کتاب پیش کردی، یہ حضرات دوسروں کو تو فرنگی محل تک بھیجتے ہیں لیکن انہیں تو تکیہ کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی بھی ضرورت نہیں گھر ہی میں حواس خمسہ درست کر کے شہادات خمسہ معاینہ کریں، اور غیرت ہو تو شرمائیں۔

اگر گھر سے باہر ہی نکلنے پر اصرار ہو تو سیدھے بغداد شریف چلیں اور دیکھیں کہ حضرت غوث الثقلین کے خاندان کا ایک ایک فرداً عن جدٍ غنیۃ الطالبین کی سند و اجازت حاصل کرتا ہے اور اس کے مصنفہ غوث الثقلین ہونے پر یقین کامل رکھتا ہے۔

آخر میں "مفاوضات "مولفہ شاہ حبیب حیدر صاحب کے ص:۴۴؍ سے شاہ کاظم صاحب کا ایک فقرہ اور سن لیجیے:"نزد ما مردم سند ہر چیز از پیران خود است"۔ ترجمہ:" ہم لوگوں کے پاس ہر چیز کی سند اپنے پیروں سے ہے"۔ لہٰذا متوسلین خاندان کاظمیہ اس ناحق کوشی اور باطل فروشی کو بہ نگاہ عبرت دیکھیں۔ والتسلیم

﴿3﴾

لطیفہ: چوں کہ فتاویٰ کا ذکر آگیا ہے لہٰذا یہاں یہ بات ظاہر کر دینا خالی از دل چسپی نہیں ہے کہ حسب ارشاد مولانا وصی علی صاحب "فصل الخطاب" کے فتوے کے جواب میں فتاویٰ ہی شائع کرنے کا خیال قائم کیا گیا تھا، لیکن بالیقین اس میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور باوجودے کہ سوالات سبعہ مذکورۂ سابق بہت کچھ سوچ بچار کے بعد خیالات فاسدہ قلبی کو چھپاتے ہوئے ایسے قائم کیے گئے تھے کہ مجیب کو دھوکہ میں آکر ان کے حسب منشا جواب دینا پڑے، مگر ایک جواب بھی موافقت میں نہ حاصل کیا جا سکا، جس کا بین ثبوت "رفع

الحجاب‘‘میں کسی جواب کا شائع نہ کرنا ہے۔ لہٰذا نیرنگی زمانہ کی طرح پلٹا کھاتے ہوئے رفع الحجاب میں ص:۳۹۰/ پر فصل الخطاب کے فتویٰ کے متعلق یوں خامہ فرسائی فرمائی:

’’ص: ۱۵۵/ تا، ص: ۱۵۹/ علامہ نے بعض علما کی رائے کے اظہار کے لیے وقف فرمائے ہیں۔ ان حضرات کی رائے جس طرح علامہ نے حاصل فرمائی ہے وہ اگر راوی کی روایت قابل اعتبار مانی جائے تو ہرگز مستحسن کہے جانے کے قابل نہیں ہو سکتی۔ بہر نوع اس امر پر کہ یہ رائیں کس طرح حاصل کی گئی ہیں، وقت ضائع کرنا فضول ہے، البتہ میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اب یہ فرسودہ طریقہ، جویاے حق کو اصلیت و حقیقت کی جستجو و اظہار سے روکنے کے لیے قطعًا ناکافی ہے‘‘۔

سبحان اللہ! حسب منشا جواب نہ ملنے سے فتاویٰ شرعی طریقۂ فرسودہ ہو گیا، ورنہ اس سے دو چار روز قبل مختلف نام اور مقام سے علمائے کرام کی خدمت میں رجسٹریاں روانہ کی گئیں، اثرات ڈالے گئے، سچ ہے۔

ملے نہ جب تو قناعت بغیر کیا چارہ
مدار شیخ کے تقویٰ کا مفلسی پر ہے

آج جواب حسب منشا نہ ملنے سے علمائے کرام سے استفتا کرنا طریقۂ فرسودہ ہو گیا اور آیت قرآنی:

’’ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ‘‘(۱)

ترجمہ: تو پوچھو جاننے والوں سے اگر تم نہیں جانتے

(۱) پارہ ۱۴/ سورۂ نحل، آیت: ۴۳/۔

سے روگردانی کی گئی۔ کل ان شاء اللہ تعالیٰ جب قرآن و حدیث سے انہیں مباحث میں ان حضرات کی راہ فرار بند کر دی جائے گی تو کیا عجب ہے کہ انہیں بھی دفاتر پارینہ کا خطاب دے کر ٹھکرا دیا جائے۔ استغفر اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہاں اتنا اور گذارش کرنا ہے کہ فتاویٰ شرعی کو رائے سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ " فرق ظاہریہ" کا یہ پرانا فرسودہ خیال ہے وہ تمام فقہائے اسلام و علم فقہ کو "اصحاب الرائے" کا خطاب دیتے ہیں۔ چوں کہ یہ حضرات بھی بوجہ فقدان بصیرت " وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ"(۱) ترجمہ: اور ہم وہ ساری کدورت کھینچ لیں گے جو ان کے سینوں میں تھی، وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے"، کی جلوہ افروزی سے مطلقاً بے بہرہ ہیں۔ لہٰذا روایات واہیہ تاریخیہ کو ہی مدار تحقیق جانتے ہیں اور اس حکم قرآنی پر ایمان رکھنے والوں کو "اہل الرائے" سمجھتے ہیں۔

4

آپ جناب مولانا حبیب علی صاحب علوی کاکوروی، وکیل اٹاوہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر و جانشین ہیں، قطع نظر مولوی و مفتی و طبیب ہونے کے تکیہ کاظمیہ کاکوری سے دیگر نسب مخصوصہ کے ساتھ نسبت ارادت بھی رکھتے ہیں، اور مجاز بھی ہیں۔

5

مؤلفہ مولانا ہادی علی خاں صاحب چشتی حافظی سیتاپوری رحمۃ اللہ علیہ در مناقب حضور حضرت مولائی و سیدی حافظ محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی رضی اللہ عنہ، جو حقیر کے پردادا پیر ہوتے ہیں۔

(۱) پارہ ۱۴، سورۂ حجر، آیت: ۴۷

بغرض سہولت ناظرین بجنسہٖ پوری حکایت آئندہ کا ترجمہ درج ذیل ہے جس کا مقولہ سے گہرا تعلق ہے، وھو ھٰذا :

حضرت شیخ الاسلام کے مریدین میں سے ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک روز حضرت پیر و مرشد برحق نے ارشاد فرمایا:

"فلاں شخص جو رافضی ہے میرے پاس اپنی ایک ضرورت کے لیے آئے گا، میں اس سے "حضرت معاویہ" کی منت ماننے کو کہوں گا"۔

میں نے عرض کیا کہ "کیا حضور والا معاویہ کو "حضرت" فرماتے ہیں ؟"۔ ارشاد ہوا کہ "کیوں نہ کہوں کیوں کہ کوئی ولی ان کے یعنی صحابہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا"۔ میں نے عرض کیا کہ "حضرت محبوب سبحانی ؟"۔ جواباً فرمایا کہ "وہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچتے ہیں"۔ حضرت معاویہ کے ذکر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ "جس وقت جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو اس وقت ان کا نام تعظیم سے نہ لینا چاہیے"۔

﴿6﴾

اگر یہ کتابیں سیرت جناب مولا علی کرم اللہ وجہہ کہے جانے کے لائق ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ "روض الازہر و شہادت نامہ" میں کیا خاص نقص پیدا ہو گیا جو انہیں سیرت سے خارج فرما دیا گیا۔ حالاں کہ ان کتابوں میں سے اکثر محض برائے بیت ضمناً ہی حضور مولا علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ ہے۔ پھر روض الازہر و شہادت نامہ کو جو باپ دادا کی تصنیف ہیں "قیاس

مع الفارق" کی بے پناہ تلوار سے ذبح کر دینا اور ان مختلف الحکایات و البیانات اجنبی مصنفین یعنی غیروں کی کتابوں کو سیرت جناب مولا علی کرم اللہ وجہہ لکھنا کہاں کی دیانت ہے ؟۔ نیز تاریخ الخلفا، و تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء کو باوجود ان صاف ناموں کے سیرت امام الاولیا علیہ السلام لکھنا جناب شاہ صاحب ہی کا حق ہے۔

﴿7﴾

اس حدیث پاک کو مندرجہ ذیل مستند علمائے کرام نے اپنی مصنفات و مؤلفات میں درج فرما کر مزید توثیق فرمادی:

حضرت علامہ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر روایت کرتے ہیں زہری سے اور وہ سعید بن مسیب سے اور وہ عروہ بن زبیر سے اور وہ علقمہ بن ابی وقاص سے اور وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے اور یہ سب روایت کرتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔(۱)

امام بخاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں عبد العزیز بن عبد اللہ سے اور وہ ابراہیم بن سعد سے اور وہ صالح سے اور وہ شہاب سے اور وہ عروہ بن زبیر سے اور وہ سعید بن مسیب سے اور وہ علقمہ بن وقاص سے اور وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے اور یہ سب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے رضی اللہ عنہا سے۔(۲)

مدارج النبوۃ جلد ۲ / مطبوعہ فخر المطابع دہلی ۱۲۷۰ھ ص: ۲۰۲ / " بخدا من ندانستم از اہل خود خبر نکوئی"۔ قسم خدا کی میں نے اپنے اہل سے بھلائی کے سوا نہ جانا۔

توضیح: حضور کی ذات والا صفات صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی اعلیٰ و ارفع ہے پھر بھی بقسم

(۱) تفسیر کبیر، جلد ششم، مطبوعہ مصر ص: ۷ ۲۳

(۲) بخاری شریف جلد چھارم ، باب حدیث الافك ، پارہ ١٦

ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا کوئی ادنیٰ دیانت دار و پرہیز گار بھی بلا علم و یقین کامل کے ایسا کہہ سکتا ہے؟۔ انصاف شرط ہے۔

﴿8﴾

غالبًا میری اس تعریض کی وجہ سے جلد دوم السیرۃ العلویہ مسمیٰ بہ نفائس المنن کے ص: ۴۲؍ کے فٹ نوٹ میں صاحب ''ینابیع المودہ'' کا حال لکھا گیا ہے جس کا ماحصل صرف یہ ہے کہ نقشبندی بزرگ، عالم حنفی، مدرس، صاحب خانقاہ ہوئے، تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے۔ ان کی وفات ۱۲۶۳ھ میں ہوئی۔ ان کا یہ حال مصدقہ سید عبد القادر آفندی ابن مؤلف صفحہ اول ینابیع المودہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد کتب خانہ محمدیہ، جامع مسجد ممبئی میں ینابیع المودہ مطبوعہ استامبول ۱۳۰۱ھ مکمل دیکھی، جس کے اول و آخر میں کہیں یہ حال مصدقہ یا غیر مصدقہ نہیں۔ ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ شاہ صاحب نے کس قدر ان کی جلالت شان کے شواہد پیش کیے ہیں کہ باید و شاید۔

﴿9﴾

چوں کہ میں نے غنیۃ الطالبین کی کئی عبارتیں صحابہ کرام کے باہمی نزاعات وغیرہ کے بارہ میں دم بخود رہنے اور کسی قسم کے گستاخانہ الفاظ ہرگز منھ سے نہ نکالنے کی بابت اپنے دوسرے خط میں پیش کی تھیں، جس پر جناب شاہ صاحب اپنے دوسرے خط میں صرف حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ارشاد بطریق جواب پیش کرتے اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی لاحاصل فرماتے ہیں، یہ صفحات ۸۶/۸۸؍ اسی مغالطہ دہی کا جواب ہے، رہا لفظ '' تسامح'' اسے یوں سمجھیے کہ ایک روایت جسے محقق دہلوی نے ضمنًا، نہ اصالتًا، حکایتًا، نہ اثباتًا اپنی کتاب ''الاوراد ما ثبت بالسنۃ'' میں کہیں ذکر کر دیا ہے اور سوے اتفاق سے بقول شاہ صاحب ایک مجہول الحال بزرگ مصنف ینابیع المودہ بلخی قندوزی نے اسی کے لگ

بھگ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کر دی ہے، پھر کیا تھا'' خدا دے اور بندہ لے'' اور بقولے ''ہلدی کی گانٹھ مل گئی پنساری کی دوکان کھل گئی'' کا مضمون چسپاں ہو گیا۔ یعنی ''ارشادی ٹکسال'' سے ہر کسی کو ''سکۂ ارشاد'' بٹنے لگا، یعنی بغرض بلا لحاظ جرح و تعدیل رواۃ اگر اسے حضرت حسن کا قول مان بھی لیا جائے جسے دوسرے لفظوں میں ''ارشاد'' کہا کرتے ہیں تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد لکھنا کب درست و صحیح ہے؟ اور اگر یہی اصول ارشاد صحیح مان لیا جائے تو بے چارے شیخ سلیمان و قاضی جمال الدین و ابوالفدا و ابن جوزی، نہیں بلکہ خود بدولت جناب شاہ صاحب نے کیا ایسا گناہ کیا ہے جو اس دولت ارشاد سے محروم ہیں؟؟۔

خیر ہم تو اسے غایت انکساری پر ہی محمول کریں گے اور یہی کہیں گے کہ ممدوح بڑے مرشد ہیں اس لیے کہ ان اصحاب خمسہ کے صرف اس مفہوم روایت کو ادا کرنے، اور جناب شاہ صاحب کے اسی مطلب کو بالمقابل پیش کرنے اور زبردستی منوانے میں بڑا فرق ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان چھ بزرگوں میں سے دو کے حق میں لفظ ارشاد لکھنا اور چار کو دھتا بتا دینا کہاں کا انصاف ہے۔ خیر بقول شاعر ؎

احباب سے بھی اگلی مروت نہیں رہی
مخصوص کچھ مجھی پہ عنایت نہیں رہی

ہماری اشک شوئی کے لیے یہی لطیفہ کافی و وافی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

﴿10﴾

یہ نظم ۷ر محرم الحرام ۱۳۵۳ھ مطابق ۳ر مئی ۱۹۳۴ء کے اخبار ''سیاست لاہور'' میں شائع ہوئی ہے جس کا مقطع یہ ہے ؎

یہ تنقیدی غزل و اللہ کیا ہی خوب ہے احمقؔ
بہت خوش ہوں اگر سن لیں کہیں اصحاب کا کوری

﴿11﴾

مندرجہ بالا رجسٹری شدہ کھلی چھٹی ۲۸/ جولائی ۱۹۳۳ء کو مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی واپس آئی: " انکاری واپس ہے ۲۶/ ۷/ ۳۳"۔

اعلان دعوت مناظرہ اخبار "سیاست" لاہور مؤرخہ ۳۰/ جولائی ۱۹۳۳ء، اور اخبار "مجیب" فرخ آباد مؤرخہ ۱۷/ اگست ۱۹۳۳ء، اور اخبار "سچ" لکھنؤ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ناظرین کرام ان اخبارات مذکورہ بالا میں معائنہ فرمائیں۔

﴿12﴾

خوب! اب تک یہی مسموع ہوا کہ صاحب کمال حضرات اہل اللہ مرید کو اپنا سا بناتے ہیں مگر یہاں الٹی بات ہے کہ مرید نے اپنی جانب جذب کیا یعنی تمام امارات شرک سے مزین کر دیا۔

پندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز درپے مصطفیٰ

ترجمہ:

بلا پیروی رسول کریم
نہ پاؤ گے ہرگز رہ مستقیم